ابوالانبیاء



حضرت ابراہیم علیہ السلام

علامہ عباس محمود العقاد

مولانا راغب رحمانی دہلوی

نفیس اکیڈمی کراچی

ابوالانبیاء

حضرت ابراھیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی عزت وعظمت کا سکہ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور جن کی تقدیس و احترام کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے تین سب سے بڑے مذاہب یعنی مسلمان، عیسائی اور یہودی آپ کو اللہ تعالیٰ کا ایک اولالعزم پیغمبر مانتے ہیں یہ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، جن کے وجود پاک سے نہ صرف دنیا کو ٹھنڈک نصیب ہوئی بلکہ آتش کدۂ نمرود بھی ہمیشہ کے لئے سرد ہو گیا خانہ کعبہ کے معمار اوّل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے حالاتِ زندگی پر محققانہ کتاب جو قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں عہد حاضر کے مشہور محقق اور صاحب طرز انشاء پرداز کے قلم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات اور دعوت ابراہیمؑ پر سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب

مصنفہ	ترجمہ
علامہ عباس محمود العقاد المصری	مولانا راغب رحمانی

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ ــــــــــ کراچی ۱

Rs 30.00

قیمت: مجلد [illegible] روپے

جملہ حقوق طباعت و اشاعت اُردو ترجمہ
دائمی بحق

چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری

مالک نفیس اکیڈمی ـــــ و ـــــ مسعود پبلشنگ ہاؤس

اسٹریچن روڈ۔ کراچی ۱

محفوظ ہیں

بہ اہتمام ــــــــــــــــ خالد اقبال گاہندری

طبع اوّل ــــــــــــــــ جون سنہ ۱۹۷۱ء

ٹیلیفون: ۵۱۳۳۰۳

انٹرنیشنل پریس۔ کراچی ۱

سیرتِ خلیل اللہ

از چوھدری محمد اقبال سلیم گاھندری

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی عزت وعظمت کا سکہ کروڑوں انسانوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور جن کی تقدیس واحترام کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے تین سب سے بڑے اہل مذہب مسلمان، عیسائی اور یہودی آپ کو اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم اولعزم پیغمبر مانتے ہیں۔ یہ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے وجود پاک سے نہ صرف دنیا کو ٹھنڈک نصیب ہوئی بلکہ آتش کدۂ نمرود بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ اور آتش نمرود کی حرارت بھی سلب ہو کر رہ گئی اس خوفناک اور شعلہ بار آگ نے جو ہر چیز کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اللہ کے خلیل کو ایذا نہیں پہنچائی بلکہ آپ کی راحت کے سامان فراہم کر دیئے اور آپ کی سلامتی کی ضامن بن گئی۔ اللہ کا پیارا ہو تو ایسا کہ آگ میں کودجانا پسند فرمایا مگر توحید کے دامن پر آنچ نہیں آنے دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلمان، عیسائی اور یہودی تینوں اقوام یعنی دنیا کی تقریباً ایک تہائی آبادی اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کرتی ہے اور دین ابراہیمی پر عمل پیرا ہونے کی دعویدار ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنیوالے سارے انبیاء حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسےٰ اور حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سب ان ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد امجاد میں سے تھے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء کہا جاتا ہے۔ تاریخ وآثار کا مطالعہ بتاتا ہے کہ توحید خالص کا عقیدہ جو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا بنیادی عقیدہ تھا۔ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری قوت وجلال کے ساتھ بڑی بڑی تکالیف اور انتہائی خطرناک مصائب کی برداشت کے ساتھ دنیا میں پھیلایا۔ اسی عقیدۂ توحید پر آدمی کے باہمی تعلقات اور تنظیمات کی بنیاد رکھی۔ اس عقیدہ سے روگردانی کا نام کفر وطغیان قرار پایا۔ اور اقرار کے باوجود عملی زندگی میں اس سے تغافل کو فسق ونفاق قرار دیا گیا۔

آپ اس دنیا میں آج سے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال قبل تشریف لائے تھے اور آپ نے شرک و بت پرستی کے گندے ماحول میں آنکھ کھولی تھی اور جن چیزوں کی آپ کے معاصرین پوجا کرتے تھے۔ انہیں سے

آپ نے واحد و قہار اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال کیا تھا اور نمرود کو للکارا تھا اور اسے اور قوم کو سمجھایا تھا۔ کہ عبادت خالق کی کرنی چاہیئے، مخلوق کی نہیں عقل و فطرت کا یہی تقاضا ہے اور ہوش و خرد کی یہی آواز ہے۔ یہ اللہ کا نڈر سپاہی کسی سے مرعوب نہیں ہوتا اور ایک عظیم طاقت سے ٹکرا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ وجود دو ہی ہیں، خالق کا وجود اور مخلوق کا وجود، خالق ایک ہی ہے اور اس کی مخلوق بے شمار ہے، خالق مطاع ہے اور مخلوق مطیع ہے، خالق معبود ہے اور مخلوق عابد ہے اور خالق اللہ ہے اور مخلوق تمام کائنات ہے۔ تمام چیزیں خالق کی ہیں مخلوق کی نہیں، خالق کے انعامات و احسانات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مخلوق کے اختیار میں کچھ بھی نہیں اور مخلوق میں سب سے افضل و اشرف انسان ہے عقل کا تقاضا ہے کہ افضل مفضول کے آگے نہیں جھکا کرتا۔ اسلئے انسان کو کسی کے آگے نہیں جھکنا چاہیئے بلکہ انسان انسان کے آگے بھی نہ جھکے کیونکہ وہ بھی مخلوق ہے۔ عقل کہتی ہے کہ انسان کو خالق کے آگے جھکنا ہی زیب دیتا ہے۔ اس لئے معبود خالق ہی ہے مخلوق نہیں، پھر یہ بے جان مورتیاں کیا ہیں جن کے سامنے تم عبادت کے لئے جھکے ہوئے ہو۔

اُٹھو اور ان بتوں کو پاش پاش کر دو اور خدائے قدوس کے حضور سجدہ کرو۔ جو خالق کائنات ہے۔

یہ وہ پیغام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیا اور بالآخر اس پیغام کے سامنے دنیا نے سر جھکا دیا۔

یہ کتاب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے حالات زندگی پر عصر حاضر کے مشہور محقق اور صاحب طرز انشاپرداز علامہ عباس محمود العقاد المصری کی محققانہ تصنیف ہے جس کا نہایت شگفتہ و سلیس اُردو ترجمہ مولانا راغب رحمانی صاحب نے کیا ہے۔ مولانا موصوف نے لفظی ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ مفہوم کو پیش نظر رکھا ہے۔

مجھے اس کتاب کی اشاعت کا خیال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ کعبہ شریف کے سامنے آیا تھا۔ اور اس جگہ آیا تھا جہاں خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طواف کی نماز ادا کی تھی۔ پھر اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے سارے اسباب خود اللہ تعالیٰ نے مہیا فرما دیئے۔ اور اب یہ کتاب میں ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں۔ خدا کا شکر کما حقہ کون ادا کر سکتا ہے۔ مگر پھر بھی میرا ہر بن مُو اس کا شکر گذار ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

فہرست مضامین

اللہ رحمٰن رحیم

خلیل اللہ جو انسانوں کے بھی خلیل ہیں

خلیل اللہ انسانوں کے خلیل کیوں ہیں!

آج دنیا میں ایک ارب سے زیادہ یہودی عیسائی اور مسلمان پائے جاتے ہیں۔ ان تینوں مذاہب کو اللہ تعالےٰ کے تین بڑے پیغمبر حضرت موسےٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم لائے۔ ان تینوں اولوالعزم اور بڑے پیغمبروں کا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے جا ملتا ہے اس لیے خلیل اللہ محسن انسانیت ہیں اور آپ کو انسانوں کا بھی خلیل کہنا حق بجانب ہے جیسے آپ کو خلیل اللہ کہنا آپ کی شان کے شایاں ہے۔

علم الاحافیر، علم آثار عتیقہ، سے خلیل اللہ کی تاریخ کا سراغ

اسی لیے تمام یہودی سر جوڑ کر آپ کی مجہول تاریخ کا جو زمین کی گہری تہوں میں مدفون ہے سراغ لگانے کے لیے بیٹھتے ہیں کیونکہ علم الاحافیر نے آج تک کسی کی تاریخ پر اتنی وسیع روشنی نہیں ڈالی جتنی وسیع ابوالانبیا (خلیل اللہ) کی تاریخ پر ڈالی ہے اور جس طرح لوگوں نے زمین کے سربستہ راز معلوم کرنے کے لیے عراق، فلسطین اور مصر کے سفر کیے ہیں تاکہ زمین سے اس کے دفینے اگلوائیں اسی طرح تاریخ خلیل ایک سر مکنون ہے اسے بھی زمین سے اگلوایا جانے یہ راز تو روح وضمیر کے انتہائی گہرے اسرار میں سے ہے۔

مٹی کا پیٹ امین تاریخ ہے

زمین کھود کر آثار قدیمہ کو برآمد کرنے والوں میں سے ایک محقق لکھتا ہے "لوگوں نے سونا، چاندی، زیورات اور جواہرات نکالنے کے لیے زمین کے کھودنے کی ابتدا کی مگر انہوں نے ان دھاتوں سے زیادہ ایک بیش بہا اور نفیس چیز پائی یعنی مقدس تاریخ یا ان رفیع المرتبت معانی کی تاریخ جو زمین کو اٹھا کر آسمان تک لے گئی آج اس مقدس تاریخ کا امین مٹی کا پیٹ ہے۔

قیمتی چیز زمین میں دفن کردی جاتی ہے

انسان کے نزدیک جو چیز قیمتی ہوتی ہے اسے ایک ایسا راز بنادیتا ہے جسے زمین و آسمان نے بانٹ لیا ہے یعنی اسے مٹی میں دفن کر دیتا ہے۔

تاریخ خلیل کے سلسلہ میں کھوج لگانے والوں کی فقید المثال کامرانی

اصولی عقاید کا

کھوج لگانے کے سلسلہ میں آثار عتیقہ سے کھوج لگانے والے خلیل اللہ کی تاریخ کے سلسلہ میں ایسی جلیل الشان کامرانیاں حاصل کر چکے ہیں جن کی انسانی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔

بیمثال فتوحات پر کثرت مضامین

مورخین نے ان فتوحات پر جنہوں نے تاریخی بہاؤ کا رخ موڑ دیا اور عالم محیط سے متعلقہ انسانی تعلقات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا، کثرت سے مضامین لکھے ہیں لیکن وہ انسانی تاریخ میں کوئی ایسی کامرانی بیان نہ کر سکے جو عملی اور اپنے گہرے اثرات کے اعتبار سے فتوحات خلیل سے زیادہ عظیم ہو۔

دعوت خلیل کے عناصر یا اجزائے ترکیبیہ

دیکھیے خلیل اللہ کی دعوت کا تعلق عدل الٰہی کی میزان سے، اور عبادتوں کو طبیعت اور جسم سے ما فوق بلند کرنے سے ہے۔

سب بے مثال کامرانیاں

یہ وہ عظیم فتوحات اور شاندار کامرانیاں ہیں جن کی قدیم زمانہ سے لیکر آج تک انسانی زندگی کی تاریخ میں کہیں نظیر نہیں ملتی۔

ان کامرانیوں کی، انسانی کامرانیوں میں، جب سے انسان نے آگ پر، یا حیوانات پر، یا بجلی پر یا ذرہ (ایٹم) پر، جس کا فعل بہت بڑا ہے، اور جس کا مقام و مرتبہ اپنی مثال آپ ہے اور جو انسان کی قابو میں لائی ہوئی اشیاء میں سب سے زیادہ قوی ہے، قابو پایا ہے، کوئی مثال نہیں ملتی یہ وہ کامرانیاں ہیں جن پر انسان نے قدرت حاصل کر لی ہے لیکن خلیل اللہ کی کامرانیاں ایسی ہیں جن پر دنیائے انسانیت کی تمام چیزوں کا، خواہ وہ معلوم ہوں یا مجہول اور ظاہر ہوں یا پوشیدہ، مدار ہے۔ یہ فتوحات دنیائے انسانیت کے ظاہر و باطن میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کرنے والی ہیں۔

خلیل اللہ کا پیش کیا ہوا نظام زندگی

یہی نہیں کہ خلیل اللہ نے تمام سابق مروجہ عبادتوں سے ایک جدید اور افضل عبادت راگرچہ افضل عبادت لبا غنیمت ہے اور اسے سینے سے لگانے والوں کے لیے بڑی عزیز القدر ہے اور ان کے لیے بھی جو اسے حاصل کرنے کے لیے سر اور دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں اور اس پر جان و مال سب کچھ لٹا دیتے ہیں، پیش کی بلکہ آپ نے کائنات کے لیے اور بنی نوع انسان کے لیے اجتماعی اور انفرادی زندگی گذارنے کا ایک بہترین نظام اور قابل قدر و بیش بہا فکر و نظریہ بھی پیش کیا۔

فکری پیمانوں کا معیار

یہی وہ کامرانیاں ہیں جو فکری پیمانوں کا معیار ہیں اور انسان کے نفسانی اور دنیوی تعلقات میں زبردست انقلاب آفریں ہیں اسی لیے ان کا شمار علمی دستاویزوں میں، اخلاقی ریاضتوں میں اور اجتماعی قوانین میں ہوتا ہے۔

عقل کائنات کے حقائق کبریٰ کے ادراک سے عاجز ہے

یاد رکھئے کائنات کے حقائق کبریٰ کبھی عقل پر منکشف نہیں ہوتے کیونکہ عقل کائنات کی اشیا، بکھری ہوئی اور متعدد مالکوں میں بٹی ہوئی دیکھتی ہے اور لوگوں کے نظریات بے شمار و متضاد ہیں اور ہر شخص اپنے نظریہ کی طرف دوسروں کو کھینچنا چاہتا ہے اس لیے صحیح و غلط میں تمیز کرنا بڑا مشکل ہے۔

توحید ایک انتہائی سیدھی اور سچی راہ ہے

اس لیے توحید شرک سے نہ صرف افضل ہی ہے بلکہ وہ ایک انتہائی صحیح علم اور انتہائی سیدھا اور سچا انداز فکر ہے اور طبعی قوانین کا ایک انتہائی لطیف و مکمل معیار ہے اسی لیے ایک مومن فلسفی کی عقل سے کائنات کے ہر عظیم فکر کا صدور ہوتا ہے اگرچہ اسے انبیائے کرام کی دعوت نہ پہنچی ہو۔

میزان عدل الٰہی کی قائم کردہ مساوات

عدل الٰہی کی ترازو نے، جس کی جڑیں گہری ہیں، لوگوں میں مساوات قائم کر رکھی ہے یہ ترازو اپنے محکم ستون پر کھڑی ہے اور دیگر ستون ارباب اقتدار کی قوت کے ہیں خواہ انہوں نے اپنی سخت گیر پکڑ سے یہ قوت حاصل کی ہو یا مختلف گروہوں اور جماعتوں میں اتحاد پیدا کر کے۔

لوگ عدل سے قاصر ہیں

لوگوں کے لیے عدل کی کوئی راہ نہیں کیونکہ وہ قوی کا کمزور سے

مقابلہ کرتے ہیں اس اعتبار سے بھلا ان دونوں میں کیسے برابری ہو سکتی ہے لیکن اللہ کے عدل کی ترازو میں قوی کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو اور کمزور کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو اب یہ دونوں دو برابر ضدیں ہیں اور ایک خالق کی دونوں مخلوق ہیں رہی قوت سو خالق کی عطا ہے اور کمزوری خالق کی قضا ہے اور اس کی رحمت و آزمایش کی موجب ہے اور حساب و کتاب یا جزا و سزا اللہ ہی کی طرف لوٹتی ہے اس حساب کے علاوہ کسی دیگر حساب میں کوئی انسان کو داخل کرنے والا نہیں اور اس ترازو کے علاوہ کوئی اسے دوسری ترازو میں تولنے والا نہیں۔

عبادت موجب سر بلندی ہے اور اس کی ضرورت روح کو ہے

جب انسان اپنی عبادت کو طبیعت سے بلند سمجھتا ہے تو وہ بلند ہو جاتا ہے کیونکہ جب عبادت کو ایک ایسی ضرورت سمجھا جائے جو طبعی اور جسمانی ضرورتوں سے ماوراء ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی عبادت بلند و بالا ہو گی اور طبیعت سے عظیم سمجھی جائیگی اور انسان کو طبیعت کے بغیر بھی چارا نہیں اس لیے اب انسان کا مرجع وہی قوت بن جاتی ہے جو طبیعت کے مافوق ہے اور اسے طبیعت کی رضا اور ناراضی کی پرواہ نہیں ہوتی اور اسے اس کے بغیر چارا نہیں کہ اس کا فرماں بردار ہو یا نافرمان کیونکہ وہ اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے بلکہ اس کے کندھوں پر سوار ہوتا ہے اور اس کا ادبی رجحان بھی اس کی طرف ہوتا ہے۔

نمایاں فتح کیا ہے

اس سلسلہ میں یہ نمایاں فتح نہیں کہ انسان اس قوت کو مسخر کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے بلکہ نمایاں فتح یہ ہے کہ انسان اس کا مطیع بن جائے اور اس کی توانائی کو مانے اور اس میں اچھائیاں اور برائیاں اور دل خوش کن یا نفرت انگیز چیزیں دیکھے

عواقب و تاریخی مراحل

بلاشبہ آج انسان نے آٹم پر قابو پا لیا ہے اور اس نے طبیعیات کی سب سے بڑی قوت کو مسخر کر لیا ہے اور اس کے اختیار میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس قوت کے بل پر گمراہ ہو کر سرکشی پر اتر آئے لیکن طبیعیات کی کسی چھوٹی یا بڑی قوت سے انسان اپنی سرکشی کے منہ میں لگام ڈالنے پر ہرگز قادر نہیں یہ ایک یقینی اور برحق حقیقت ہے ہاں اگر انسان کی اس کے ذریعہ سرکشی کے منہ میں لگام ڈالنے پر قدرت فرض کر لی جائے تو وہ اس نمایاں کامرانی ہی کے ذریعہ اس کے منہ میں لگام ڈال سکتا ہے بشرطیکہ یہ کامرانی اس میں موجود ہے۔

اور اس میں ہزار ہا سال گذر جانے کے بعد بھی اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔ یہ تمام کامرانیاں خلیل اللہ کے زمانہ سے قبل ہی حاصل کر لی گئی تھیں لیکن دنیائے نبوت میں دعوتِ خلیل سے پہلے ان کا کبھی کسی دعوت سے تعلق پیدا نہیں ہوا تھا یہی اہم حد فاصل عواقب اور تاریخی مراحل میں ہے یا یوں کہہ دیجئے کہ نبی اور غیر نبی کی دعوت میں یہی فرق ہے۔

توحید و میزان عدل کسی زمانہ میں بھی مجہول نہیں رہی۔ لہٰذا عصر ابراہیمی سے قبل توحید مجہول نہ تھی اور نہ میزان عدل الٰہی مجہول تھی اور نہ حق پرستی۔

قدیم مصری توحید کے قائل تھے

قدیم مصریوں کا ایک معبود پر ایمان تھا اور ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ عالم آخرت میں ایک میزان ہے جس میں انسان کی نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی اور یہ کہ اللہ کا کلمہ ہی ایک ایسی قوت ہے جو جو کچھ چاہتی ہے کر گزرتی ہے لیکن یہ عقائد نبوت و رسالت کی دعوت سے ماخوذ نہ تھے ممکن ہے یہ عقائد ایسے زمانہ میں ہوں جس میں لوگوں میں توحید پرستی کی صلاحیت اور شرک و بت پرستی سے نفرت کی استعداد پیدا نہ ہوئی تھی کاہنوں کی دعوت بھی اسی زمرے سے ہے یہ اپنا علم چھپاتے تھے اور لوگوں پر دینداری کے اسرار ایک خاص انداز کے ساتھ ہی ظاہر کیا کرتے تھے آسمانی ترازو روحوں کی نیکیوں اور برائیوں کو تولتی رہتی تھی اور سلاطین ان لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے جو ارواح میں زندگی کے زمانے میں بھی تصرف رکھتے ہوں اور موت کے بعد بھی

طاقت کے بل پر کوئی تحریک جلد ہی ختم ہو جاتی ہے

جب اخناتون نے بانگ دہل دعوت توحید اور انسانی مساوات کا اعلان کیا تو اس کی یہ دعوت قصر شاہی سے نکلی تھی گویا یہ دعوت ایک ملکی دستور اور حکومت کے قوانین میں شامل تھی پھر یہ دعوت جلدی ہی قصر شاہی میں دیگر دستور کے جو اسی دستور کے زمرے سے تھے اور دیگر قوانین کے ساتھ جن کی طرف لوگ اس دعوت کو چھوڑ کر لپکنے لگے، ختم ہو گئی کیونکہ ان قوانین کو کاہنوں کی مکاریاں امداد پہنچا رہی تھیں اور عرف و عادت کا غلبہ بھی

بعض حکماء اللہ کو محض عالم کا خالق مانتے تھے

بعض حکماء اللہ کو پہچانتے تھے مگر مسئلہ وجود ان کی معرفت

گویا قناعی بھی یا گویا وہ اللہ کو صرف کائنات کا خالق مانتے تھے اور کچھ نہیں.

عقیدۂ توحید ربوبیت کا منبع مصر ہے

اس میں شک نہیں کہ عقیدۂ توحید کسی نہ کسی صورت سے مصر سے نکل کر مشرقی کے شہروں میں سرایت کر گیا تھا پھر یہاں سے نکل کر بحرابیض کے ساحلی علاقوں میں اور دجلہ و فرات کے درمیانی علاقہ میں پھیل گیا تھا بلاشبہ یہ عقیدہ خواص اور امراء کا تھا جو محرابوں اور محلوں میں ایک راز کے طور پر تھا اسی طرح شرک و بت پرستی کا عقیدہ قبائل میں اس طرح پھیل گیا تھا جیسے کوئی مسلم بات پھیل جاتی ہے اور لوگ اسے ماحول سے متاثر ہو کر اپنانے لگے تھے۔

توحید الوہیت کے حکماء قائل نہ تھے

لیکن ایک معبود کا عقیدہ جو ابراہیمی دعوت کا ایک بنیادی مسئلہ ہے علماء اور حکماء کا راز نہ تھا اور اللہ نہ صرف تمام کائنات کا اور لوگوں وغیرہ کا خالق مانا جاتا تھا بلکہ حاکم اعلیٰ بھی مانا جاتا تھا اور سب کا وہی مرجع امر و نہی تھا اور سب اسی کی طرف لوٹتے تھے

توحید ایک زندہ اور جامع سعادت و برکات مسئلہ ہے

توحید ایک زندہ مسئلہ ہے جو دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے سرچشمۂ خیر و سعادت ہے، اس سے کائنات کا کوئی گوشہ خالی نہیں اور نہ انسانی ضمیر ہی محروم ہے توحید کی پکار ایک ایسی شور انگیز پکار ہے جس سے دنیا کے گوشے گوشے گونج رہے ہیں یہ کوئی چیستاں نہیں کہ لوگوں سے چھپی رہے اور عقلیں اسے حل کریں۔

توحید ایک دائمی رفیق ہے

یہ دعوت اندر و باہر کی، بیداری و خواب کی، جلوت و خلوت کی، وحدت و جماعت کی اور قبل از ولادت اور بعد از موت کی ساتھی ہے حتیٰ کہ دائمی زندگی کی بھی جسے کبھی فنا نہیں اس کی یہی شان آخری نبوت کو بھیجے جانے سے قبل بھی تھی جب اسے ابوالانبیاء حضرت خلیل اللہ لے کر مبعوث ہوئے تھے اور آپ نے لوگوں کو اس کی بشارت سنائی تھی

پیغام توحید اپنی تکمیل کے لیے ایک مدت چاہتا ہے

پیغام توحید کی تبلیغ اور اس سے سبکدوشی مدت العمر بھی کی ایک

نبی کے بس کی نہیں بلکہ ایک نسل وقوم کی عمر کی مدت میں بھی یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا اس کے لیے تو نبوت کے بعد متعدد نبوتوں کی ضرورت ہے اگر اس کے ماورا کوئی خطرہ ہوتا تو ایک ہی دعوت اس کے قیام کے لیے کافی ہوتی اور اس کی بقاء کی ضامن ہوتی اور یکے بعد دیگرے نبوتیں بھیجے جانے کی اور یاددہانی کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن توحید کا کام جلالت قدر کی بناء پر ایک رسالت سے پورا نہیں ہوتا اور یہ دن بہ دن ترقی ہی چاہتی ہے اور سابق منزل سے لاحق منزل تک بلند تر ہوتی جاتی ہے۔

توحید وشرک کا امتزاج اور توحید صلحاء کا ورثہ ہے

جب تک حضرت خلیل اللہ زندہ رہے توحید کا آپ کی قوم میں شرک وگمراہی سے امتزاج رہا پھر جب آپ دنیا سے سدھار گئے تو آپ کے بعد آپ کے جانشین اس راہ پر آگے بڑھتے رہے اور بعض پیچھے بھی ہٹتے رہے۔ کچھ سیدھے رہے اور کچھ منحرف رہے اور آپ کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا جس میں لوگوں کو یہ نہ بتایا گیا ہو کہ توحید ایک ایسا اعلان ہے جس کے پیچھے لگاتار اعلانات ہیں اور یہ ورثہ میں چھوڑی ہوئی آپ کی ایک مقدس امانت ہے جو کسی زمانہ میں آپ کی اولاد سے نکلنے والی نہیں اس کے آپ کے صالح اور نیک وارث ہی سزاوار ہیں۔

حقیقت توحید میں شک کی گنجائش ہی نہیں

اگر کوئی اس حقیقت میں شک کرے تو وہ بداہت عقل، ضرورت زمانہ اور حکم تاریخ میں شک کرتا ہے بلکہ یہ شک آسمانی کتابوں کے اور انبیاء کرام کے بارے میں شک سے زیادہ سنگین ہے۔

وجود انبیاء کی دلیل

بلاشبہ یہ بات عقل نہیں مانتی کہ حضرت ابراہیم ہی کی تنہا رسالت ان کی اولاد کے لیے کافی ہو اور آپ کے بعد ان میں کوئی اور رسالت نہ آئے اذہان عقلاً میں اولاد کے نسب کے سلسلہ میں وجود انبیاء پر اس دلیل سے زیادہ قریب کوئی اور دلیل نہیں اور صحیح نظر کے نزدیک نبیوں پر اس سے زیادہ مستحکم کوئی دلیل نہیں۔ اگر بعد میں آنے والی نبوتوں کے بغیر خلیل اللہ کی نبوت چلتی تو یہ ایک ایسا اعجوبہ ہوتا جسے عقلیں نہ مانتیں اور اگر مابعد کی رسالتوں میں اصل کے بغیر فرع ہوتی اور وہ اپنے غیر معدن سے نکلتی تو یہ بھی ایک حیرت انگیز بات ہوتی اور تردید وشک سے زیادہ قریب ہوتی۔

توحید خلیل وتوحید اولاد خلیل میں فرق

عقل یہی تسلیم کرتی ہے کہ آپ ایک نبی تھے اور ابوالانبیاء تھے جیسا کہ آپ واقعی تھے اور لامحالہ

ایسا ہونا آپ کی شان کے شایاں تھا آپ کی توحید میں جو آپ کے زمانہ میں تھی اور آپ کی اولاد کی توحید میں آسمان وزمین کا فرق ہے یہ فرق دونوں کے زمانوں کے فرق سے زیادہ گہرا ہے دونوں میں زمانہ کی مسافت قریبی نہیں ہے لیکن ابتدا کرنے والے کو ابتداء کے بغیر چارا نہیں اور اس کے بغیر بھی کہ وہ توحید کے پہلے قدم سے ابتدا کرے اور اختتام سے ابتدا نہ کرے

ایک ارب انسان توحید سے تعلق رکھتے ہیں

آج اسی مبداء کی طرف ایک ارب انسان بلکہ اس سے زیادہ لوٹتے ہیں مقدس زندگی میں ان کے لیے بجز اس مبدأ کے کوئی اور مبداء نہیں اور عدالت وصلاح کی میزانوں میں اس قائد اعظم سے پہلے کوئی اور قاید نہیں اور اسی مبداء سے وہ قافلہ نمودار ہوا جو آپ کے راستہ پر اللہ کی طرف بڑھتا ہے اور بسم اللہ ذی العرش کے بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی طرف پیش قدمی کرتا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی آپ نہ صرف خلیل الرحمٰن ہیں بلکہ خلیل الانسان بھی ہیں

سیرت خلیل دو سیرتوں پر مشتمل ہے

آنے والے صفحات میں آپ کی سیرت دو خلیلوں کی سیرت پر شامل ہے اور اسلاف کے طریقہ پر بھی ہے اور اخلاف کے طریقہ پر بھی۔

اسلاف واخلاف کے طریقہ ہی پر ہر عالم گیر دعوت کو لکھا جانا چاہیے اور ہر نبوی بعثت کو جو بلا اختلاف مذاہب وآراء تمام لوگوں کے لیے آئی بیان کیا جانا چاہیے۔

ایک ہمہ گیر دعوت کے تصور کرنے کی صورت

ہم کسی دعوت کا اس کی حقیقی اور عام شکل میں تصور نہیں کر سکتے جب تک اس کے نقشہ کا اس کے مخاطب حضرات کے ذہنوں میں جائزہ نہ لیں خواہ وہ اسے سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں اور خواہ وہ اس سے حسن ظن رکھتے ہوں یا بدظن ہوں پھر جس قدر ہمیں گمراہی کا علم ہوگا اسی قدر اس ہدایت کے عملی اثرات ہم پر روشن ہوں گے جو اس دعوت کے رہین منت ہیں اور وہ تمام مساعی اور وسائل بھی واضح ہوں گے جو اس راہ میں انجام دئے گئے ہیں۔ اس لیے تاریخ خلیل اللہ کو مطالعہ کرنے کے لیے آپ سے صادر ہونے والے تمام مسائل کو گھیرنے کے بغیر چارا نہیں اور مختلف خاندانوں میں اور زمانوں میں ان متفرق مصادر کا گھیرنا بھی لازمی ہے جو آپ کے بارے میں منقول ومروی ہیں

سیرت کے بارے میں صحیح و غلط دونوں قسم کی باتیں مفید ہیں

اس مقام پر ہمارے لیے صحیح باتوں کی طرح غلط باتیں بھی نفع بخش ہیں بلکہ غلط زیادہ مفید ہیں کیونکہ نبی کی رسالت غلطی کو دور کرنے کے لیے اور گمراہی کو مٹانے کے لیے ظہور پذیر ہوئی ہے لہٰذا جس مقدار میں ہم غلطی کے گوشوں پر آگاہ ہوں گے اور غلطی کی پوشیدگیوں سے واقف ہوں گے اسی قدر ہمیں وہ قوت معلوم ہوگی جو غلطی کے پیچھے پیچھے ہے اور اسے دور کرنے کی کوشش میں اور اس پر غالب آنے کے لیے مصروف کار ہے اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس مقدس سیرت کے لکھنے کے سلسلہ میں ہم ہر گوشہ میں اتریں اور ہر سمت جائیں اور ایک مستند مذہب یا ملت پر قناعت نہ کریں خواہ ہم اس باب میں ادیان کی راہ سے داخل ہوں یا ان مباحث و آراء کی راہ سے جو تواریخ میں موجود ہیں اور جن کو اٹھارہویں صدی سے لے کر آج تک کی کھدائیوں نے ثابت کر دیا ہے. ہم پر اس بحث کی راہ اس زمانہ میں جس میں ہم یہ سیرت لکھ رہے ہیں خود بحث کی طبیعت واضح کر رہی ہے اور ہم سیرت خلیل کو اسی طرح لکھیں گے جس طرح وہ بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر اب تک ہمارے لیے واضح ہوئی ہے۔

بیسویں صدی کے سیرت پر اثرات

بلاشبہ اس سیرت میں بیسویں صدی نے کچھ مشکلات پیدا کر دی ہیں جن سے قدماء واقف نہ تھے اور اس میں معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے جو کھدائیوں کے ذریعہ زمین کے پیٹ سے اور پوشیدہ آثار سے برآمد ہوئے اور جواب سے سو سال قبل کسی سیرت نگار کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔

کیا تاریخ میں حضرت ابراہیم کا وجود نہیں

بیسویں صدی نے اس مقدس تاریخ میں جو مشکلات پیش کی ہیں ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا تاریخ میں حضرت ابراہیم کا وجود ہے بھی یا نہیں؟ کیا آپ کی شخصیت تاریخی ہے یا فرضی جس کے آس پاس اِدھر اُدھر سے متفرق عقائد جمع ہو گئے ہیں؟ اور اس صدی نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا ہے کہ آیا آپ کا تعلق مکہ معظمہ اور بیت اللہ سے ہے بھی یا نہیں؟ کیا آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے؟ اگر گئے تو کیا آپ کو مکہ میں بیت اللہ سے کوئی تعلق ہے؟ یا فرضی تعلق ہے جو فی الواقعہ صحیح سندوں سے ثابت نہیں؟ اور موجودہ زمانہ کے انکشافات میں ایسی کوئی دلیل معقول

نہیں جو اس تعلق کی تائید میں پیش کی جا سکے۔

سیرت خلیل کے مصادر زوردار ہیں

ان مشکلات کے باوجود ہم یہ مقدس سیرت قوی ماخذوں سے لکھ رہے ہیں جب کہ ہمارے پیش نظر ان کے اسباب اور ان سے اعراض و تردید کے اسباب بھی ہیں۔

مخالفین کے اعتراضات کسی علمی دلیل پر قائم نہیں

ہم ان مشکلات کا خلاصہ شروع میں اس طرح پیش کر سکتے ہیں کہ یہ سوالات کسی علمی دلیل پر قائم نہیں خواہ موجودہ سیرت نگار حضرات یقینی طور پر حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا انکار کریں یا انہیں آپ کے وجود میں شک ہو اور جانبین (اثبات و نفی) میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔

جو لوگ حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا یقینی طور پر انکار کرتے ہیں ان کے پاس کوئی علمی دلیل نہیں محض انکار ہی انکار ہے اور شک کرنے والے حضرات ایسے اسباب پر شک کی عمارت کھڑی کرتے ہیں جو علم و عقل کے زاویۂ نگاہ سے کچھ بھی نہیں کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ قدما نے سیرت خلیل اللہ کے سلسلہ میں جو کثرت سے بعید از عقل و حیرت انگیز باتیں لکھی ہیں اور جو معجزات و روایات بیان کی ہیں ان سے آپ کے وجود سے تعلق رکھتے ہیں شک ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس جیسی دلیل کبھی کسی شخص کے وجود کو باطل نہیں کر سکتی اگرچہ اس کے عجائبات و خوارق اور روایتیں اس قسم کی ہوں جن کو اس نئے زمانہ میں تمام عقلیں نہ مانیں دیکھئے یہ سورج ہے جو ظہور و ثبوت میں ضرب المثل ہے لیکن اسی کے مشرق، مغرب، پیدائش، حرکات اور پرستش کے سلسلہ میں ایسی بے شمار روایتیں ہیں جو محض خرافات ہیں اور موجودہ زمانہ میں اس کی عمر، اس کی تخلیق کی حقیقت، اس کی حرارت کے اسباب اور اس کے مادہ کی طبیعت میں (کیونکہ بالعموم سورج ہی مادہ کی طبیعت ہے) جس قدر گہرا اختلاف ہے ایسا کوئی اختلاف نہیں۔ اہرام میں سب سے بڑے ہرم کے وجود میں کسی کو شک نہیں پھر اس کے بارے میں ایسے عجائبات و اسرار مذکور ہیں جو سیرت ابراہیمی میں نہیں۔

علم کی ناقدری

یہ تو علم کی بڑی ناقدری ہے کہ بلا کسی بنیاد کے شک کھڑا کر دیا جائے حقیقۃً ہمارے لیے کسی عدالت میں کوئی حریف نہیں کہ ہم اس سے

کہیں کہ یا تو تم اپنے تمام دلائل پیش کرو ورنہ ہم تمہارا دعوے رد کر دیں گے ہمارا مسئلہ تو حقیقت پر مبنی ہے اور حریف کا دعویٰ ایسا نہیں جس پر دلیل لازم ہو اور نہ ہمارے ذمہ دلیل ہے لہٰذا بلا سبب کے شک کرنا علم، عقل اور امانت فکر کی ناقدری نہیں تو اور کیا ہے۔

قدماء پر طعن نادانی ہے

یہ تو نادانی ہے کہ ہم قدماء پر حضرت ابراہیم کی سیرت کے سلسلہ میں طعن کریں اور اپنے نفسوں کو بھول جائیں گویا قدماء مدح وطعن کے حقدار ہیں اور ہم بالکل اجنبی اور تماش بین ہیں لہٰذا بیسویں صدی کے علمی انکشافات جدیدہ پر اعتماد کرتے ہوئے وجود ابراہیمؑ کے انکار کے یقین کا کوئی موجب نہیں اور نہ شک کا موجب ہے۔

کیا خلیل اللہ کا مکہ سے اور بیت اللہ سے تعلق نہیں؟

رہا مکہ معظمہ سے اور بیت اللہ سے آپ کا تعلق سو یہ مسئلہ آپ کی تاریخی شخصیت میں اختلاف کرنے والوں کے مسئلہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے کیونکہ جو اس تعلق کا انکار کرتے ہیں وہ کوئی علمی یا موجودہ زمانہ کے انکشافات سے کوئی دلیل پیش نہیں کرتے بلکہ اپنے بعض دینی ماخذوں پر اعتماد کرتے ہیں اور دوسرے دینی ماخذوں کے باطل ہونے پر یقین رکھتے ہیں یا ان کا مدار اسرائیلی روایات پر ہے اور اسلامی روایات کو باطل سمجھتے ہیں اس سلسلہ میں جدید علم کو دخل نہیں بلکہ دو مختلف دینوں کی روایتوں کو پرکھنا ہے کہ کونسی صحیح ہو سکتی ہیں اور کونسی نہیں؟ ان دونوں روایتوں میں جدید علم کو ٹھونسنے کا یہ محل نہیں بلکہ یہ محل اسرائیلی روایتوں کو قبول کرنے میں انتہائی احتیاط و تحفظ کا ہے کیونکہ اسرائیلی روایتیں ملکی سیاسی اور سیاسی اختلافی روایتوں سے گڈمڈ ہیں اور قدیم زمانہ میں اسرائیلی مملکت کا ہر دعویٰ اسی اسلوب پر قائم ہے جس پر بالخصوص سیرت خلیل آپ کے اخیر زمانہ میں لکھی گئی۔

سیرت خلیل کے سلسلہ میں اعتراضوں پر ہماری تحقیق

بیسویں صدی میں سیرت خلیل میں جو مشکلات پیدا ہو گئی ہیں ان پر ہمارا یہی فیصلہ ہے جیسے ہم اوپر لکھ چکے اور ہمارا یہی فیصلہ ان معلومات کے بارے میں ہے جن کو کھدائی کے ذریعہ انکشافات جدیدہ نے پیش کیا ہے سیرت کی تحقیق کے سلسلہ میں انکشافات زیادہ سے زیادہ بعض پیچیدگیوں کی وضاحت کرتے ہیں لیکن حضرت ابراہیمؑ کی تاریخی شخصیت کا

انکار نہیں کرتے اور نہ یہ سیرت میں کسی علمی دلیل سے موجب شک ہیں۔

شخصیت خلیل میں انکار کی گنجائش نہیں

عنقریب ہم بتائیں گے کہ جدید معلومات کے اور دینی کتابوں اور قدماء کی روایتوں کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت میں انکار و تردد کی گنجائش ہی نہیں اور یہ ہمارے لیے بمنزلہ چھلنی کے ہیں جو کوڑا کرکٹ نکال پھینکتی ہے۔

سیرت خلیل کے مصادر

اسی لیے ہم عنقریب سیرت خلیل کے سلسلہ میں سیرت کے تمام ماخذوں کی طرف رجوع کریں گے۔ ہم مختلف ادیان کی ان کتابوں کی طرف بھی جن کا سیرت خلیل سے تعلق ہے رجوع کریں گے، اور تاریخی کتابوں کی طرف بھی، قدماء کی روایتوں کی طرف بھی اور آثار عتیقہ والی کتابوں کی طرف بھی اور خصوصاً ان کتابوں کی طرف بھی جن کے مصنفین نے ولادت مسیح سے، تیسری صدی قدیم میں سیرت مقدسہ کے مواطن و محال سے بحث کرنے کا التزام کیا ہے یعنی عراق، فلسطین، مصر، اور جزیرہ نمائے عرب وغیرہ کے آثار قدیمہ سے بھی جن کا سیرت سے تعلق ہے۔

سیرت میں کن کن مذاہب کے ماخذ لیے گئے ہیں

ہم جن مذاہب کی کتابوں اور ماخذ وں کی طرف رجوع کریں گے ان میں یہودیت عیسائیت، اسلام اور صابئیت شامل ہیں صابئی مذہب کی کتابوں میں خلیل اللہ کا ذکر بہت تھوڑا ہے لیکن ان میں اہل بابل کے بہت سے عقیدے محفوظ ہیں جو فارس، عراق، فلسطین اور جزیرہ عرب کے اہل کتاب کے دینوں سے اور بت پرستی سے لیے ہوئے ہیں اس لیے یہ کتابیں ان مذاہب سے تعلق رکھنے والی کسی دعوت سے بحث کرتے وقت چھوڑے جانے کے قابل نہیں اور اس دعوت کا مرجع ہیں۔

حوالوں میں ہمارا طریقۂ کار

ماخذ لینے کے بارے میں ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم دینی کتابوں کے اقتباسات پیش کرتے ہیں پھر ان کی انہیں کے مستند علماء سے تفسیر بیان کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم ان سب سے سیرت میں کا مواد فراہم کرتے ہیں اور اس موضوع پر یہ کتابیں جو کچھ پیش کرتی ہیں اسے ہم بلاکم و کاست پورا پورا لے لیتے ہیں پھر ہم مستند

تاریخی کتابوں کی اور صحیح روایات کی طرف توجہ دیتے ہیں پھر نئی تاریخ (انکشافات جدیدہ) کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جن کو زمین کھود کر آثار عتیقہ برآمد کرنے والے علماء نے استنباط کیا ہے۔ ہم ان ماخذوں پر کوئی ایسا حاشیہ ٹھونسنا نہیں چاہتے جسے سیاق و سباق نہ چاہے بلکہ ہم ہر ماخذ کے ساتھ خواہ وہ مقبول ہو یا غیر مقبول چل پڑتے ہیں حتیٰ کہ ہمیں راہ کے نشانوں میں سے کوئی نشان ٹھہرا نہ دے کبھی یہ روشن نشان غیر مقبول ہونے کی راہ سے آتا ہے اور کبھی مقبول ہونے کی راہ سے کیونکہ جو ہم سے یہ کہتا ہے کہ یہاں سے نہ چلو وہ اس کی طرح ہے جو ہم سے کہتا ہے کہ وہاں سے چلو اور ہر راہ میں روشنی کی اور گمراہی سے بچنے کی صلاحیت ہے پھر جب آخر کار یہ نشانات واضح کر دیئے جاتے ہیں تو صرف خلاصہ ہی باقی رہ جاتا ہے جس پر بھروسہ کرنا صحیح ہے اور بمقدار طوالتِ راہ اختتام کا قصہ ہوتا ہے کیونکہ اسی اختتام کی وجہ سے نشانات و میل متعدد ہوئے

سیرت خلیل کے سلسلہ میں ہمارا قارئین کرام سے ایک وعدہ

ہم قارئین کرام سے توقع کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ یہ خلاصہ داغ دھبوں سے اور لایعنی باتوں سے پاک وصاف ہو کر ان کے سامنے آئے گا اور اس سے ہم خلیل اللہ کے اس حلیہ کا استخراج کریں گے جو اس کے مصادر و اجزاء کے درمیان مقابلہ کرنے کے بعد نظر و استدلال کی رو سے صحیح ثابت ہو چکا ہے اور ہم وہ تمام مواد چھوڑ دیں گے جس میں از راہِ دلیل اور از راہ معلوماتِ جدیدہ بحث کرنے کی کوئی صورت نہیں

ہم پہلے باب میں عہد قدیم کی کتابوں سے لیا ہوا مواد جمع کریں گے پھر اسے جو بالترتیب مذکورہ بالا دیوں کی کتابوں سے لیا ہوا ہے وباللہ التوفیق۔

اسرائیلی ماخذ

حضرت ابراہیمؑ کا شجرۂ نسب اور وطن

حضرت ابراہیم کی سیرت کتاب تکوین میں مذکور ہے سفر التکوین میں آپ کا وطن شہر اور جس میں کلدانی رہتے تھے ثابت کیا گیا ہے اور آپ کا نسب سام بن نوح تک پہنچا دیا گیا ہے

یہ شجرۂ مقدسہ حسب ذیل ہے ابراہیم بن تارح بن ناحور بن سروج بن رعو بن فالج بن عابر بن شالح بن ارفکشاد بن سام بن نوح (آپ دسویں پشت میں حضرت نوح ؑ سے جا ملتے ہیں)

تارح کی اولاد

اسی کتاب میں ہے کہ تارح کے تین بیٹے تھے ابراہیمؑ، ناحور اور حاران حضرت لوطؑ حاران ہی کے بیٹے تھے اور اپنے وطن شہر اور ہی میں باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

خلیل اللہ کی زوجۂ مطہرہ

حضرت ابراہیمؑ کی شادی سارہ سے ہوئی اور ناحور کی شادی ملکہ بنت حاران سے ہوئی

کیا سارہ تارح کی بیٹی تھیں

حضرت سارہ تارح کی دوسری بیوی سے تھیں جیسا کہ بیسویں اصحاح میں خود حضرت ابراہیم فرماتے ہیں "حقیقت میں وہ (سارہ) بھی میری ہمشیرہ ہیں اور میرے والد (چچا) کی صاحبزادی ہیں ہاں میری والدہ کی بیٹی نہیں ہیں اس لیے وہ میری بیوی بن گئیں"

تارح کی حاران کی طرف ہجرت

گیارہویں اصحاح میں ہے کہ تارح اپنے فرزند ابراہیم کو اور لوط کو جو بن حاران ہیں اور سارہ کو اور کلدانیین سے لے کر نکل کھڑے ہوئے اور سرزمین حاران میں پہنچے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے تارح کی عمر ۲۰۵ سال کی ہوئی اور وفات حاران ہی میں ہوئی۔

حضرت ابراہیم کو ہجرت کا حکم

اس کے بعد والی بارہویں اصحاح میں ہے کہ رب نے ابراہیمؑ سے فرمایا کہ اپنی زمین سے اور اپنے قبیلہ سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس زمین کی طرف جا جسے میں تجھے دکھاؤں گا اور میں تجھے ایک عظیم قوم بناؤں گا اور تجھے برکت دوں گا اور تیرا نام عظیم بناؤں گا اور تو برکت ہو گا اور اسے برکت دوں گا جو تجھے مبارک سمجھے گا اور جو تجھ پر لعنت کرے گا میں اسے ملعون قرار دوں گا اور تیری وجہ سے زمین کے تمام قبیلے برکت والے بن جائیں گے چنانچہ ابراہیمؑ چلے گئے جیسا کہ ان سے ان کے رب نے فرمایا تھا اور ان کے ساتھ لوطؑ بھی چلے گئے۔

ہجرت کے وقت خلیل اللہ کی عمر

جب حضرت ابراہیمؑ حاران سے نکلے ہیں تو آپ کی عمر

۷۵ سال تھی۔

جائے سکونت کا انتخاب

پھر یہ حضرات ارض کنعان کی طرف پہنچے اور ان کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کے ذخیرے اور غلام اور جانور تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنی سکونت کی جگہ شکیم سے بلوطہ مورہ تک منتخب کی اور اس میں کنعانی تھے۔

آپ نے وہاں ایک مذبح بنایا

اور اب ابراہیمؑ کے لیے ظاہر ہوا اور اس نے فرمایا میں یہ زمین تیری نسل ہی کو دوں گا پھر ابراہیم نے وہاں رب کے لیے جو اس کے لیے ظاہر ہوا تھا مذبح بنایا۔

فلسطین میں قیام

پھر آپ وہاں سے پہاڑ کی طرف منتقل ہو گئے اور آپ نے اپنا خیمہ بیت ایل کے مشرقی جانب مغرب سے بیت ایل کے اور مشرق سے لمای کے درمیان نصب فرمایا۔

جنوب کی طرف رحلت

پھر جنوب کی طرف رحلت کر کے چلے گئے۔

قحط اور مصر کی طرف روانگی اور سارہ پر فرعون کی دست درازی اور خیر و برکات کا ظہور

یہ اور زمین میں قحط پڑا اور ابراہیمؑ مصر کی طرف بڑھے جب آپ مصر کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنی بیوی سارہ سے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم ایک حسین خاتون ہو جب تم کو مصری دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ یہ اس کی عورت ہے لہٰذا مجھے قتل کر دیں گے اور تمہیں زندہ رہنے دیں گے تم ان سے کہنا کہ تم میری بہن ہو تاکہ تمہاری وجہ سے میرے لیے خیر ہو اور میں تمہاری وجہ سے زندہ رہوں۔ پھر جب ابراہیمؑ مصر میں داخل ہوئے تو مصریوں نے دیکھا کہ یہ خاتون نہایت حسین ہے اور فرعون کے سرداروں نے فرعون کے سامنے آپ کی تعریف کی پھر ان (سارہ) کو پکڑ کر فرعون کے محل میں پہنچا دیا گیا اور آپ کی وجہ سے ابراہیمؑ کے لیے خیر فراہم ہوئی اور آپ کے پاس بیل، بکریاں، گدھے، غلام، لونڈیاں، گدھیاں اور اونٹ ہو گئے اور رب نے فرعون پر اور اس کے گھر پر عظیم چوٹیں لگائیں اور فرعون نے ابراہیمؑ کو بلایا اور کہا یہ کیا ہے جو تو نے

میرے ساتھ کیا ہے اور تو نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ یہ تیری عورت ہے اور مجھ سے یہ کس لیے کہا کہ یہ میری بہن ہے حتیٰ کہ میں نے اس کو پکڑ لیا تا کہ میری بیوی بن جائے اسے لے اور چلا جا اور فرعون نے آپ کے ساتھ چند لوگ کر دیئے جنہوں نے آپ کو علاقہ مصر سے باہر تک رخصت کیا۔

بیت اللہ کی طرف مراجعت

"اور ابراہیم بیت اللہ کی طرف لوٹے جہاں مصر جانے سے پہلے آپ کا خیمہ تھا۔

لوط و ابراہیم کے چرواہوں میں جھگڑا اور زمین کی تقسیم

اور زمین نے ابراہیم کو اور لوط کو جگہ نہیں دی اور آپ کے غلاموں کو اور جانوروں کو بھی جو آپ کے ساتھ تھے اور دونوں کے چرواہوں میں اختلاف پیدا کیا اور ان دونوں کے چاروں طرف کنعانی اور فرزی حضرات تھے۔ پھر ابراہیم نے اپنے بھتیجے سے کہا میرے اور تیرے درمیان جھگڑا نہ ہو اور نہ میرے چرواہوں اور تیرے چرواہوں کے درمیان جھگڑا ہو ہم بھائی بھائی ہیں کیا زمین تیرے سامنے نہیں؟ لہٰذا جدھر تیرے سینگ سمائیں چلا جا اگر تو بائیں طرف جائے گا تو میں دائیں طرف چلا جاؤں گا اور اگر تو دائیں طرف جائے گا تو میں بائیں طرف چلا جاؤں گا۔

لوط نے اردن کا علاقہ منتخب کیا

اور لوط نے غور کیا اور اپنے سامنے مصر کی زمین کی طرح ایک زرخیز علاقہ دیکھا اور اردن کا علاقہ منتخب کیا اور مشرق کی طرف چلے گئے اور اپنے خیمے سدوم میں منتقل کر لیے اور سدوم کے باشندے بڑے شر پسند تھے۔

حضرت ابراہیم کا کنعان میں قیام

اور ابراہیم کنعان میں مقیم ہو گئے

اولادِ خلیل کے لیے برکت کی بشارت

پھر ان سے ان کے رب نے فرمایا کہ اپنی نگاہیں اٹھا اور اس مقام میں جس میں تو ہے مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک، غور کر کیونکہ میں وہ تمام زمین

تجھے دینے والا ہوں جسے تو دیکھتا ہے اور تیرے بعد تیری نسل کو بھی اور میں تیری نسل زمین کے ذروں کی برابر پھیلانے والا ہوں جسے کوئی شمار نہ کر سکے گا مگر وہی جو ذرات کو شمار کر سکے لہٰذا تو زمین کے طول و عرض میں جہاں چاہے سفر کر۔

بلوطات ممرا میں مذبح کی بناء

پھر ابراہیمؑ نے اپنے خیمے منتقل کئے اور بلوطات ممرا میں مقیم ہو گئے جسے حبرون بھی کہتے ہیں اور انہوں نے وہاں رب کے لیے ایک مذبح بنایا۔

مقامی بادشاہوں میں جنگ

ان مقامات میں شہری اور دیہاتی سرداروں میں جنگ چھڑ گئی چنانچہ شاہ سدوم شاہ عمورہ، شاہ ادمہ، شاہ صبوئیم اور شاہ بالع (صوعر) نکلے اور انہوں نے ان کے ساتھ عمق سدیم میں معرکہ کیا یعنی کدر لاعمر شاہ عیلام کے اور تدعال شاہ جوئیم کے اور امرافل شاہ شنعار کے اور اریوک شاہ اسار کے یعنی پانچ میں سے چار سلاطین نے جنگ کی۔ عمق سدیم (بحر شور) بہت سے گدھوں کے گڑھوں میں تھا چنانچہ شاہ سدوم و شاہ عمورہ بھاگے اور وہاں کام آئے اور باقی سلاطین نے بھاگ کر پہاڑ پر پناہ لی انہوں نے سدوم و عمورہ کے بادشاہوں کی تمام مملوکہ چیزوں پر اور تمام راشن پر قبضہ کر لیا اور لوٹ کا مال لے کر چلے گئے۔

لوطؑ کی گرفتاری

اور حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے حضرت لوطؑ کو بھی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے کیونکہ آپ سدوم میں ٹھہرے ہوئے تھے پھر چھوٹ کر آنے والوں نے حضرت ابراہیمؑ کو جب کہ آپ ممرا اموری کے بلوطات میں مقیم تھے اشکول کے اور عماز کے بھائی عبرانی کی خبر دی یہ لوگ حضرت ابراہیم کے حلیف تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کا حملہ اور لوطؑ کی رہائی

پھر جب حضرت ابراہیمؑ کو خبر لگی کہ آپ کا بھائی گرفتار کر لیا گیا ہے تو آپ اپنے خاندان کے تجربہ کار غلاموں کو جن کی تعداد تین سو اٹھارہ تھی دشمن کی طرف لے کر بڑھے اور ان کے پیچھے دان بھی پہنچ گئے پھر آپ نے اپنے غلاموں کے ساتھ دشمن پر رات میں حملہ کیا اور انہیں شکست دی اور ان کا دمشق کے شمال میں حوبہ تک تعاقب کیا اور ان سے

سارا مال غنیمت واپس لوٹا لیا اور اپنے بھتیجے لوط کو بھی چھڑا لیا اور دشمن کی عورتوں اور مردوں کو گرفتار کر لیا۔

فتح پر ملکی صادق کی مبارکباد دی

پھر واپسی پر شاہ سدوم آپ کے استقبال کے لیے نکلا اور ملکی صادق، شاہ شالیم کو روٹی اور شراب پیش کی یہ حق تعالیٰ کا کاہن تھا اس نے حضرت ابراہیمؑ کو مبارکباد دی اور کہا حق تعالیٰ کی طرف سے جو آسمان و زمین کا مالک ہے ابراہیم برکت والے ہیں اور اللہ بلند و برتر برکت والا ہے جس نے آپ کے دشمن آپ کے ہاتھوں میں دے دیے پھر اسے حضرت ابراہیم نے ہر چیز میں سے دسواں حصہ دیا۔

شاہ سدوم کو عشر کی پیشکش اور اس کا انکار

اور شاہ سدوم نے کہا مجھے آدمی دے دیجیے اور باقی مال غنیمت آپ اپنے پاس رکھیے۔

حضرت ابراہیم کا عشر واپس لینے سے انکار

پھر حضرت ابراہیم نے شاہ سدوم سے کہا میں نے رب کی طرف جو بلند و برتر ہے اور آسمان و زمین کا مالک ہے ہاتھ اٹھا کر عہد کیا ہے کہ میں آپ کی چیزوں میں سے ایک دھاگہ بھی نہ لوں گا اور نہ جوتے کا تسمہ لوں گا اور نہ کوئی چیز لوں گا اور آپ کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دوں گا کہ میں نے ابراہیمؑ کو مالدار بنا دیا میرے لیے بس وہی ہے جو غلاموں نے کھا لیا ہے ہاں ان کا حصہ جو میرے ساتھ گئے تھے یعنی عانر، اشکول اور ممرا کا سو ان کا حصہ ان کے لیے ہے اور وہ اسے لے لیں گے۔

ابراہیمؑ سے خواب میں رب کا وعدہ

پھر رب نے ابراہیم سے خواب میں فرمایا ابراہیم ڈرنا نہیں میں تیرے لیے ڈھال ہوں اور تیرے لیے بہت بڑا اجر ہے

اولاد کی تمنا اور دعا

ابراہیمؑ نے کہا اے سید اور اے رب مجھے آپ کیا دے رہے ہیں میں تو لاولدی کے دور سے گذر رہا ہوں اور میرے گھر کا مالک

الیعزر دمشقی ہے۔ ابراہیم نے یہ بھی کہا آپ نے مجھے اولاد نہیں دی اور دیکھ یہ میرے گھر کا بیٹا میرا وارث ہے۔

بیٹے کی بشارت اور کثرت نسل کی بھی

رب نے آپ کو جواب دیا یہ تیرا وارث نہ ہو گا بلکہ وہ نبی تیرا وارث ہو گا جو تیرے اندرونی اعضاء سے نکلے گا پھر اللہ نے ان سے کہا باہر آ اور آسمان کی طرف منہ کر اور اگر گن سکے تو تاروں کو گن انہیں کی طرح تیری نسل پھیلے گی پھر آپ رب پر ایمان لے آئے رب نے آپ کے لیے ایمان کو بڑی نیکی شمار کیا اور فرمایا میں وہ رب ہوں جس نے تجھے اور کلدانیین سے نکالا تاکہ تجھے یہ سرزمین دے اور تو اس کا وارث ہو

آپ کے لیے وراثت زمین کی نشانی

بولے اے میرے سید اور اے میرے رب مجھے کس طرح معلوم ہو گا کہ میں اس کا وارث بنوں گا فرمایا تین سال کا بچھڑا، تین سال کا بکرا اور تین سال کا مینڈھا لے اور جنگلی کبوتر اور پلیر و کبوترے آپ نے ان سب جانوروں کو لے کر درمیان سے پھاڑ ڈالا اور ہر پارچہ دوسرے پارچہ کے بالمقابل رکھا لیکن پرندوں کو نہیں پھاڑا اور ابراہیمؑ ان جانوروں کو ان سے ہٹانے لگے جو ان کے گوشت پر گر رہے تھے۔

اولاد ابراہیم سے زوال حکومت کی پیشین گوئی

پھر جب سورج ڈوبنے لگا تو ابراہیمؑ پر اونگھ چھا گئی اور آپ پر ایک عظیم رعب اترا طاری ہوا، پھر اس نے ابراہیمؑ سے کہا یقین مان عنقریب تیری اولاد اس سرزمین میں اجنبی بن جائے گی اور یہ علاقہ ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور اس میں وہ چار سو سال تک غلام بنا لیے جائیں گے اور ذلیل کئے جائیں گے پھر میں انہیں غلام بنانے والی قوم کو بدلہ دوں گا پھر وہ بہت مال کے ساتھ نکلیں گے اور تو اپنے باپ دادا کی طرف سلامتی کے ساتھ پہنچ جائے گا اور تو پورے بڑھاپے میں مدفون ہو گا پھر چوتھی نسل میں تیری اولاد لوٹ کر ادھر آئے گی کیونکہ اب تک اموریین کے گناہ پورے نہیں ہوئے پھر سورج ڈوب گیا اور افق پہ تاریکی چھا گئی اتنے میں دھویں کا تنور اور

آگ کا چراغ ان حصوں میں گذرنے لگا۔

ایک وسیع علاقہ پر حکومت کی بشارت

اس دن ابراہیمؑ سے ان کے رب نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور کہا میں یہ علاقہ نہر مصر سے لے کر بڑی نہر، نہر فرات تک تیری اولاد قینیین، قنزیین، قدمونیین، حتیین، فرزیین، اموریین، کنعانیین، جرجاشیین اور یبوسیین کو دوں گا۔

سارہ نے ابراہیم کو اولاد کے لیے ہاجرہ ہبہ کر دی

سولھویں اصحاح سارہ کی طرف لوٹتی ہے اس میں ہے کہ جب سارہ کے اولاد نہیں ہوئی تو انھوں نے اپنی مصری لونڈی (ہاجرہ) ابراہیم کو ہبہ کر کے ان سے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ رب نے مجھے ولادت سے روک دیا ہے لہٰذا آپ اس لونڈی سے صحبت کریں شاید اس کے واسطہ سے مجھے بیٹے دئے جائیں۔

حمل کے بعد ہاجرہ سارہ کو نگاہ حقارت سے دیکھنے لگیں

پھر جب ہاجرہ نے دیکھا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ تو سارہ ان کی نگاہوں میں حقیر معلوم ہونے لگیں۔

اس سلسلہ میں سارہ کی شکایت اور آپ کا جواب

چنانچہ سارہ نے ابراہیمؑ سے کہا میں نے اپنے پر ظلم کیا کہ میں نے اپنی لونڈی آپ کے حوالہ کر دی پھر جب اس نے اپنے کو حاملہ پایا تو میں اس کی نگاہوں میں حقیر ہو گئی اب میرے اور آپ کے درمیان رب فیصلہ فرمائے گا۔ اس پر ابراہیمؑ نے سارہ سے کہا لو یہ لونڈی تمہارے قبضہ میں ہے تم جو چاہو اس کے ساتھ کرو۔

ہاجرہ کا سارہ کے پاس سے بھاگنا

پھر سارہ نے ہاجرہ کو ذلیل کیا اور ہاجرہ سارہ کے سامنے سے بھاگ گئیں پھر ہاجرہ نے جنگل میں رب کے فرشتے کو پانی کے چشمہ پر پایا یعنی اس چشمہ پر جو شور کے راستہ پر ہے اور فرشتہ نے کہا اے ہاجرہ اور اے سارہ کی لونڈی تو کہاں سے آئی ہے؟ اور کہاں جا رہی ہے؟ بولیں میں اپنی سیدہ سارہ کے پاس سے بھاگ کر آئی ہوں۔

فرشتہ کے سمجھانے سے ہاجرہ کی واپسی اور ہاجرہ کو اسمٰعیل کی بشارت

پھر ان سے رب کے فرشتے نے کہا تو اپنی سیدہ کے پاس لوٹ جا اور اس کی مطیع بن کر رہ اور ان سے فرشتے نے کہا میں تیری نسل کثرت سے بڑھاؤں گا جو شمار میں نہ آئے گی اور فرشتہ نے ان سے کہا دیکھ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا پیدا ہوگا اور تو اسے اسمٰعیل کے نام سے پکاریگی کیونکہ رب نے تیری گڑگڑاہٹ سن لی اور وہ ایک سخت وکھرا آدمی ہوگا ہر شخص پر اس کا ہاتھ ہوگا اور اس پر ہر شخص کا ہاتھ ہوگا اور وہ اپنے تمام بھائیوں کا سردار ہوگا جو سکونت پذیر ہیں۔

ولادتِ اسمٰعیلؑ کے وقت خلیل اللہ کی عمر

جب حضرت ہاجرہ کے ہاں حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے ہیں تو حضرت ابراہیم ۸۶ سال کے تھے۔

بعثت کے وقت خلیل اللہ کی عمر

اور جب حضرت ابراہیم کی عمر ۹۹ سال کی تھی تو آپ کے سامنے رب نے ظاہر ہو کر آپ سے فرمایا میں اللہ ہوں اور بڑی قدرت والا ہوں میرے سامنے چل اور کامل بن تو میں اپنے عہد کو جو میرے اور تیرے درمیان ہے پورا کروں گا اور میں تجھے بہت زیادہ کر دوں گا پھر حضرت ابراہیمؑ سجدے میں گر پڑے اور اللہ نے یہ فرماتے ہوئے ان سے باتیں کیں "دیکھ میرا تیرے ساتھ یہ عہد ہے اور تو تمام قوموں کا باپ ہوگا اور آج کے بعد تو ابرام کے نام سے نہیں پکارا جائے گا بلکہ تیرا نام ابراہیمؑ ہوگا کیونکہ میں تجھے جمہور اقوام کا باپ بنانے والا ہوں اور میں تجھے بہت زیادہ ثمر آفریں بناؤں گا اور تجھے قومیں بناؤں گا۔ اور تجھ سے بادشاہ پیدا ہوں گے اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری اولاد کے درمیان ان کے قبیلوں میں دائمی عہد قائم کروں گا تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری اولاد کا معبود رہوں اور میں تجھے تیرے بعد تیری اولاد کو تیری ہجرت والا علاقہ یعنی سرزمین کنعان دائمی ملک کے طور پر دوں گا اور ان کا معبود بنوں گا اور اللہ تعالٰے نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا لیکن تو میرے عہد کی حفاظت کرے گا اور تیرے بعد تیری اولاد بھی اپنے اپنے قبیلوں میں یہ میرا وہ عہد ہے

جس کی تم حفاظت کرو گے اور جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے۔

ختنیں اللہ کے عہد کی حفاظت کی علامت ہیں

تمہارا ہر مرد ختنہ کرے تاکہ یہ میرے اور تمہارے درمیان میرے عہد کی علامت رہے تمہارے آٹھ دن کے بچہ کی یعنی تمہارے قبیلوں میں ہر لڑکے کی ختنہ کرائی جائیں خواہ وہ گھر کا لڑکا ہو یا پیسوں سے خریدا ہوا جو اجنبی ہو اور تمہاری نسل سے نہ ہو پھر میرا عہد تمہارے گوشت میں ابدی ہو گا لیکن غیر مختون لڑکا خاندان سے کاٹ دیا جائے گا کیونکہ اس نے میرا عہد توڑ ڈالا ہے۔

حضرت اسحٰق کی بشارت

اور حق تعالےٰ نے حضرت ابراہیم عم سے فرمایا سارای آپ کی عورت ہے آپ انہیں سارای کے نام سے نہ پکاریں بلکہ ان کا نام سارہ رکھیں میں انہیں برکت دوں گا اور آپ کو بھی ان سے بیٹا عطا کروں گا پھر حضرت ابراہیمؑ سجدے میں گر گئے اور ہنس پڑے اور دل میں سوچنے لگے کیا سو سال کے مرد کے بیٹا پیدا ہو سکتا ہے؟ اور کیا سارہ کے اولاد ممکن ہے جبکہ وہ نوے سال کی ہو چکی ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ اللہ سے عرض کرتے ہیں کاش اسمٰعیل آپ کے سامنے زندگی بسر کرے حق تعالےٰ فرماتا ہے بلکہ سارہ آپ کی عورت کے آپ کے لیے بیٹا پیدا ہو گا اور آپ اس کا نام اسحٰق رکھیں گے اور میں ان کے لیے اپنا ابدی عہد قائم رکھوں گا اور ان کے بعد ان کی اولاد کے لیے بھی۔

حضرت اسمٰعیل کے لیے بارہ بیٹوں کی بشارت

رہے اسمٰعیلؑ سو میں نے ان کے بارے میں آپ کی دعا سن لی دیکھو: میں انہیں برکت دوں گا اور بارآور بناؤں گا اور ان کی خوب کثرت کروں گا ان کے بارہ رئیس پیدا ہوں گے اور میں انہیں ایک عظیم قوم بناؤں گا لیکن میں اپنا عہد اسحٰق کے لیے بھی قائم کروں گا جسے آپ کے لیے سارہ آنے والے سال کے اسی وقت جنیں گی پھر جب حق تعالےٰ ابراہیمؑ کے ساتھ کلام سے فارغ ہو گیا۔

تو اوپر چڑھ گیا۔

خلیل نے رب کے حکم کی تعمیل کی

پھر ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اور اپنے گھر کے تمام بچوں کو اور ان تمام بچوں کو جو پیسوں سے خریدے ہوئے تھے لیا اور ان سب کی ختنہ کیں۔

ختنوں کے وقت اسمٰعیلؑ ۱۳ سال کے تھے

اور جب آپ نے ختنہ کیں تو آپ ۹۹ سال کے تھے اور اسمٰعیلؑ ۱۳ سال کے تھے۔

خلیل اللہ نے اپنے سامنے تین فرشتے دیکھے

اور رب آپ کے لیے بلوطات ممرا کے پاس دن کی گرمی کے وقت ظاہر ہوا جبکہ آپ خیمہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے پاس تین شخصوں کو کھڑا ہوا پایا پھر جب آپ نے انہیں دیکھا تو آپ ان کے استقبال کے لیے خیمہ کے دروازے سے لپکے اور زمین پر سجدہ کیا اور کہا اگر آپ اپنی آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس کریں تو اپنے عہد سے تجاوز نہ کریں تھوڑا سا پانی لے کر پیروں کو دھو ڈالیے اور اس درخت کے نیچے آرام فرمائیے پھر میں روٹی کا ٹکڑا لاؤں گا اور آپ اس سے اپنے دل مضبوط بنائیں پھر آگے بڑھیں کیونکہ تم لوگ اپنے غلام کے پاس سے گذر رہے ہو انہوں نے کہا ہم آپ کے قول ہی کے مطابق کریں گے۔

مہمانوں کی خاطر

پھر ابراہیمؑ تیزی سے سارہ کے پاس خیمہ کی طرف بڑھے اور کہا جلدی سے ۶ مد باریک آٹا لو، اسے گوندھو اور اس کی انگاروں پر روٹیاں پکالو پھر ابراہیمؑ نے بیل کے ایڑ ماری اور ایک نرم و نازک اور عمدہ بچھڑا لیا اور اسے غلام کو دیا اس نے جلدی سے اسے بنایا پھر آپ نے مکھن، دودھ اور تیار کیا ہوا بچھڑے کا گوشت لیا اور انہیں ان کے آگے جا رکھا اور جب آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑے تھے تو انہوں نے (کھانا) کھایا اور انہوں نے آپ سے کہا کہ تمہاری عورت سارہ کہاں ہیں فرمایا دیکھیے وہ یہاں خیمہ میں ہیں۔

خلیل اللہ کو اسحاق کی بشارت

پھر کہا میں آپ کی طرف زندگی (بہار) کے زمانہ میں لوٹوں گا اور آپ کی عورت سارہ کے بیٹا پیدا ہوگا سارہ خیمہ کے دروازے پر یہ بات سن رہی تھیں اور وہ خیمہ کے پیچھے تھے اور ابراہیمؑ اور سارہ دونوں بہت بوڑھے تھے اور سارہ کے لیے عورتوں جیسی عادت بھی ختم ہو چکی تھی۔

بیٹے کی بشارت سن کر سارہ کو تعجب

سارہ خیمہ کے اندر یہ کہتی ہوئی ہنس پڑیں کیا میری فنا کے بعد ان کو فائدہ ہوگا حالانکہ میرے سید بھی بوڑھے ہو چکے ہیں پھر رب نے ابراہیمؑ سے کہا سارہ کیوں ہنسیں؟ فی الحقیقت وہ یہ کہہ رہی ہیں کیا آپ میرے لیے گمان کرتے ہیں کہ میرے بیٹا پیدا ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہو گئی۔ کیا رب پر کوئی چیز محال ہے؟ حسب وعدہ زندگی (بہار) کے زمانہ میں آپ کی طرف لوٹوں گا اور سارہ کے بیٹا پیدا ہوگا۔ پھر سارہ نے انکار کیا اور کہا کہ میں تو نہیں ہنسی کیونکہ وہ ڈر گئیں رب نے فرمایا نہیں بلکہ تم ہنسی تھیں پھر وہ مرد وہاں سے کھڑے ہوئے اور سدوم کی طرف بڑھے اور ابراہیمؑ انہیں رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

خلیل اللہ کی اولاد ایک طاقتور قوم بنے گی

پھر رب نے فرمایا کیا میں ابراہیمؑ سے وہ بات چھپاؤں جو کرنے والا ہوں ابراہیمؑ ایک بڑی اور طاقت ور قوم ہوں گے اور ان کے ذریعہ روئے زمین کی تمام قومیں برکت والی ہوں گی میں نے انہیں یہ بات اس لیے پہنچوائی تاکہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹوں کو اور اپنے گھر والوں کو وصیت کر جائیں کہ وہ رب کے طریقہ کی حفاظت کریں اور نیکی اور عدل پر عمل پیرا رہیں اور رب ابراہیم سے اپنا وعدہ پورا فرمائے۔

اہل سدوم پر عذاب کی حضرت ابراہیم کو اطلاع دی گئی

اور رب نے فرمایا کہ سدوم اور عمورہ کی زیادتیں بہت ہو گئیں اور ان کے گناہ بہت ہی بڑھ گئے میں اتر کر دیکھتا ہوں کیا وہ

حق پر اپنی ان فریادوں کے مطابق جو مجھ تک پہنچ رہی ہیں کار فرما ہیں ورنہ مجھے معلوم ہو جائیگا اور وہ اشخاص وہاں سے واپس ہوئے اور سدوم کی طرف گئے اور ابراہیم رب کے آگے کھڑے ہی رہے۔

عذاب کے بارے میں خلیل اللہ کی تحقیق

پھر ابراہیمؑ بڑھے اور بولے کیا آپ گنہگار کے ساتھ نیک کو بھی ہلاک کر دیں گے؟ ممکن ہے شہر میں پچاس نیک حضرات ہوں کیا آپ وہ جگہ تباہ کر دیں گے اور پچاس نیک حضرات کی وجہ سے اس سے در گذر نہ کریں گے؟ آپ کی ذات اس کام کرنے سے بری ہے کیا روئے زمین کا سب سے بڑا عادل عدل نہیں کرے گا؟ پھر رب نے فرمایا اگر میں اس جگہ پچاس نیک آدمی پاؤں گا تو ان پچاس کی وجہ سے اس جگہ سے در گذر کروں گا پھر ابراہیمؑ نے جواب دیا اور کہا میں مولیٰ سے کلام کر رہا ہوں حالانکہ میں مٹی اور راکھ ہوں لبا اوقات پچاس نیک حضرات سے گھٹ کر ۴۵ ہی رہ جاتے ہیں کیا آپ شہر کو ان ۴۵ کی موجودگی میں تباہ کر دیں گے؟ فرمایا اگر میں اس جگہ ۴۵ پاؤں گا تو اسے تباہ نہیں کروں گا۔ پھر بھی ابراہیم کلام کرنے لگے اور بولے ممکن ہے وہاں ۴۰ پائے جائیں فرمایا میں چالیس کی وجہ سے بھی شہر تباہ نہیں کروں گا پھر ابراہیم بولے مولیٰ ناراض نہ ہوں میں پھر عرض کرتا ہوں ممکن ہے وہاں بیس ہی ہوں فرمایا میں بیس کی وجہ سے بھی شہر تباہ نہ کروں گا پھر ابراہیم بولے مولیٰ ناراض نہ ہوں میں پھر ایک بار عرض کرتا ہوں ممکن ہے وہاں دس ہی پائے جائیں فرمایا میں دس کی وجہ سے بھی شہر برباد نہیں کروں گا اور ابراہیم نے باتوں سے فارغ ہو کر رب چلا گیا اور ابراہیم اپنی جگہ لوٹ آئے

فرشتوں کا لوطؑ کے پاس پہنچنا

پھر دو فرشتے شام کو سدوم پہنچے اور لوطؑ سدوم کے پھاٹک پر بیٹھے ہوئے تھے پھر جب ان دونوں کو لوطؑ نے دیکھا تو آپ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے اور سجدے میں گر گئے اور بولے اے میرے آقا اپنے غلام کے گھر کی طرف مائل ہو جائیے اور اپنے پیر دھو لیجیے پھر صبح سویرے اپنے راستہ پر چل پڑیئے انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم صحن میں رات بسر کر لیں گے۔

انیسویں اصحاح سدوم کی تباہی کے قصہ کے ساتھ ختم ہو گئی پھر بیسویں اصحاح ابراہیمؑ کے قصہ کی طرف لوٹتی ہے اس میں ہے کہ آپ وہاں سے سرزمین جنوب کی طرف منتقل ہو گئے

اور آپ جرار میں قادش اور شور و تعزب کے درمیان سکونت پذیر ہو گئے، اور ابراہیم نے اپنی عورت سارہ کے بارے میں کہا کہ یہ میری ہمشیرہ ہیں پھر ابیمالک شاہ جرار نے آدمی بھیج کر سارہ کو بلوا لیا پھر اللہ خواب میں ابیمالک کے پاس آیا اور اس سے فرمایا دیکھ تو اس عورت کی وجہ سے مر جائے گا جسے تو نے پکڑ لیا ہے کیونکہ یہ شوہر والی ہے اور ابیمالک ان کے قریب نہیں آیا تھا وہ بولا اے آقا کیا آپ ایک صالح قوم کو قتل کر دیں گے کیا اس نے مجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ میری ہمشیرہ ہیں اور کیا خود اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ میرے بھائی ہیں! میں نے اپنے دل کی سلامتی کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کی بے داغی کے ساتھ ایسا کیا ہے پھر اس سے اللہ نے خواب میں فرمایا مجھے بھی معلوم ہے کہ تو نے اپنے دل کی سلامتی کے ساتھ ایسا کیا ہے اور میں نے بھی تجھے گناہ سے روک دیا ہے اسی لیے میں نے اس کو چھونے نہیں دیا لہٰذا اب تو اس کی عورت کو واپس کر دے کیونکہ وہ نبی ہے اور وہ تیرے لیے دعا کر دے گا تو تو زندہ رہے گا اور اگر تو اس عورت کو واپس نہیں کرے گا تو تو اور تیرے تمام آدمی مر جائیں گے۔

ابیمالک نے سارہ کو صحیح سالم لوٹا دیا

اور ابیمالک نے بکریاں، گائیں، غلام اور لونڈیاں ابراہیم کو ہبہ کیں اور ان کی طرف ان کی عورت سارہ کو لوٹا دیا

خلیل اللہ کی رہائش کے لیے زمین کی پیشکش

اور ابیمالک بولا بات یہ ہے کہ یہ میرا علاقہ آپ کے سامنے ہے آپ اس علاقہ میں جہاں آپ چاہیں سکونت پذیر ہو جائیں اور سارہ سے کہا میں نے آپ کے بھائی کو چاندی کے ایک ہزار سکے دئے دیکھ وہ تیرے لیے میری آنکھ کا پردہ ہے۔

خلیل اللہ کی دعا سے ابومالک کے خاندان کی صحت

اور ابراہیمؑ نے اللہ سے دعا مانگی پھر اللہ نے ابیمالک کو، اس کی عورت کو اور اس کی لونڈیوں کو شفا عطا فرمائی اور ان کے بچے پیدا ہونے لگے کیونکہ اللہ نے سارہ زوجۂ ابراہیم کی وجہ سے ابیمالک کے خاندان کی عورتوں کا ہر رحم بند کر دیا تھا۔

اسحٰقؑ کی پیدائش اور آٹھویں دن ختنیں

پھر ۲۱ ویں اصحاح میں ہے کہ سارہ کے اسحٰقؑ پیدا ہوئے اور جب وہ آٹھ دن کے ہوئے تو ابراہیمؑ نے ان کی ختنہ کرائیں اور حضرت ابراہیمؑ اس وقت سو کے لگ بھگ تھے اور سارہ نے کہا اللہ نے میرے لیے ہنسی مقدر فرمائی اور جو شخص میرا معاملہ سنے گا ہنسے گا۔

اسمٰعیل و ہاجرہ کی ہجرت کا واقعہ

اور انہوں نے مصری ہاجرہ کے بیٹے کو دیکھا کہ کھیل رہا ہے تو ابراہیمؑ سے کہا اس لونڈی کو ہٹا دیجئے اور اس کے بیٹے کو بھی کیونکہ اس لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے اسحٰقؑ کے ساتھ وارث نہیں ہوگا یہ بات ابراہیمؑ کی آنکھوں میں بری محسوس ہوئی اللہ نے ابراہیم سے فرمایا یہ بات تیری آنکھوں میں غلام کی وجہ سے بری محسوس نہ ہو اور اپنی لونڈی کی وجہ سے بھی اور ہر وہ بات سن جو تجھ سے سارہ کہے کیونکہ اسحٰق سے تیری نسل پکاری جائے گی اور لونڈی کے بچہ کو بھی میں ایک قوم بناؤں گا کیونکہ وہ تیری نسل ہے پھر صبح سویرے ابراہیم چل پڑے اور آپ نے روٹی اور پانی کا مشکیزہ لیا اور یہ دونوں چیزیں ہاجرہ کو دیں اور ان کے کندھے پر رکھدیں اور ان سے پیٹھ موڑ کر چل پڑے پھر وہ آگے بڑھیں اور بڑسبع کے جنگل میں حیران بھٹکتی رہیں پھر جب اس مشکیزے سے پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے بچہ کو ایک درخت کے نیچے لٹا دیا اور آگے بڑھیں اور کمان بھر کے فاصلہ سے دور جاکر بچہ کے سامنے بیٹھ گئیں کیونکہ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ میں بچہ کی موت نہ دیکھوں۔ پھر اللہ نے اس بچہ کی آواز سنی اور آسمان سے اللہ کے فرشتے نے ہاجرہ کو پکار کر کہا ہاجرہ! کیا بات ہے ڈر مت اللہ تعالٰے نے بچہ کی آواز سن لی جہاں وہ ہے اٹھ، بچہ کو اٹھا اور اس سے اپنا ہاتھ مضبوط کر کیونکہ میں اسے ایک عظیم قوم بنانے والا ہوں اور اللہ نے ان (ہاجرہ) کی آنکھیں کھول دیں اور انہوں نے پانی کا کنواں دیکھ لیا آخر کار وہ گئیں اور مشکیزہ پانی سے بھر لیا اور بچہ کو پلایا اور اللہ اس بچہ کے ساتھ رہا وہ بڑا ہوا اور اس جنگل میں بس گیا اور وہ کمان سے تیر چلانے میں ترقی کرتا جارہا تھا اور وہ فاران کے جنگل میں بس گیا اور اس کی والدہ نے اسکی بیوی علاقہ مصر سے لی۔

خلیل اللہ سے ابیمالک کا ایک معاہدہ

اس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ابیمالک نے اور اس کی فوج کے سپہ سالار فیکول نے ابراہیمؑ سے کلام کیا اور کہا تم جو کام کرتے ہو اس میں اللہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا اب میرے لیے یہاں اللہ کی قسم کھا کر اقرار کرو کہ میرے ساتھ دغا نہ کرو گے اور نہ میری نسل کے اور اولاد کے ساتھ اور میں نے تمہارے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے وہی میرے ساتھ کرو گے اور اس علاقہ کے ساتھ کرو گے جہاں تم غریب الوطن بن کر رہ رہے ہو اس پر ابراہیمؑ نے کہا مجھے قسم کھانا منظور ہے اور ابیمالک نے پانی کے اس کنویں کے پانی کے بارے میں اظہار عتاب کیا جس کو اس کے غلاموں نے غصب کر لیا تھا چنانچہ ابی ملک نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کام کس نے کیا ہے آپ نے مجھے خبر نہیں دی اور میں نے بجز آج کے یہ بات نہیں سنی۔ پھر ابراہیم نے بکریاں اور گائیں لیں اور ابیمالک کو دیں پھر ان دونوں نے میثاق مضبوط کیا اور ابراہیمؑ نے صرف سات دنبیاں قائم کیں پھر ابی مالک نے ابراہیم سے کہا یہ دنبیاں کیا ہیں جن کو آپ نے قایم کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا دیکھیے آپ میرے ہاتھ سے سات دنبیاں لے لیں تاکہ وہ میرے لیے اس بات کی شہادت ہوں کہ میں نے یہ کنواں کھودا ہے یہیں سے اس جگہ کا نام بئر سبع پڑ گیا کیونکہ وہاں ان دونوں نے قسم کھائی تھی پھر بئر سبع کے بارے میں میثاق کو مستحکم کیا تھا پھر ابیمالک اور اس کے لشکر کا سپہ سالار فیکول کھڑا ہوا اور دونوں فلسطین والوں کی سرزمین کی طرف لوٹ گئے اور ابراہیمؑ نے بئر سبع میں جھاؤ لگایا اور وہاں انہوں نے ابدی معبود کے رب کے نام کیساتھ دعا مانگی اور ابراہیمؑ فلسطینیوں کے علاقہ میں بہت دن غریب الوطن رہے۔

اسحٰق کی قربانی کی تحقیق

اس کے بعد اسحٰقؑ کی قربانی کا ذکر آتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیمؑ کا امتحان لیا پھر ابراہیمؑ سے کہا آپ اپنے اکلوتے بیٹے اسحاق کو جس سے آپ محبت کرتے ہیں لیں اور اسے سرزمین مریا کی طرف لے جائیں اور اسے وہاں لے جائیں پھر صبح سویرے ابراہیمؑ چل پڑے اور اپنا گدھا کس لیا اور اپنے ساتھ اپنے دو غلام لے لیے اور اپنے بیٹے اسحٰقؑ کو بھی اور جلانے کے لیے

چھیپٹیاں پھاڑلیں اور کھڑے ہو گئے اور اس جگہ کی طرف گئے جہاں رجانے کے لیے ان سے، اللہ نے فرمایا تھا اور تیسرے دن ابراہیمؑ نے آنکھ اٹھا کر دور سے وہ جگہ دیکھی اور اپنے دونوں غلاموں سے کہا تم دونوں یہاں گدھے کے پاس بیٹھے رہو البتہ میں اور میرا یہ بچہ اس جگہ جاتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں پھر تمہارے پاس لوٹ کر آجائیں گے پھر ابراہیمؑ نے لکڑیاں لیں اور اپنے بیٹے اسحٰقؑ پر رکھیں اور اپنے ہاتھ میں آگ اور چھری لی اور وہ دونوں اکھٹے ادہاں، گئے اور اسحٰقؑ نے اپنے باپ ابراہیمؑ سے کلام کیا اور کہا اباجان! فرمایا ہاں بیٹا میں موجود ہوں پھر کہا یہ آگ اور لکڑیاں تو ہیں لیکن جلانے کے لیے بھیڑ کا بچہ کہاں ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا بیٹا اللہ دیکھتا ہے اسی کے لیے جلانے کے لیے بھیڑ کا بچہ ہے وہ اس کی آپ تدبیر کرے گا پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ گئے پھر جب دونوں اس جگہ آئے جہاں اللہ نے ان سے کہا تھا تو ابراہیمؑ نے وہاں مذبح بنایا اور لکڑیاں ترتیب سے رکھیں اور اپنے فرزند اسحٰقؑ کو باندھ دیا اور انہیں لکڑی پر مذبح پر لٹادیا پھر ابراہیمؑ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے چھری لے لی پھر ان سے آسمان سے رب کے فرشتے نے پکار کر کہا ابراہیم! ابراہیم! بولے میں یہاں موجود ہوں فرمایا بچہ کی طرف اپنا ہاتھ نہ پھیلاؤ اور ان کے ساتھ کچھ نہ کرو کیونکہ اب مجھے معلوم ہوا کہ آپ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو مجھ سے نہیں روکا۔ اور ابراہیم نے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور دیکھا کہ ان کے پیچھے ایک مینڈھا جنگل میں ہے جو سینگوں سے روک دیا گیا ہے۔ پھر ابراہیمؑ نے جاکر مینڈھے کو پکڑا اور اسے اپنے بیٹے کے بدلہ آگ پر چڑھا دیا پھر ابراہیمؑ نے اس جگہ کو یھوایراہ کے نام سے پکارا حتیٰ کہ یہ آج بھی کہا جاتا ہے کہ وہ رب کے پہاڑ پر دیکھا جائے گا اور رب کے فرشتے نے آسمان پر دوسری بار ابراہیمؑ کو آواز دی اور کہا اللہ فرماتا ہے مجھے اپنی ذات کی قسم چونکہ تونے یہ کام انجام دیا ہے اور اپنے اکلوتے بیٹے کو مجھ سے نہیں روکا اس لیے میں تجھے برکت دوں گا اور تیری اولاد آسمان کے تاروں کی طرح اور ساحل سمندر کے ریت کے ذرات کی طرح کثیر کر دوں گا اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازے کی وارث ہو گی اور تیری نسل میں

روئے زمین کی تمام قومیں برکت پائیں گی اس لیے کہ تو نے میری بات سن لی پھر ابراہیم اپنے دونوں غلاموں کی طرف لوٹے پھر سب کھڑے ہو کر بڑ سبع کی طرف چل دیے۔

ملکہ کے ناحور سے ۸ بیٹے ہوئے

اس کے بعد یہ باتیں واقع ہوئیں کہ ابراہیم کو خبر دی گئی اور ان سے کہا گیا یہ ملکہ ہے جس نے تمہارے بھائی ناحور کے لیے بیٹے جنے ہیں یعنی عوضا کو جو ناحور کا پہلوٹا بیٹا ہے اور بوزا کو جو اس کا بھائی ہے اور قموئیل کو جو ارام کا باپ ہے اور کاسدو کو اور حزوا کو اور فلداش کو اور یدلاف کو اور بتوئیل کو اور اولاد بتوئیل سے رفقہ ہیں یہ آٹھ اشخاص ہیں جو ناحور ابراہیمؑ کے بھائی کے لیے ملکہ سے پیدا ہوئے لیکن ناحور کی لونڈی رُدمہ سے تابع، جاحم، تاحش اور معکۃ پیدا ہوئے۔

سارہ کی موت وتدفین کا واقعہ

۲۳ ویں اصحاح میں سارہ کی موت کی اطلاع ہے جبکہ وہ ۱۲۷ سال کی تھیں آپ کی وفات قریۂ اربع میں جو جبرون میں علاقۂ کنعان میں ہے ہوئی پھر ابراہیم سارہ کی تعزیت کے لیے اور ان پر آنسو بہانے کے لیے آئے آپ ان کی لاش کے آگے کھڑے ہوئے اور اولاد حتْ سے ان الفاظ سے گفتگو شروع کی میں غریب الوطن ہوں اور تمہارا مہمان ہوں مجھے اپنے پاس خیمہ ایک قبر کی جگہ دو تاکہ میں اپنی میت کو اپنے سامنے دفن کر دوں اولاد حتْ نے آپ کو ان الفاظ سے جواب دیا اے آقا ہم نے آپ کی فرمایش سنی آپ اللہ کی طرف سے ہمارے درمیان سردار ہیں آپ ہمارے سب سے بہتر قبرستان میں اپنی میت دفن کر دیجیے ہم میں سے کوئی ایک قبر کے لیے آپ سے مزاحمت نہ کرے گا ابراہیمؑ کھڑے ہوئے اور زمین کی گھاٹی کی طرف بنی حتْ کی طرف تھی سجدہ کیا اور کہا اگر تم دل سے چاہتے ہو کہ میں اپنی میت اپنے آگے دفن کر دوں تو میری بات سنو اور میرے لیے عفرون بن صوحر سے درخواست کرو کہ وہ مجھے مکفیلہ کا غار دیدے جو اس کے کھیت کے کنارے پر ہے اور مجھ سے اس کی پوری پوری قیمت لے لے۔ عفرون اولاد حتْ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے قوم کے سامنے اپنے دروازے میں تمام آنے والوں کے پاس آپ کو ان الفاظ سے جواب دیا اے آقا نہیں آپ میری بات سن لیجیے میں نے تمام کھیت آپ کو ہبہ کر دیا اور اس کا غار بھی آپ ہی کا ہے

وہ بھی میں نے آپ کو ہبہ کر دیا پھر ابراہیمؑ نے زمین کی گھاٹی کے آگے سجدہ کیا اور عفرون سے اس گھاٹی میں سامعین کے سامنے کہا نہیں نہیں بلکہ اگر تم اسے دینے والے ہو تو کاش تم میری بات سنو میں تم کو کھیت کی قیمت دے کر وہاں اپنی میت کو دفن کروں گا اس پر عفرون نے ابراہیمؑ کو ان الفاظ میں جواب دیا اے میرے آقا سنئے یہ زمین چار سو شاقل چاندی کی ہے یہ قیمت میرے اور آپ کے درمیان ہے آپ اس میں اپنی میت دفن کر دیجیے آخر کار ابراہیمؑ نے عفرون کی بات سنی اور آل حث کے سامنے اسے مذکورہ بالا چاندی وزن کر کے دے دی یعنی چار سو شاقل چاندی جس کا تاجروں میں رواج تھا۔

(۲۴ ویں اصحاح میں ہے کہ)

اسحٰق کی شادی کے سلسلہ میں غلام کو خلیل اللہ کی وصیت

جب ابراہیمؑ بوڑھے ہو گئے اور ایام میں بڑھ گئے اور انہیں رب نے ہر چیز میں برکت دی تھی آپ نے اپنے غلام سے، جو آپ کے گھر کا سب سے بڑا تھا اور آپ کی ہر مقبوضہ چیز کا منتظم تھا فرمایا اپنا ہاتھ میری ران کے نیچے رکھ کر رب کی جو آسمان کا بھی معبود ہے اور زمین کا بھی قسم کھا کہ تو میرے بیٹے اسحٰق کی شادی کنعانیوں کی بیٹیوں سے جن میں میں ٹھہرا ہوا ہوں نہ کرے گا بلکہ تو میرے وطن اور میرے خاندان میں جا کر ان میں میرے بیٹے اسحٰق کی شادی کرے گا۔ پھر آپ سے غلام نے کہا ممکن ہے میرے ساتھ وہ عورت اس علاقہ میں آنا پسند نہ کرے تو کیا میں آپ کے بیٹے کو لے کر اس سرزمین میں چلا جاؤں جہاں سے آپ نکل کر آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہاں میرے بیٹے کو لے جانے سے پرہیز کر میرا رب جو آسمان کا معبود ہے اور جس نے مجھے میرے والد کے گھر سے اور میرے وطن کی سرزمین سے نکالا اور جس نے مجھ سے کلام کیا اور مجھ سے قسم کھا کر فرمایا کہ میں یہ علاقہ تیری اولاد کو دوں گا، تیرے آگے فرشتے بھیجے گا پھر تو وہاں سے میرے بیٹے کے لیے بیوی منتخب کر اور اگر عورت تیری پیروی نہ کرے تو تو میری اس قسم سے بری ہو جائے گا لیکن میرے بیٹے کو وہاں لے کر نہ جانا پھر غلام نے ابراہیمؑ کی جو اس کے آقا تھے ران کے نیچے ہاتھ رکھا اور اس وصیت پر ان کے لیے قسم کھائی پھر

غلام نے اپنے آقا کے اونٹوں میں سے دس اونٹ لیے اور چلا گیا اور اس کے آقا کی تمام پسندیدہ چیزیں اسکے قبضہ میں تھیں چنانچہ یہ کھڑا ہوا اور ارام النہریں پانی بھرنے کے لیے عورتیں نکلتی ہیں یعنی شہر ناحور کیطرف گیا اور شام کے وقت یعنی اس وقت جس وقت اونٹ شہر کے باہر پانی کے ایک چشمہ کے پاس بٹھا دیے اور بولا اے رب، اے میرے آقا ابراہیمؑ کے معبود آج میرے لیے آسانی فرما اور میرے آقا ابراہیمؑ پر اپنی مہربانی فرما دیکھ میں یہاں پانی کے چشمہ پر کھڑا ہوں اور شہریوں کی بیٹیاں پانی لینے کے لیے نکل رہی ہیں تو وہ نوجوان لڑکی جس سے میں درخواست کروں ذرا اپنا گھڑا جھکا دیجیے تاکہ میں پانی پی لوں اور وہ کہہ دے پی لیجیے اور میں آپ کے اونٹوں کو بھی پانی پلائے دیتی ہوں، اس لائق ہو کہ اسی کو میں تیرے بندے اسحٰق کے لیے چن لوں اور اس کے ذریعہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تو نے میرے آقا پر لطف و کرم کا اظہار فرمایا ہے ابھی وہ اس دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ اچانک رفقہ جو ابراہیمؑ کے بھائی ناحور کی بیوی ملکہ کے بیٹے بتوئیل سے پیدا ہوئی تھی نمودار ہوئی اور اس کا گھڑا اس کے کندھے پر تھا یہ دوشیزہ انتہائی خوبصورت تھی اور قطعی اچھوتی تھی کسی مرد نے نہ اسے چھوا تھا یہ چشمہ پر اتری، اپنا گھڑا بھرا اور باہر آئی غلام اس سے ملنے کے لیے دوڑا اور بولا ذرا سا پانی مجھے اپنے گھڑے سے پلا دیجیے وہ بولی جناب والا پی لیجیے اور جلدی سے اس نے اپنا گھڑا اتار کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور اسے پانی پلا دیا پھر جب پانی پلا چکی تو بولی اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلا دیجیے تاکہ وہ بھی سیراب ہو جائیں اور آپ بے فکر ہو جائیں پھر اس نے جلدی سے اپنے گھڑے کے پانی کو برتن میں الٹ دیا اور گھڑا خالی کر دیا اور کنوئیں کی طرف تیزی سے گئی تاکہ پانی بھر لائے اور اس نے غلام کے ہر اونٹ کو سیراب کر دیا اور یہ شخص (غلام) اس کے بارے میں خاموش کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ آیا رب نے اس کی تدبیر کارگر بنائی یا نہیں پھر جب اونٹ پانی پی کر فارغ ہو گئے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ اس شخص نے سونا جس کا وزن نصف شاقل (نصف مثقال ۲ ماشہ) تھا اس کی نتھ کے لیے لیا اور اس کے ہاتھوں کے لیے دس مثقال کے دو کنگن دے کر کہا آپ کن کی صاحبزادی ہیں؟ مجھے بتائیے کیا آپ کے والد کے گھر میں جگہ ہے کہ ہم ایک رات وہاں گذار لیں؟ بولی میں بتوئیل بن ملکہ کی بیٹی ہوں اور

میرے والد کا نام ناحور ہے اور اس سے کہا ہمارے پاس بھوسہ اور چارا بہت ہے اور جگہ بھی ہے تاکہ تم وہاں رات بسر کر لو پھر وہ شخص رب کے آگے سجدے میں گر پڑا اور بولا میرے آقا ابراہیم کا رب معبود برکت والا ہے جس نے اپنی عنایت اور اپنا کرم میرے آقا سے روکا نہیں جب میں راستہ میں تھا تو رب نے میری رہنمائی میرے آقا کے بھائیوں کی طرف کی پھر یہ دوشیزہ تیزی سے گھر گئی اور ان تمام باتوں کی گھر والوں کو خبر دی رفقہ کا ایک بھائی تھا جس کا نام لابان تھا لابان اس شخص کی طرف چشمہ کی طرف بڑھتا ہوا روانہ ہوا۔

۲۴ ویں اصحاح میں اس کے قریب یہ ہے کہ غلام نے بچی سے ملاقات تک تمام پیش آنے والے واقعات کی انہیں اطلاع دی پھر لابان اور بتوئیل نے اسے ان الفاظ میں جواب دیا یہ معاملہ رب کے پاس سے ظہور پذیر ہوا ہے ہم اس سلسلہ میں آپ سے اچھی یا بری کوئی بات نہیں کہہ سکتے یہ رفقہ آپ کے سامنے ہے اسے لیجیے اور چلے جائیے یہ تمہارے آقا کے بیٹے کی رب کے کلام کے مطابق، یقیناً بیوی ہوگی ابراہیم کا غلام یہ بات سنتے ہی رب کے آگے زمین پر سجدے میں گر گیا اور اس نے چاندی اور سونے کے برتن اور کپڑے نکال کر رفقہ کو دیے اور اس کے بھائی کو اور اس کی والدہ کو تحفے تحائف دئے چنانچہ اس نے اور ان شخصوں نے جو اس کے ساتھ تھے کھایا پیا اور رات گذاری پھر وہ سویرے اٹھے تو غلام بولا مجھے میرے آقا کی طرف لوٹا دو اس پر رفقہ کے بھائی نے اور والدہ نے کہا یہ بچی ہمارے پاس چند دن یا دس دن ٹھہرے گی پھر چلی جائے گی اور بچی سے مشورہ لیا گیا تو اس نے فوراً ہی غلام کے ساتھ جانا منظور کر لیا چنانچہ انہوں نے اپنی بہن رفقہ کو، اس کی دائی کو، ابراہیمؑ کے غلام کو اور اس کے ساتھ والے تمام حضرات کو رخصت کیا اور رفقہ کو مبارک بادی دی اور اس سے کہا آپ ہماری ہمشیرہ ہیں خدا کرے آپ لاکھوں کی ماں بنیں اور خدا کرے آپ کی اولاد اپنے دشمنوں کے دروازوں کی وارث ہو پھر رفقہ اور اس کی رفیق عورتیں کھڑی ہوئیں اور اونٹوں پر سوار ہو گئیں اور ان کے آگے آگے وہ شخص چلا اور وہ غلام رفقہ کو لے کر روانہ ہو گیا۔

اسحٰقؑ قبیلہ رئی کے کنوئیں کی طرف سے آ رہے تھے کیونکہ وہ سرزمین جنوب میں مقیم تھے۔

اور شام کے وقت کھیت دیکھنے کے لیے نکلے تھے آپ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اونٹ آتے ہوئے معلوم ہوئے اور رفقہ نے نگاہ جو اٹھائی تو اسحٰق ؑ کو دیکھا پھر وہ اونٹ سے اتر گئی اور غلام سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں جو کھیت سے گذر کر ہماری ملاقات کو آرہے ہیں غلام بولا یہ میرے آقا ہیں پھر اس نے برقعہ لے کر پردہ کر لیا پھر غلام نے تمام واقعات کی اسحٰق ؑ کو اطلاع دی اور اسحٰق ؑ نے رفقہ کو اپنی والدہ سارہ کے خیمہ میں داخل کر دیا اور وہ آپ کی بیوی بن گئیں اور آپ کو ان سے محبت ہو گئی پھر اسحٰق ؑ نے اپنی والدہ کی موت کے بعد ان سے تسلی اور تشفی پائی۔

قطورہ سے خلیل اللہ کی اولاد

۲۵ ویں اصحاح میں ہے اور ابراہیم ؑ لوٹے اور قطورہ سے نکاح کیا ان سے آپ کے زمران، یقشان، مدان، مدیان، یشباق اور شوحا پیدا ہوئے اور یقشان کے بیٹے شبا اور ددان تھے اور ددان کے بیٹے اشوریم لطوشیم، لاُمیم تھے اور مدیان کے بیٹے عیفہ، عفر، حنوک، ابیداع اور الدعہ تھے یہ تمام آل قطورہ ہیں اور ابراہیم ؑ نے اسحٰق کو تمام مملوکہ چیزیں دیدیں لیکن آپ نے اپنی لونڈیوں کی اولاد کو صرف عطیات دئے اور انہیں اپنے بیٹے اسحٰق سے مشرقی سمت مشرق میں بھیج دیا اور آپ ابھی زندہ تھے۔

خلیل اللہ کی وفات اور آپ کا مدفن

ابراہیم ؑ کی زندگی کے سال جتنے سال وہ زندہ رہے ۱۷۵ سال ہیں اور ابراہیم ؑ نے اپنی روح سپرد کر دی اور شیبۂ صالحہ میں فوت ہوئے جبکہ آپ سال خوردہ بوڑھے تھے اور اپنی قوم سے جا ملے آپ کو آپ کے دونوں بیٹوں اسحٰق ؑ اور اسمٰعیل نے مغارۂ مکفیلہ میں جو ممرا کے آگے عفرون بن صوحر حثی کے کھیت میں تھا دفن کیا۔

اسمٰعیل کی اولاد

اسمٰعیل ؑ بن ابراہیم ؑ کی جو ہاجرہ مصریہ سے تھے جو سارہ کی لونڈی تھیں اولاد یہ ہے نبایوث اسمٰعیل کا پہلوٹا بیٹا ہے، قیدار، ادبئیل، مشماع، دوما، مسا، حدار، تیمار، تیور، نافیش اور قدمہ یہ اسمٰعیل کے بیٹے ہیں ان کے وطن اور ان کے قلعوں میں یہ ہی ان کے نام ہیں یہ اپنے قبائل کے

اعتبار سے بارہ رئیس ہیں اور اسمٰعیلؑ کی عمر ۱۳۷ سال ہوئی اور انہوں نے اپنی روح سونپ دی اور فوت ہو گئے اور اپنی قوم میں جاملے یہ لوگ حویلہ سے لے کر شور تک جو مصر کے آگے ہے اور اسود کے راستہ میں پڑتا ہے آباد تھے۔

اسحٰقؑ کی اولاد

اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ کی اولاد یہ ہے ابراہیمؑ کے اسحٰقؑ ہوئے پھر جب اسحٰقؑ ۴۰ سال کے ہوئے تو ان کی شادی رفقہ بنت بتوئیل ارامی سے ہوئی جو لابان ارامی کی ہمشیرہ تھیں جو فدان ارام کے باشندے تھے۔

اسحٰق نے رفقہ کے لیے اولاد کی دعا کی

اور اسحٰقؑ نے اپنی عورت کی وجہ سے رب سے دعا کی کیونکہ وہ بانجھ تھیں رب نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بیوی رفقہ حاملہ ہو گئیں اور ان کے پیٹ میں دو توام بچے تھے بولیں اگر اسی طرح ہے تو پھر میں کیسے زندہ رہوں گی اور وہ برابر رب سے دعائیں مانگتی رہیں پھر ان سے ان کے رب نے فرمایا تیرے پیٹ میں دو قومیں ہیں اور تیرے احشار سے دو قبیلے نکلیں گے ایک قبیلہ دوسرے پر غالب آئے گا اور بڑا قبیلہ چھوٹے قبیلہ کا غلام بنا لیا جائے گا۔

رفقہ کے دو جڑواں بچے عیسو اور یعقوب پیدا ہوئے

پھر جب ان کے رحل کے ایام پورے ہو گئے تو ان کے پیٹ میں دو جڑواں بچے تھے پہلا بالوں کے پوستین کی طرح سرخ تھا گھر والوں نے اس کا نام عیسو رکھا اس کے بعد اس کا بھائی پیدا ہوا اور اس کا ہاتھ عیسو کی ایڑی کو پکڑے ہوئے تھا اس لیے اس کا نام یعقوب رکھا گیا جب یہ جڑواں بچے پیدا ہوئے تو اسحٰق کی عمر ۶۰ سال تھی پھر یہ دونوں بچے بڑے ہو گئے۔

عیسو اور یعقوب میں فرق

عیسو شکار ہی کو پہچانتے تھے اور جنگل کے انسان تھے اور یعقوب کامل انسان تھے اور خیموں میں رہتے تھے اسحٰق کو عیسو سے محبت تھی کیونکہ اس کے منہ میں شکار تھا لیکن رفقہ کو یعقوب سے محبت تھی اور یعقوب نے لپسی پکائی پھر کھیت سے عیسو آ گئے جبکہ وہ

تھکن سے چور تھے پھر عیسو نے یعقوب سے کہا اس سرخ دکھانے سے مجھے بھی کھلاؤ کیونکہ میں تھکا ہوا ہوں اسی لیے ان کا نام ادوم پڑ گیا یعقوب بولے آپ آج ہی مجھے اپنے پہلوٹے ہونے کا حق؟ بیچ دیں عیسو بولے دیکھو میں مرنے والا ہوں اس لیے مجھے اس حق سے کیا فائدہ؟ یعقوب بولے آج ہی آپ میرے لیے قسم کھالیں چنانچہ عیسو نے ان کے لیے قسم کھالی پھر یعقوب کو اپنا وہ حق بیچ دیا پھر یعقوب نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال کھلائی عیسو کھا پی کر کھڑے ہوئے اور چل دیئے۔

جو واقعہ مصر میں خلیل و سارہ کے ساتھ پیش آیا وہی اسحٰق و رفقہ کے ساتھ پیش آیا

۲۶ ویں اصحاح میں وہ واقعہ جو ابراہیمؑ کو ابی مالک کے ساتھ پیش آیا تھا مکرر مذکور ہے اس میں ہے کہ قحط واقعہ ہوا یہ قحط اس قحط کے علاوہ تھا جو ابراہیمؑ کے زمانہ میں پڑا تھا پھر اسحٰقؑ ابی مالک شاہ فلسطین کے پاس گئے اور ان سے فلسطین والوں نے ان کی بیوی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان کو اپنی بہن بتایا کیونکہ انہیں اپنی بیوی کو بیوی بتانے سے یہ ڈر ہوا کہ کہیں فلسطین والے رفقہ کی وجہ سے مجھے قتل نہ کر دیں کیونکہ رفقہ انتہائی حسین تھیں پھر جب فلسطین میں ٹھہرے ہوئے آپ کو چند ایام گذر گئے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ ابی مالک شاہ فلسطین نے کھڑکی سے جھانک کر جو دیکھا تو اسحٰق اپنی بیوی رفقہ سے کھیل رہے تھے تو ابی مالک نے اسحٰق کو بلا کر کہا وہ تو آپ کی بیوی ہیں آپ نے انہیں اپنی بہن کیسے بتایا؟ اس پر اس سے اسحٰق نے کہا میں نے انہیں بہن اس لیے بتایا کہ مجھے ڈر ہوا کہ میں ان کی وجہ سے مر نہ جاؤں ابی مالک بولا تم نے یہ کیا کام ہمارے ساتھ کیا اگر تھوڑی مدت نہ گذری ہوتی تو قبیلہ کا کوئی شخص تمہاری عورت کے ساتھ لیٹ جاتا اور وہ ہم پر گناہ کھینچ لاتی پھر ابی مالک نے تمام قبیلہ میں یہ حکم جاری کر دیا کہ جو اس شخص کو اور اس کی عورت کو چھونے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی

یعقوبؑ کی راحیل سے شادی

۲۹ ویں اصحاح میں ہے کہ یعقوبؑ نے اپنے ماموں لابان کی بیٹی راحیل سے شادی کی یہ بانجھ تھیں جیسا کہ تیسویں اصحاح میں ہے۔

یعقوبؑ کی بلہہ لونڈی سے اولاد

انہوں نے یعقوبؑ سے کہا میری لونڈی بلہہ ہے آپ اس کے پاس چلے جائیں وہ میرے گھٹنوں پر جنے گی اور مجھے بھی اس سے بیٹے نصیب ہوں گے پھر انہوں نے آپ کو اپنی جاریہ بلہہ بیوی بنانے کے لیے دے دی اور یعقوب بلہہ کے پاس گئے اور اللہ نے راحیل کا ذکر کیا، اس کی دعا سنی اور اس کا رحم کھول دیا چنانچہ وہ حاملہ ہوئیں اور ان کے بیٹا پیدا ہوا بولیں اللہ تعالیٰ نے عار مجھ سے ہٹا دی انہوں نے اپنے بیٹے کا نام یوسف رکھا۔

حضرت یعقوب کو اسرائیل کہنے کی وجہ

۳۲ ویں باب میں ہے کہ یعقوب کو اسرائیل اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب آپ عراق کے سفر سے واپس آئے تو آپ تن تنہا تھے آپ سے ایک شخص صبح صادق تک کشتی لڑتا رہا جب اس نے دیکھا کہ وہ اس پر غالب نہیں ہوتا تو اس نے ان کی ران اندر سے چھوئی اس کشتی میں یعقوبؑ کی ران کی نس چڑھ گئی وہ بولا مجھے چھوڑ دے کہ صبح صادق ہو گئی ہے بولا میں تجھے جانے نہ دوں گا جب تک تو مجھے برکت نہ دے تب اس نے اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے آپ نے جواب دیا میرا نام یعقوب ہے۔ بولا آج کے بعد آپ یعقوبؑ کے نام سے نہیں پکارے جائیں گے بلکہ آپ کو اسرائیل کہا جائے گا کیونکہ آپ نے اللہ کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ کشتی لڑی اور غالب آئے یعقوبؑ نے سوال کیا اور کہا آپ بھی مجھے اپنا نام بتائیں بولا تم میرا نام کیوں پوچھتے ہو اور اس نے اس جگہ آپ کو برکت دی پھر اس جگہ کا نام یعقوب نے فنیئیل رکھا اور وجہ یہ بتائی کہ یہاں میں نے اللہ کو روبرو دیکھا ہے اور میری جان بچ گئی۔

ایک عام قحط کا ذکر

آنے والے بابوں میں اس عام قحط کا ذکر ہے جو زمین پر عام تھا اور یعقوبؑ کا اور اولاد یعقوبؑ کا مصر کی طرف ہجرت کا ذکر ہے جہاں یوسفؑ کو فروخت کیا گیا تھا پھر آپ ایک بڑے عہدے پر سرفراز ہو گئے تھے یہ زمانہ حضرت ابراہیمؑ کی صدی سے دوسری صدی کا ہے جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے اور آپ کی اولاد ادومی اور اسرائیلی دو امتوں میں بٹ گئی۔

عہد قدیم میں سیرت کے بارے میں بہت اشارات ہیں

اس مفصل سیرت کے

علاوہ عہد قدیم میں حضرت ابراہیم کے سلسلہ میں بہت سے اشارات ملتے ہیں جن میں سے بعض میں آپ سے رب کے عہد کا ذکر ہے اور بعض میں آپ کے کچھ حالات اور کچھ خبریں مذکور ہیں آپ کی سیرت مقدسہ کے سلسلہ میں قابل ذکر اشارات میں سے ایک اشارہ وہ بھی ہے جو یشوع کی جو موسیٰؑ کے بعد سب سے پہلے نبی ہیں کتاب میں مذکور ہے چنانچہ اس کتاب کی ۲۴ ویں اصحاح میں صاحب کتاب دیانتِ آبار کے سلسلہ میں کہتا ہے اور یشوع نے تمام قبیلہ سے کہا اسی طرح رب نے یعنی اسرائیل کے معبود نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ سے تمہارے باپ دادا نہر کے کناروں پر آباد ہیں یعنی تارح ابراہیمؑ و ناحور کے باپ اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں پھر ابراہیم تمہارے باپ کو نہر کے کناروں سے ہٹا کر کنعان کے تمام علاقہ میں پھیلا گئے۔

دوسری کتاب الایام وغیرہ میں ابراہیم کو خلیل اللہ بتایا گیا ہے

کتاب الایام الثانی میں ابراہیمؑ کو خلیل اللہ فرمایا گیا ہے۔ اس کتاب میں راجح قول پر انبیاء کا بھرپور ذکر ہے، چنانچہ بیسویں اصحاح میں ہے کیا آپ ہمارے معبود نہیں جس نے اس زمین کے باشندوں کو اپنے قبیلہ اسرائیل کے آگے نکال کر اسے ابراہیمؑ کی اولاد کو جو آپ کے خلیل ہیں ہمیشہ کے لیے دے دیا؟

ابراہیمؑ کا یہی وصف کتاب اشعیا کی ۴۱ ویں اصحاح میں مذکور ہے فرماتے ہیں لیکن اے اسرائیل اور اے یعقوب تو میرا بندہ ہے جسے میں نے چن لیا ہے اور میرے خلیل ابراہیمؑ کی اولاد ہے۔

سفر تکوین میں سیرت خلیل مفصل موجود ہے

بہر حال عہد قدیم کی یہ وہ تمام عبارتیں ہیں جن کا تعلق خلیل کی سیرت مقدسہ سے ہے ان میں سے سفر تکوین میں زیادہ تفصیل ہے سفر تکوین ان پانچ کتابوں میں سے ہے جن پر عموماً تورات کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

سیرت کے سلسلہ میں ضروری حواشی کا ذکر مقدم ہے

قبل اس کے کہ ہم دوسرے ان اسرائیلی ماخذوں کی طرف رجوع کریں جو خلیل اللہ کی سیرت کے بارے میں آئے ہیں جیسے تلمود اور مدراش

اور وہ حواشی جو ان دونوں کی طرف لوٹتے ہیں ان کلمات و حواشی کا اضافہ ضروری سمجھتے ہیں جو سفر تکوین پر اور پنجگانہ کتب پر شارحین نے چڑھائے ہیں کیونکہ اس موضوع پر گفتگو کرنے والے کے لیے اور متعدد اسنادوں کے طرف مراجعت کے وقت محقق کے لیے ان حواشی کے بغیر چارہ نہیں اور تمام سیرت مقدسہ کے سمجھنے میں ان تمام باتوں میں جو ان سندوں سے حاصل ہوتی ہیں ان حواشی کا انتہائی مضبوط تعلق ہے۔

عہد قدیم کے ماخذوں پر تعاقب

پنجگانہ کتب تورات کے ماخذ متعدد ہیں

عہد قدیم کے شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ جن نسخوں سے پنجگانہ کتابیں اپنی مخصوص صفت کے ساتھ جمع کی گئی ہیں وہ متعدد ہیں ان نسخوں میں سب سے زیادہ اہم نسخہ الوہیم نسخہ یہواہ اور نسخہ کہنہ یا نسخہ مسجلین ہے اس سلسلہ میں نسخہ تثنیہ کے اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں نہ اس اضافہ کا کوئی محرک ہے کیونکہ یہ نسخہ الغوی اسلوب پر مشتمل ہے اور اسلوب لغوی کی تفصیل، لکھتے وقت عربی عبارت میں منتقل کرنا آسان نہیں۔

تورات کے اہم نسخوں کی وجہ تسمیہ

نسخہ الوہیم کو الوہیم اس لیے کہا جاتا ہے کہ الوہیم عبرانی میں اللہ (معبود) کو کہا جاتا ہے اور نسخہ یہواہ کو بھی یہواہ اسی لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہواہ بھی بمعنی اللہ ہے۔ اور تیسرا نسخہ کاہنوں کے یا لکھنے والوں کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ انہیں نے شریعت کی کتابیں جمع کیں اور شعائر و مراسم کی طرف خاص توجہ دی اور ہیکل و عبادت کی خبروں کی طرف بھی ان نسخوں میں بھی نسخے ہیں جو اسرائیلی حکومت کے زمانہ میں لکھے گئے اور ایسے بھی ہیں جو جلاوطنی کے زمانہ میں لکھے گئے اور ایسے بھی ہیں جو ولادت مسیح سے تقریباً تین سو سال پہلے لکھے گئے ان نسخوں کے زمانہ میں اور خلیل کے زمانہ میں سب سے پرانا فاصلہ ایک ہزار سال کا ہے۔

کاہنوں کی مساعی سے تورات کے اجزاء مکمل ہوئے

کاہنوں کے ان اجزار کی

جوان کے سامنے تھے مکمل کرنے کی کوشش کی اور متعدد خبروں کا مقابلہ کیا اور بعض خبروں سے بعض خبریں مکمل کیں چند مقامات پر ماخذوں کے متعدد آثار باقی ہیں جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ ان میں سیرت کی خبروں کے درمیان مقابلہ کیلئے کفایت ہے۔

سفر تکوین میں بئر سبع کی قدرے تفصیل ہے

چنانچہ سفر تکوین کی ۲۱ ویں اصحاح میں بئر سبع کی اس گفتگو سے جو خلیلؑ اور ابی مالک کے درمیان ہوئی ذرا تفصیل ملتی ہے۔ ابی مالک پوچھتا ہے "یہ سات دنبیاں کیا ہیں جن کو آپ نے ان کی انفرادیت کے حال میں قائم کیا ہے"؟ خلیل فرماتے ہیں: آپ میرے ہاتھ سے سات دنبیاں لے رہے ہیں تاکہ یہ میرے لیے کنواں کھودنے پر شہادت ہوں اسی لیے وہ جگہ بئر سبع کے نام سے پکاری گئی۔ سفر تکوین کی ۲۶ ویں اصحاح جگہ کے نام کی تفسیر کرتی ہے۔ اور اس دن یہ بات پیش آئی کہ اسحاقؑ کے غلاموں نے آکر انہیں اس کنوئیں کی خبر دی جو انہوں نے کھودا تھا اور آپ سے کہا ہم کو پانی مل گیا اسی لیے ان ساتوں نے اس شہر کو بئر سبع کے نام سے پکارا آج تک اس کا یہی نام ہے۔

انسان وحیوان کی پیدائش کا ذکر

اور پہلی اصحاح میں حیوان وانسان کی پیدائش کے بارے میں ہے پھر اللہ نے زمین کے وحشی جانوران کی جنسوں کی طرح بنائے اور چوپائے ان کی جنسوں کی طرح بنائے، اور زمین پر چلنے والے جانوران کی جنسوں کی طرح بنائے، اور اللہ نے دیکھا کہ یہ اچھا ہے اور اللہ نے فرمایا ہم انسان اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی طرح بنائیں گے اور وہ سمندر کی مچھلیوں پر، فضا کے پرندوں پر، مویشیوں پر، تمام زمین پر اور ان تمام جانوروں پر جو زمین پر رینگ کر چلتے ہیں غالب رہیں گے۔

آدمؑ کی پیدائش اور ان کی سکونت کا ذکر

دوسری اصحاح میں ہے اور اللہ نے آدمؑ کو زمین کی مٹی سے بنایا اور اس کی ناک میں زندگی کی روح پھونکی تو آدم ایک زندہ متنفس ہو گئے اور اللہ نے عدن میں مشرقی رخ پر ایک باغ لگایا اور وہاں آدمؑ کو رکھا جسے اس نے پیدا کیا تھا اور رب معبود نے زمین سے ہر دل پسند اور خوش منظر درخت جن کے پھل کھانے کے لیے عمدہ ہیں زمین سے اگائے اور وسط جنت میں

شجر حیات کو بھی۔

علاقی یا اخیافی بہن سے نکاح حرام ہے

اور لاویین کی سفر کی ۱۸ ویں اصحاح میں صراحت ہے کہ علاقی یا اخیافی بہن سے نکاح حرام ہے خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو یا گھر سے باہر صموئیل ثانی کی سفر کی تیرھویں اصحاح میں ہے کہ تامار اپنے بھائی امنون سے کہتی ہے اور اب فرشتہ نے کلام کیا کیونکہ وہ مجھے آپ سے نہیں روکتا

ماخذوں کے مقابلہ پر شارحین کے لمبے چوڑے بیانات

شارحین نے ماخذوں کے مقابلہ کے سلسلہ میں طول طویل بحث کی ہے خصوصاً ان ماخذوں کے سلسلہ میں جن میں جگہوں، ناموں اور عمروں کا ذکر ہے اس سباق میں ہماری توجہ کا مرکز ان کا وہ بیان ہے جو سیرت خلیل سے وابستہ ہے اور جس کے ذریعہ وہ مقابلہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ مثلاً بعض نسخوں میں خلیل اللہ کے وطن کا نام موجود ہے اور بعض میں نہیں چونکہ نسخوں میں مشابہت ہے اس لیے جن میں ذکر نہیں وہ ان سے ملحق کر دئے گئے ہیں جن میں ذکر ہے اسی طرح بعض نسخوں میں اسمٰعیل کی پیدائش سے قبل خلیل کی میراث کا عہد آتا ہے اور بعض میں نہیں۔

اَعلام کا قبائل پر اطلاق

اکثر شارحین کا خیال ہے کہ اَعلام کا اطلاق اشخاص و آثار کی طرح قبائل پر بھی ہوتا ہے یہیں سے ابراہیمؑ عبرانی ہیں اور آپ کے بھتیجے آرامی میں ذکر کئے جاتے ہیں یا ایک ہی اصل سے دو مختلف شاخیں پھوٹتی ہیں چنانچہ ایک قبیلہ بن میں شکار پر گذر کرتا ہے اور دوسرا دار اطلانہ کے آس پاس شہروں اور کھیتوں میں کام کرتا ہے بالعموم شارحین نے یہ بھی بتایا ہے کہ پچھلی کتابوں میں عمریں گھٹ گئی ہیں اور یہ بھی کہ ان کتابوں میں خواب میں وحی بیداری والی اور خطاب والی وحی سے عام ہے عنقریب ہم ان مقابلوں اور حاشیوں سے نتائج اخذ کرنے کی طرف لوٹیں گے جب سیرت کی مکمل تفصیلات کا ذکر کریں گے اور دینی کتابوں کے ماخذوں اور تاریخی حوالوں وغیرہ سے فارغ ہو جائیں گے۔

مشنا

توراۃ کے بعد اسرائیلی اہم مراجع اور ان کی تحقیقات

توراۃ کے بعد اسرائیلی اہم مرجع مشنا کی پرانی

کتابیں ہیں پھر مقرا کا درجہ ہے۔ کتابوں میں اسی کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں توراۃ کی قابل بھروسہ نصوص ہیں اور مشنا میں اذکار وغیرہ ہیں اسی مشنا سے اپنے سابق حال پر قائم تلمود نکلی ہے اس کلمہ (مشنا) کا مادہ مشنا بمعنی بکرر ہے عربی زبان میں اس کا ترجمہ مثنّٰی ہے یعنی دوسری بار لوٹائی گئی اب اس لفظ سے وہ بار بار پڑھا جانے والا کلام مراد ہے جو یاد کرنے کے لیے بار بار پڑھا جاتا ہے۔

منقولات مشنا کا مرجع

المشنا کے منقولات بابل میں جلاوطنی کے زمانہ کی طرف لوٹتے ہیں جب یہودی قبائل فلسطین سے جلاوطن کئے جانے کے بعد وہاں سکونت پذیر تھے۔

المشنا کیا ہے؟

المشنا توراۃ کی تفسیر اور اس کا حاشیہ ہے ان تفسیروں میں گرجوں کے مواعظ، علماء کی تاویلیں اور ان مفسرین کی شرحیں مذکور ہیں جو تعلیم میں مرتبۂ ریاست تک پہنچ گئے تھے۔

المشنا کا زمانہ

المشنا ولادت مسیحؑ کی دوسری صدی میں منحصر ہے اور یہ کتاب روایات یا متفرق شروحات پر اعتماد کرنے کے بعد جمع کی گئی ہے اس کا اکثر حصہ عبرانی عوامی زبان میں محفوظ ہے جسے گرجوں کے مواعظ اور علماء کی تقریریں سننے والے سمجھتے ہیں

المشنا کے مشمولات

جمع کے وقت یہ چھ اقسام پر مشتمل ہے جن میں ۶۳ فصلیں ہیں اور یہ فصلیں ۵۲۳ پر شامل ہیں جن میں بعد میں ایک حصہ بڑھا دیا گیا ہے اور اب اس میں ۵۲۴ حصے ہیں مذکورہ بالا حصوں چھ قسموں میں قسم زرع[۱]، قسم موعد[۲] قسم نساء[۳]، قسم عروض[۴] و تعویضات قسم المقدسات[۵] اور قسم طہارت[۶] شامل ہیں پہلی قسم میں مزروعات و محصولات اور ان کے معاملات ہیں دوسری قسم میں موسموں کے اور عیدوں کے اوقات ہیں

تیسری قسم میں نکاح وطلاق اور ان سے متعلقہ شخصی حالات ہیں چوتھی قسم میں ہر قسم کے معاملات وقضایا ہیں پانچویں قسم میں عبادات ہیں اور چھٹی قسم میں غسل وطہارت کے مسائل ہیں اور نجاستوں کو دور کرنے کے طریقے ہیں کیونکہ نجاستوں کی موجودگی میں دینی فرائض انجام نہیں دیے جاتے۔

التصافوت کی تحقیق

ان نئے زمانوں میں المشنا پر اسی کے باب سے کچھ کتابیں بڑھادی گئی ہیں جن کو التصافوت کہا جاتا ہے یہ کلمہ یصاف کے مادہ سے ہے اور بمعنی اضافات ہے یہ اضافے اکثر بارہویں صدی میلاد تک یورپین کاہنوں کے وضع کردہ ہیں۔

البراتیا یا البرانیہ کیا ہیں؟

المشنا میں تمام منقول روایات نہیں بلکہ کچھ احکام باقی رہ بھی گئے ہیں جو روایتوں سے نقل کئے جاتے ہیں اور البراتیا (البرانیہ) کے نام سے پہچانے جاتے ہیں

الجمارہ کیا ہے؟

قدیم المشنا کی تحقیق متفق علیہ احکام کے مجموعہ کے چن لینے پر ختم ہوتی ہے جسے الجمارۃ یعنی تکملہ کہا جاتا ہے۔

تلمودی تحقیق

اور المشنا اور الجمارۃ کی روایتوں سے تلمود کی کتابیں جمع ہوئی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں تلمود بابل اور تلمود فلسطین لیکن تلمود میں وہ تمام مسائل نہیں جو المشنا اور الجمارہ میں ہیں۔ بعض اسرائیلی منقولات المدراش یا الدراسات کے نام سے پکارے جاتے ہیں ان میں فقہاء کے اقوال اور نصوص ومحفوظات پر ان کے حواشی ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور مدراش رباہ ہے جس کا ہر سبق تورات کی پنجگانہ کتابوں میں سے کسی ایک کتاب پر گھومتا ہے یہ کتابیں چھٹی صدی مسیح میں مکمل ہوگئی تھیں اور ان کی اسنادیں جیسا کہ ان میں موجود ہے ایام خلیل تک پہنچتی ہیں لیکن یہودیوں کے نزدیک ان کے مراتب وطبقات ہیں بعض تو مستند اور قابل اعتماد ہیں اور تعلیمی قصوں اور وعظ والی مثالوں کے باب سے ہیں جن کو محض سبق حاصل کرنے کے لیے لایا گیا ہے اور ان سے تاریخ یا اعتقاد مقصود نہیں۔

کیا مدراش کی کچھ باتیں عربی زبان سے منقول ہیں

بعض جرمنی شارح جیسے جرنبوم (Grnnbam)

کا خیال ہے کہ ایسے بھی مدراش ہیں جن میں کچھ باتیں عربی زبان سے منقول ہیں لیکن مدراش والی روایتوں اور دوسری اسرائیلی روایتوں کے مقابلہ سے قریبی مشابہت معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی کہ یہ ہر حال میں غیر اسلامی مصادر میں سے ہیں۔ بلکہ جرنوم تو کہتا ہے کہ بعض عبارتوں میں تو لفظ بہ لفظ قرآن کریم کا ترجمہ ہے جیساکہ مدراش کی ایک کتاب میں ہے کہ اللہ نے فرمایا ٹھنڈک اور صبر میرے خادم ابراہیم کو مہیا کیا جانا چاہیے اور ایک ایسا کلمہ ہے جس کا ترجمہ صبر، راحت اور سلامتی کا ہے، ہم عنقریب ان تمام مسائل کی طرف ان کے مقامات پر اشارہ کرنے والے ہیں یہاں ہم اسالیب روایات میں سے ہر اسلوب کے لیے بطور نمونہ کے ضروری حوالوں پر قناعت کرتے ہیں اور اسرائیلی مصادر میں تدوین کے اسالیب میں سے ہر اسلوب پر بھی۔ اور ان سے ابتدا کرتے ہیں جو عہد طوفان سے سیرتِ خلیل سے متعلق ہیں۔

کیا خلیل وحبیب دیگر انبیاء کے بھی القاب ہیں؟

اسرائیلی کتابوں میں حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ کئی دوسرے نبیوں پر بھی خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے القاب کا اطلاق کیا جاتا ہے ایسے نبیوں میں مشہور حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت سلیمانؑ ہیں پچھلی کتابوں میں حضرت ابراہیمؑ کا لقب حبیب غالب ہے یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ گیارہویں اصحاح میں اس جملے (میرا حبیب میرے گھر میں ہے) سے ارمیا کا اشارہ آپ ہی کی طرف ہے۔

کہتے ہیں دنیا خلیل اللہ کی وجہ سے پیدا کی گئی

مدراش اور تعلیم کی بہت سی کتابوں میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ دنیا آپ ہی کی وجہ سے پیدا کی گئی اور یہ بھی کہ حضرت نوحؑ کے بیٹے صحیح راہ سے بھٹک گئے تھے اور انھوں نے بت پرستی اختیار کر لی تھی اور ابراہیمؑ کے دادا کا نام رو تھا انھوں نے اپنے بیٹے کا نام سیروج (یعنی لوگ بہت دور چلے گئے) رکھا وہ اس قسم کا نام تجویز کرنے میں حق بجانب تھے کیونکہ سروج کے جوان ہونے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا اس نے ناحور نام رکھا اور اسے جادو، علم نجوم اور بت پرستی سکھائی اور شیطان (مستیما) اپنے مددگاروں کو انسانوں کو بھا نسنے کے لیے بھیجتا تھا اور انہیں بیجوں پر چھوڑ دیتا تھا گویا وہ کوے ہیں تاکہ وہ

انہیں لکھا جائیں اور خراب کر دیں اسی لیے ناحور نے اپنے بیٹے کا نام تیرح یا تارح رکھا۔ کتاب الیوبیل کے جو ایک تعلیمی کتاب ہے شارحین لکھتے ہیں کہ اس معنی میں یہ اسم مخفف ہے لیکن اراحی کلمہ کی طرف لوٹتا ہے جس کے معنی مٹانے کے اور بدل دینے کے ہیں۔

خلیل اللہ کے والدین کا نام

اور تارح نے ایمتالی بنت کرناب سے نکاح کیا جن سے حضرت ابراہیم، پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش کی پیشین گوئی اور نمرود کا خونی قانون

علم نجوم کے ماہرین نے آپ کی پیدائش کی اطلاع دے دی تھی جس کی خبر نمرود کو بھی ہو گئی تھی نمرود نے اس سلسلہ میں اپنی قوم کے سرداروں سے مشورہ کیا انہوں نے مشورہ دیا کہ ہر لڑکا قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے اور لڑکیوں والی عورتوں کو تحفے تحائف اور بیش بہا انعامات دیئے جائیں تاکہ لوگ لڑکیوں کی پیدائش سے خوش ہوں۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش ایک غار میں ہوئی

تارح کو محسوس ہوا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے پھر جب اس نے حمل کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا تو بچہ اپنی ماں کے سینہ کی طرف چڑھ گیا آخر کار ماں کا پیٹ چپکا رہا اور اس میں حمل ظاہر نہ ہوا پھر جب دورِ وزہ ہوا تو یہ ایک غار میں چلی گئیں جہاں ابراہیم ؑ پیدا ہوئے اور آپ کی والدہ نے آپ کو اسی غار میں چھوڑ دیا اور آپ کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگتی رہیں۔

غار میں چھپے رہنے کی مدت

آپ اس غار میں ۱۳ سال تک رہے اور اس عرصہ میں آپ نے سورج نہیں دیکھا جیسا کہ بعض کتابوں کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غار میں اس سے کم مدت تک ٹھہرے اللہ تعالیٰ نے آپ کی نگرانی کے لیے جبرائیل کو بھیج دیا تھا آپ اپنی انگلیاں چوستے رہتے تھے جن سے دودھ نکلتا تھا اور غیر معمولی طور پر قبل از وقت بڑھتے جاتے تھے۔

خلیل اللہ نے کم سنی میں ہی اللہ کی معرفت حاصل کر لی اور توحید کا جھنڈا تھام لیا

جب آپ تیرہ سال

میں تھے تو آپ ایک رات غار سے باہر نکلے اور آپ نے تارے دیکھ کر خیال کیا یہ رب معلوم ہوتے ہیں پھر جب سورج نکل آیا تو فرمایا ان میں سے کوئی بھی رب نہیں رب اور سچا معبود تو وہی ہے جس کے ہاتھ میں ان کی گردش ہے اور جو انہیں چلا رہا ہے کہ کبھی انہیں ظاہر کر دیتا ہے اور کبھی چھپا دیتا ہے۔

سرعت نشوونما

بعض کتابوں میں ہے کہ آپ کی والدہ آپ کی پیدائش کے بیس دن کے بعد آپ کو اس جگہ ڈھونڈھنے نکلیں جہاں انہوں نے آپ کو چھوڑا تھا کہ اتنے میں انہوں نے راستہ میں ایک بڑا بچہ دیکھا پوچھا تم جنگل میں کیوں آئے؟ بچہ نے اپنا واقعہ انہیں سنایا اور خود کو پہچنوایا آپ کی والدہ ششدر رہ گئیں اور ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ کس قدر تیزی سے بچہ بڑھ رہا ہے اور ابھی اس کی پیدائش کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ باتیں کر رہا ہے آپ نے اپنی والدہ سے کہا بات یہ ہے کہ یہ اللہ کی قدرت ہے جو دیکھ رہا ہے اور دکھائی نہیں دیتا۔

حکومت کو والدہ کے ذریعہ توحید کی تعلیم

مذہبی روایتوں کو جمع کرنے والے یہودیوں کا خیال ہے کہ اللہ کی یہ صفت ایک عربی اصل سے منقول ہے جو اندلس کے یہودیوں کو معلوم تھی پھر جب عبرانی زبان میں یہ اصل نقل کی گئی تو اس کی تفصیلات میں اختلاف ہو گیا۔ غرضیکہ آپ کی والدہ کو مزید حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کیا نمرود کے علاوہ بھی کوئی معبود ہے؟ فرمایا ہاں اے اماجان ایک رب ہے جو آسمان وزمین کا رب ہے اور نمرود بن کنعان کا بھی رب ہے آپ جا کر نمرود کو یہ بات بتا دیں جو آپ نے مجھ سے سنی ہے۔

تارح نمرود کو اپنے بیٹے کی حکمت بھری باتوں کی اطلاع دیتا ہے

آپ کی والدہ نے اپنے شوہر تارح کو اس واقعہ کی اطلاع دی تارح شاہی امراء میں سے ایک امیر تھا یہ سلطان سے ملنے کے لیے جاتا ہے اور ملنے کی اجازت مانگتا ہے سلطان کی اجازت سے یہ اندر جا کر سلطان کے آگے سجدے میں گر جاتا ہے وہاں یہ دستور تھا کہ جب تک کسی کو سلطان سر اٹھانے کی اجازت نہیں

دیتا تھا اس وقت تک وہ سجدے ہی میں پڑا رہتا تھا پھر جب بادشاہ نے حکم دیا کہ سر اٹھا کر بات کرے تو تارح نے بادشاہ کے سامنے اپنے بیٹے کا واقعہ بیان کیا یہ واقعہ سن کر بادشاہ اور اس کے تمام درباری امراء اور وزراء گھبرا گئے پھر وہ گھبراہٹ پر قابو پاکر بولے ایک ناتواں و کمزور بچے سے کیوں گھبرایا جائے آپ کی حکومت میں اس جیسے ہزاروں بچے ہیں نمرود بولا کیا تم نے ایسا بچہ کبھی دیکھا ہے جو اپنی عمر کے بیسویں دن اس قسم کی باتیں کرے؟

بیس دن کے بچہ کی باتیں سنکر نمرود کی حیرت اور بچہ کے قتل کا وسوسہ

شیطان کو ڈر ہوا کہیں بادشاہ کے دل میں ایمان پیدا نہ کر جائے اس لیے وہ ان کے سامنے ظاہر ہوا اور اس نے ان کا خوف دور کیا اور بادشاہ کو اس بچہ کے قتل پر ابھارا چنانچہ بادشاہ نے اس بچہ کے قتل کے لیے رہنماؤں اور شہسواروں کا ایک دستہ مرتب کیا یہ لوگ اس غار کی طرف بڑھے جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ بچہ اس میں چھپا ہوا ہے کہ اچانک اس غار کے اور ان کے درمیان ایسے بادل چھا گئے کہ نگاہ ان کے ماوراء جاتی ہی نہ تھی اور یہ لوگ ڈر کر وہاں سے بھاگے اور وہاں ٹھہر نہ سکے۔

نمرود بچہ کے قتل پر قابو نہ پاسکا اور بابل کی طرف بھاگ گیا

پھر جب یہ دستہ ناکام ہو کر نمرود کے پاس لوٹا اور اس کے سامنے اس نے اپنے مشاہدات بیان کئے تو نمرود نے ان سے کہا اب اس علاقہ میں ہمارا ٹھہرنا ممکن نہیں اور نمرود اپنے شہر سے بابل کی طرف چلا گیا۔

حضرت ابراہیم کا بابل میں ورود اور توحید کی تبلیغ

پھر جبرئیل کے پروں پر بیٹھ کر ابراہیم ؑ بھی اس سے جا ملے اور آپ وہاں اپنے والدین سے بھی ملے پھر آپ نے دعوتِ توحید کا آغاز کیا۔ کہ یکتا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور جو آسمانوں کا اور تمام ربوں کا رب ہے اور نمرود کا بھی رب ہے اور آپ نے انہیں ڈرایا اور فرمایا کہ بت کی وجو شبیہ نمرود ہے اور جو لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے، عبادت چھوڑ دیں کیونکہ اس کا منہ تو ہے لیکن وہ بولتا نہیں اور

آنکھیں ہیں لیکن وہ دیکھتا نہیں اور کان ہیں لیکن وہ سنتا نہیں اور پیر ہیں لیکن وہ چلتا نہیں اور نہ وہ اپنی ذات کو فائدہ پہنچاتا ہے اور نہ کسی غیر کے کچھ کام آتا ہے۔ یہ سن کر آپ کے والد فوراً بادشاہ کے پاس جاکر اسے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بچہ نے چالیس دن کی مسافت ایک دن سے کم میں طے کرلی پھر ابراہیمؑ شاہی محل کی طرف رخ کرتے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے نمرود کا تخت ہلاکر اور کڑک کر اس سے کہتے ہیں اے بدبخت تو حق کا انکار کرتا ہے اور اللہ کو نہیں مانتا جو زندہ ہے اور سب سے بے نیاز ہے اور اس کے بندے ابراہیمؑ کو بھی مانتا جو اس کے گھر کا خادم و امین ہے نمرود ڈر جاتا ہے اور تارح کو حکم کرتا ہے کہ اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو اس کے وطن پہنچادے پھر مدراش و تفسیرات کی کتابوں سے دسیوں اسالیب سے ان واقعات کے سلسلہ میں جو بعد میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کی قوم کے درمیان اور آپ کے اور نمرود کے اور اس کے سرداروں کے درمیان پیش آئے، کثرت سے روایتیں آتی ہیں اور ان کے بارے میں بھی جو آپ کے اور بتوں کے کاہنوں کے درمیان پیش آئے۔ ان کی تفصیلات و استقصاء سے یہی مثالیں کافی ہیں ان میں بعض روایتیں مستند ہیں اور بعض قصوں اور اور عجائبات و نوادر کے باب سے ہیں۔

نوادرات و قصص ہمارے موضوع سے خارج ہیں

ان قصوں اور نوادرات کے پیچھے لگنا ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ تو ہزارہا صفحات میں بھی نہیں سما سکتے البتہ ہم ان میں سے وہ قصے ضرور بیان کریں گے جو اس کتاب کی غرض و غایت میں شامل ہیں اور جو وضع کرنے والوں کے انداز فکر پر دلالت کرتے ہیں یا متضاد ماخذوں کے مقابلہ کے وقت کار آمد ثابت ہوتے ہیں یا ان میں ان کی ادبی اور فنی قدرت کی وجہ سے ان کی وضع پر غور کیا جاتا ہے یا کسی خبر کی کسی دوسری ناقص صورت کا تکیہ ہیں۔

حضرت ابراہیم و نمرود کا ایک مناظرہ

مدراش ربّاہ میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے بت توڑ ڈالے تو آپ کے والد آپ سے سخت ناراض ہوئے اور آپ کو نمرود کے پاس لے گئے۔

نمرود آپ سے پوچھتا ہے: اگر آپ مورتیوں اور شبیہوں کی نہیں پوجتے تو پھر آگ کے پرستار کیوں نہیں بن جاتے؟

ابراہیمؑ: آگ کی پرستش سے پانی کی پرستش بہتر ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے۔

نمرود: تب تو پانی کی عبادت کیجیے۔

ابراہیمؑ: بلکہ پانی کی عبادت سے بادل کی عبادت بہتر ہے جس میں پانی ہوتا ہے۔

نمرود: اچھا تو بادل کی پرستش کیجیے۔

ابراہیم: غور کرنے پر ہوا کی عبادت بہتر ہے جو بادل پھاڑ دیتی ہے اور اسے فضا میں اِدھر سے اُدھر اڑائے پھرتی ہے۔

نمرود: پھر آپ ہوا کی پرستش کیوں نہیں کرتے؟

ابراہیم: ہوا سے انسان کی عبادت بہتر ہے جس کی سانسیں ہوا پر مشتمل ہیں۔ غرضیکہ تمام بات چیت کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عقل اس پر قادر ہے کہ خالق کی مخلوق میں غور کر کے خالق کو پہچانے اور بت پرستی سے لوگوں کو روک دے۔

حضرت ابراہیم پر طاقت کا استعمال

پھر جب نمرود آپ کو اپنا ہم خیال بنانے سے عاجز آجاتا ہے تو آپ کو قید کر دیتا ہے اور آپ سے طعام و شراب روک دیتا ہے۔ اسی حال میں آپ پر ایک سال گزر گیا اور پہرے دار کو یقین ہو گیا کہ آپ فوت ہو گئے اس نے آواز دے کر پوچھا اے ابراہیمؑ! کیا آپ زندہ ہیں اور اس نے آپ کا یہ جواب سن لیا ہاں میں زندہ ہوں۔ پھر بادشاہ نے آپ کی گردن اڑانے کا حکم صادر کر دیا مگر آپ کی گردن پر تلوار نے اثر ہی نہیں کیا پھر اس نے آپ کے لیے آگ جلوائی اور آپ کو اپنے کسی سپاہی کے حوالہ کیا کہ اسے آگ میں پھینک دے پھر جب وہ آپ کو آگ میں پھینکنے کے لیے آگ کے قریب آیا تو بھٹی سے ایک شعلہ نکلا جس نے جلاد کو جلا کر بھسم کر دیا اور آپ کے پاس بھی نہیں آیا پھر بادشاہ کے پاس سرداروں نے آپ کے بارے میں مشورہ کیا اور آپ کو آگ کے شعلوں کے ڈر سے دور سے گو پھینے کے ذریعہ آگ میں جھونکنے پر اور جلانے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور فرشتوں نے گڑگڑا گڑگڑا کر حق تعالےٰ سے آپ کی نجات کے لیے دعائیں مانگیں اللہ تعالےٰ نے اجازت دے دی کہ وہ آپ کی نجات کے لیے ہر ممکن کوشش کریں لیکن آپ نے بجز اللہ کے کسی دوسرے کی مدد قبول کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں آگ کے شعلے آپ کے حق میں گلاب و ریحان کے پھولوں کی سیج بن گئے

نمرود نے اسے آپ کا معجزہ نہیں مانا بلکہ آپ سے صاف کہہ دیا کہ یہ آپ کا جادو اور کرتب ہے لیکن امرا ر اور وزراء نے بادشاہ کو چھوڑ دیا اور وہ سب رب ابراہیمؑ پر ایمان لے آئے۔

خلیل اللہ کو آگ میں جھونکنے کا واقعہ تورات میں نہیں

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالے جانے کا ذکر

تورات میں نہیں ہے البتہ سِفرِ دانیال میں جو بابل کی خبروں کے سلسلہ میں ہے لکھا ہے کہ بنوخذ نصر تین صالح نوجوانوں پر غضب ناک ہوا کیونکہ انہوں نے سونے کی مورتی کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لیے وہ غیظ و غضب میں بھر گیا اور اس کا چہرہ متغیر ہو گیا یہ تین نوجوان شدرخ، میشخ اور عبدنغو تھے اور اس نے حکم دیا کہ بھٹی سات گنا گرم کی جائے اور اس کی فوج میں جو انتہائی قوی اور سخت گیر تھے انہیں حکم دیا کہ ان تینوں کو جکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ کی بھٹی میں ڈال دیا جائے پھر یہ لوگ اپنے پائجاموں، کرتوں، چادروں اور لباس میں باندھے گئے اور بھڑکتی ہوئی آگ کی بھٹی کے عین وسط میں ڈال دیئے گئے بھٹی کے شعلے انتہائی شدت پر تھے آگ کے ان شعلوں نے انہیں اٹھا کر پھینکنے والوں کو جلا کر راکھ کر دیا اور یہ اللہ والے جکڑے ہوئے بھٹی کے عین وسط میں جا گرے اس وقت شاہ بنوخذ نصر کی انتہا نہ رہی اور اس نے تیزی سے کھڑے ہو کر اپنے مشورہ دینے والوں سے پوچھا کیا ہم نے تین آدمیوں کو جکڑ کر آگ کے درمیان نہیں ڈالا؟ وہ بولے ہاں عالی جاہ آپ نے ڈالا بولا میں آگ میں چار شخص اترے ہوئے دیکھ رہا ہوں جو اس میں چل پھر رہے ہیں اور ان پر آگ کچھ بھی اثر نہیں کر رہی چوتھا شخص ابن الالٰہ کی شبیہ کا ہے پھر بنوخذ نصر بھڑکتی ہوئی آگ کی بھٹی کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور ان کو آواز دیتا ہے کہ اے شدرخ اے میشخ اور اے عبدنغو، اے سب سے بلند اللہ کے بندو آگ سے نکل کر میرے پاس آؤ چنانچہ وہ نکل آتے ہیں ان کے پاس سرداروں، حکام، پولس، امراء، وزراء اور عوام کا ٹھٹ کا ٹھٹ لگ جاتا ہے اور یہ سب انہیں دیکھتے ہیں جن کے جسموں پر آگ قادر نہ ہو سکی اور آگ نے ان کے سر یا جسم کا ایک بال بھی نہیں جلایا اور ان کے لباس میں ذرا تغیر نہیں آیا اور ان پر ذرا بھی آنچ نہیں آئی پھر بنوخذ نصر بولا کہ شدرخ میشخ، اور عبدنغو کا معبود برکت والا ہے جس نے اپنا فرشتہ بھیجا اور اپنے بندوں کو جنہوں نے اس پر بھروسہ کیا تھا چھڑا لیا۔

خلیل کے قصہ میں اور رشد رخ وغیرہ کے قصہ میں مشابہت

اس قصہ میں اور خلیل کے قصہ میں مشابہت ظاہر ہے اور اسے بابل میں دانیال کا سننا اس کی دلیل ہے کہ یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

کیا یوناثان سے قبل یہ قصہ مشہور تھا؟

لیکن بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ قصہ یوناثان بن عزبیل سے قبل جو بابلی زبان سے ناواقف تھا، غیر معروف تھا کیونکہ یہ لفظ اور کا صحیح معنی نہ سمجھ سکا کیونکہ کلدانی زبان میں اور آگ کو کہتے ہیں اور عبرانی زبان میں نور کو اس نے سمجھا کہ ابراہیم کو نجات اور کلدانین (کلدانیوں کی آگ) سے ملی۔

یہ قصہ تو پرانا ہے

لیکن شارحین یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یہ قصہ پرانا ہے اور مشنا کی تیسری قسم کے باب الفصحیات میں آتا ہے اور یہ قسم مواعید و مواقیت کی ہے اور یہ قصہ اصول و فروع کے اعتبار سے اس سے بلند ہے کہ اس کی بنا ایک کلمہ کے ترجمہ کی غلطی پر رکھ دی جائے خصوصاً اس کلمہ کی غلطی پر جسے ہر وہ یہودی جو اور شلیم کی رٹ رکھتا ہے اور اور اور شلیم کا معنی سمجھتا ہے اچھی طرح سمجھتا ہے یہ دونوں لفظ تو اسے بھی معلوم ہیں جو عبرانی سے قطعی ناآشنا ہو۔ قبیلہ میں اس کے مروج معنی دارالسلام کے ہیں خواہ یہ معنی صحیح ہو یا غلط۔

شابیرا کی رائے اور اس کی تردید

شابیرا کا خیال ہے کہ قصہ کعب احبار کا گھڑا ہوا ہے مگر اس شابیرا کے کسی قول کا اعتبار نہیں کیونکہ اس نے بعض دستاویزیں برطانوی عجائب گھر پر گھڑیں اور اس کی پول کھل گئی اور ۱۸۸۴ء میں روتردام میں اس نے اپنے جھوٹ کا اقرار بھی کر لیا۔ ظاہر ہے کہ یوناثان کا ترجمہ شروح ربانیین کی بہ نسبت مستند ہے اور ایسی نقل نہیں ہے جو نصوص تورات سے ملا دی گئی ہو۔

سریانی کنیسہ بھی اس کو ترجمہ کی غلطی نہیں مانتا

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سریانی کنیسہ جس کے پیروکار کلدان کے پرانے شہروں میں جو شام و عراق کے درمیان تھے رہا کرتے تھے اور جن کے باپ دادا سریانی (جو بعینہٖ آرامی زبان ہے) پڑھانے میں مشہور تھے، یہ بات ناقابل اعتبار سمجھتا ہے

کہ اس قصہ کا منشا ترجمہ کی غلطی ہے بلکہ سریانی کنیسہ سالانہ نجات خلیل کا دن بھی مادہ کانون ثانی (جنوری)

کی ۲۵ویں تاریخ کو مناتا ہے۔

راجح ترین قول

پھر انتہائی راجح یہ ہے کہ یہودی مدراش وغیرہ کے قصوں کی روایات میں عربی لٹریچر کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ آغاز اسلام سے لے کر تیسری صدی ہجری تک اسلامی ممالک ہی میں رہتے تھے اور ان کی شریعت میں ان کے تقریباً تمام فقہی مباحث مسلمان علمائے کلام کے مباحث سے ماخوذ ہیں اور قریب قریب عربی زبان ہی ثقافتہ علیا اور ثقافتہ عامہ میں ان کی واحد معتمد علیہ زبان ہے حتیٰ کہ وہ بھی کبھی عبرانی حرفوں میں عربی لکھا بھی کرتے تھے۔

بعض مستشرقین نے اسلامی مصادر سے جو علتیں پیدا کی ہیں ان سے احتیاط

بہرحال ان تمام علتوں سے احتیاط واجب ہے جن سے بعض مستشرقین اسلامی عربی مصادر کی طرف خبروں کی نسبت کے سلسلہ میں سند پکڑتے ہیں

اس قسم کی علت کا ایک نمونہ

ان علتوں کی مثالوں میں سے ایک مثال یہ بھی ہے کہ بعض لوگ مدراش کے ان قصوں کو جو یہ بتاتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے ابراہیمؑ کو پانی کا چشمہ بتایا تاکہ عبادت سے پہلے اس میں غسل کریں اسلامی مصادر کی طرف لوٹا دیتے ہیں کیونکہ تمام دینوں میں عبادت سے پہلے غسل ایک پرانا دستور چلا آرہا ہے اور یہ اسلامی وضو ہی پر منحصر نہیں ہے کہتے ہیں لفظ صابئہ سابجہ سے تعریف کیا ہوا ہے کیونکہ اس فرقہ کے نزدیک اکثر عبادتوں سے پہلے غسل فرض ہے۔ (سابجہ یعنی وہ فرقہ جو غسل کے لیے پانی میں تیرتا ہے۔

مصادر عربیہ اور مصادر اسلامیہ میں فرق کرنا ضروری ہے

بہت سی روایتوں میں مصادر عربیہ اور مصادر اسلامیہ میں امتیاز کرنا ضروری ہے کیونکہ عربی مصدر اسرائیلی بھی ہوسکتا ہے جسے تاریخ اسلام سے کوئی تعلق نہیں

زبانوں میں اختلافات کی مشہور علت

نمرود خلیل کے بارے میں مشہور ترین روایت سے وہ واقعہ بھی ہے جس کو قوموں میں زبانوں کے اختلافات کی علت قرار دیا جاتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے معبود سے لڑنا چاہا چنانچہ ایک انتہائی اونچی عمارت بنوا کر اس پر چڑھا تاکہ اللہ سے جو آسمان پر ہے مقابلہ کرے پھر وہ آسمان کی طرف تیر چلانے لگا حتیٰ کہ ایک تیر آسمان سے خون میں لتھڑا ہوا واپس آیا وہ سمجھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا لیکن وہ فوراً ہی معہ آدمیوں کے زمین پر گر گیا کہ یہ لوگ گرنے کے بعد چیخ رہے تھے اور ایسی غوں غوں کر رہے تھے جسے سمجھتے نہ تھے کیونکہ ان پر اوپر سے بجلی کے ایسے تیر پھینکے گئے تھے جنہوں نے اس کی عمارت کی بنیادیں ہلا دی تھیں یا اس کے ستون اکھاڑ پھینکے تھے اور انہیں ایک ایسی بے قراری اور اضطراب میں چھوڑ دیا تھا کہ وہ حیران و سرگرداں تھے اور انہیں یہ بھی ہوش نہ رہا تھا کہ کیا کریں اور کیا کہیں؛ اور سامعین سے جو کچھ کہا جاتا یا ان کے لیے جو کچھ کیا جاتا تو سامعین اسے سمجھنے سے قاصر تھے راویوں کا کہنا ہے کہ اسی بنا پر جہاں وہ عمارت بنائی گئی تھی اس جگہ کا نام بابل پڑ گیا جو تبلبل الالسنۃ زبانیں مل گئیں یعنی گڈمڈ ہو گئیں۔ سے بنا ہے۔

کتب مدراش کے واقعات میں بڑا اختلاف ہے

کتب مدراش اور ان کے حواشی میں جو واقعات ہیں ان میں سے کسی ایک پر بھی اتفاق شاذو نادر ہی ہے بلکہ اکثر اسماء اور علم متعدد روایتوں سے مروی ہیں اسی باب سے یہ ہے کہ ان روایتوں میں سارہ کا نام اسکاح ر Ischa بھی آتا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ نظر سے لیا گیا ہے اسی طرح نواسویں مزمور میں ابراہیم، اور ایثان ازاحی کو ایک ہی بتایا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ اسے خلیل اللہ کی شرکت سے حضرت داؤد نے لکھا تھا۔

ابراہیم اور ایثان ازارحی کے ایک ہونے کی دلیل

یہاں دونوں اسموں کے ایک ہونے کی خاص دلیل ہے وہ یہ کہ ایثان ازارحی زارح

کی طرف منسوب ہیں اس میں شروع ہمزہ بڑھا دیا گیا ہے کیونکہ عربوں کی عادت ہے کہ ساکن حرف پر بولتے وقت ہمزہ بڑھا دیا کرتے ہیں اور کبھی جا اور یا نسبت کے لیے بھی آتی ہے جیسے مصری کو مزراحی بھی کہتے ہیں اس صورت میں ایشان آذر کی طرف منسوب ہوئے اور آزر وہی نام ہے جو قرآن میں مذکور ہے جیسا کہ اسلامی حوالوں میں آرہا ہے۔

زارح، زارع، تارح اور آزر ایک ہی ہیں

دیکھئے زارح، زارع اور تارح قریب قریب ہیں اور اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ تارح کے نام کو اس غلہ سے خاص تعلق ہے جو پکنے سے پہلے چن لیا جائے اس صورت میں اسم آزر کو پڑھنے کی گنجائش بھی نہیں کیونکہ قدیمی الفاظ میں قدرے اختلاف ناقابل التفات ہوتا ہے یونانی اور عیسائی مورخ یوسبیوس لکھتا ہے کہ ابراہیم خلیل کے باپ کو آثر کے نام سے پکارا جاتا ہے بعض کا خیال ہے ران میں سنکلر تسدیل، مصادالاسلام کتاب کا مصنف جو اسلام کے حق میں انتہائی متعصب ہے، بھی شامل ہے، کہ قدیمی پارسی زبان اس اسم کا مادہ ہے جس کے معنی آگ ہیں

مدراشی کتب کا ایک اور اختلاف

مدراشی خبروں کے اختلافات میں سے جن کا تعلق تاریخ سے ہے ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ بعض مصنف مدراش خلیل اللہ کو عالم نجوم نہیں مانتے اور قدمائے ربلیین کی رجحن کا گمان ہے کہ آپ اپنے دل میں فلکی زائچہ اٹھائے رہتے تھے اور مشرق و مغرب کے بادشاہوں کے بارے میں پوچھنے والوں کو غیب کی باتیں بتاتے رہتے تھے، سخت تردید کرتے ہیں چنانچہ صاحب مدراش رباہ لکھتا ہے کہ آپ نبی ہیں منجم نہیں۔ اور یہ مدراشی روایات تاریخ سے مل جاتی ہیں چنانچہ مشہور اسرائیلی مورخ یوسیفوس لکھتا ہے کہ خلیل نے علم نجوم مصر میں سیکھا بابل میں نہیں اور دلیل میں ارتبانوس کا یہ قول پیش کرتا ہے کہ آپ مصر میں بیس سال ٹھہرے اور کہانت علم الافلاک اور طوالع نجوم کے اسرار سے خوب واقف ہو گئے اور ایک دوسرے قصہ میں جسے یوسیفوس نے ذکر نہیں کیا ہے مذکور ہے کہ خلیل اللہ ہی نے مصریوں کو علم الافلاس اور علم نجوم سکھایا دیہ سب خرافات ہے خلیل اللہ صرف اللہ کے برگزیدہ رسول تھے اور کچھ نہ تھے۔

کتب مدراش میں خلیل کے اوصاف جمیلہ پر اتفاق

لیکن تمام کتب مدراش کا اس پر

اتفاق ہے کہ آپ صفت سخاوت کرم اور مخلوق پر صفت مہربانی سے خواہ انسان ہوں یا حیوان متصف تھے اس سلسلہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک سچے شخص سے پوچھا کہ تم نوح کی کشتی سے صحیح سالم کیسے اترے؟ بولا اس نیکی کی بدولت جو ہم نے انجام دی تھی پوچھا تم نے کشتی میں کون سی نیکی انجام دی تھی؟ کیا کشتی میں کوئی فقیر تھا جس کے ساتھ تم نے حسن سلوک کیا تھا؟ اور حضرت نوحؑ نے کشتی میں اپنے بیٹوں کو بھی سوار کیا تھا کیا ان میں کوئی فقیر تھا؟ بولا بلکہ ہمارے ساتھ جانور اور پرندے تھے اور ہم جب تک انہیں کھلا پلا نہیں دیتے تھے سوتے نہ تھے۔

حضرت ابراہیمؑ جب تک زندہ رہے فقرا کی خیر خبر لیتے رہے اور انسان وحیوان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہے آپ کا دروازہ ہر وقت مہمانوں کے لیے کھلا رہتا تھا اور آپ صبح کا یا شام کا کھانا کھاتے نہ تھے جب تک صبح وشام کے آنے جانے والوں میں سے کسی کو بلا نہ لیتے تھے تاکہ اس کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں۔ یہ صحیح نظر و فکر سے جو حسد سے خالی ہو اور پرسکون دل سے اور مطمئن نفس سے بڑھ کر کوئی نشانی نہیں جو آپ تک صدق نسب پر دلالت کرتی ہو۔

خلیل اللہ کی شفاعت کا زعم

مدراش اباہ میں مذکور ہے کہ ابراہیمؑ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے اور آپ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اور جہنم میں کسی اسرائیلی کو جو مختون ہے نہ چھوڑیں گے اور اگر کسی اسرائیلی کے گناہ عظیم ہوں گے اور وہ توبہ سے بھی محروم رہ جائے گا تو وہ جہنم میں مختون داخل نہ ہو گا بلکہ اس کے لیے ان بچوں کا غلاف چڑھا دیا جائے گا جو ختنہ کئے جانے سے قبل فوت ہو گئے تھے اور تمام یہودیوں کے لیے نعمت بخشش یہ صحیح ہو جائے گی۔

سارہ میں اختلاف

خاص طور سے مشنا میں سارہ کے سلسلہ میں اخبار نوادرات کا بہت بڑا حصہ ہے اور ان میں کوئی خبر بھی بڑے اختلاف سے خالی نہیں کہیں تو آپ کو خلیل کی علاتی بہن بتایا جاتا ہے اور کہیں آپ کے اس بھائی کی بیٹی بتایا جاتا ہے جو آپکی ہجرت کنعان سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا۔

کیا سارہ نبیہ تھیں

سارہ ہی وہ واحد خاتون ہیں جن سے اللہ نے خطاب فرمایا آپ نبیہ ہیں اور غیب کی باتیں بتاتی ہیں آپ نے اللہ سے

دعا فرمائی تھی کہ حق تعالیٰ ابراہیمؑ کی اولاد کو ہر قسم کی مصیبت و سختی سے محفوظ رکھے لیکن اولاد ابراہیمؑ نے سنتوں کی مخالفت کی اور ضعف یقین کی وجہ سے بار ہا مصائب میں پھنسی۔

سارہ ایک نہایت حسین خاتون تھیں

کبھی کوئی عورت سارہ جیسی حسین نہیں پیدا ہوئی دنیا کی انتہائی حسین خاتون سارہ کے مقابلہ میں ایک مسخ شدہ بندریا معلوم ہوتی تھی (انسان کی شان میں یہ لفظ لائق نہیں) آپ کی خوبصورتی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ آپ کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔

ایک غلط قصہ جو خلیل کے سلسلہ میں ہے

ایک دفعہ یہ مقدس طائفہ کسی پل سے عبور کر کے مصر جا رہا تھا آپ نے حضرت سارہ کا عکس پانی میں دیکھا اور آپ کو فرعون اور اہل مصر کی طرف سے ان کے حسن کی وجہ سے ڈر ہوا اور جب آپ مصر کی سرحدوں سے گذرے تو آپ کو صندوق میں چھپا دیا۔ چنگی والوں نے پوچھا کہ اس صندوق میں کیا ہے آپ نے جو بتائے (یہ صریح جھوٹ ہے جو نبی کی شان اقدس کے خلاف ہے) چنگی والوں نے کہا ہم تو گیہوں کے چنگی لیں گے فرمایا مجھے منظور ہے جو چاہو لو پھر کہنے لگے ہم روئی کی چنگی لیں گے فرمایا مجھے یہ بھی منظور ہے اس پر انہیں شک ہوا اور بولے سونے کی چنگی لیں گے آپ نے یہ بھی قبول فرمالی اس پر چنگی والوں کا شک یقین سے بدل گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے اور انہوں نے زبردستی صندوق کھول کر دیکھا تو اس خاتون کے رخ انور کا نور دور دور تک پھیل گیا جس سے فرعون کی آنکھیں چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔

فرعون کی ناجائز جسارت

پھر جب فرعون نے آپ کے قریب آنا چاہا تو آپ کے پہرے دار فرشتہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا پر مارا جب جب وہ ہاتھ پھیلاتا فرشتہ اس کے ہاتھوں پر اپنے پر مارتا اور جب جب وہ آپ کی طرف قدم اٹھاتا فرشتہ اس کے پیروں پر پر مارتا جس سے وہ جذام و نامردی کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور اسے (خواب میں) اللہ کی طرف سے ڈرایا بھی گیا کہ تجھ میں اور تیری

قوم میں وبا پھیل جائے گی اگر سارہ ابراہیمؑ کو لوٹائی نہ گئیں۔

سارہ کے بانجھ پن کی توجیہہ

بعض مدراش میں آپ کے بانجھ پن کی توجیہہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت ان کی دعائیں سننا محبوب تھا دوسری مدراش میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں رحم ہی سے محفوظ فرمایا تھا یعنی قدرتی طور پر ان کے رحم نہ تھا اور بہت سے حاشیوں میں ہے کہ جس دن حضرت اسحٰقؑ کی ختنہ ہوئیں اس دن آپ نے سو بچوں کو دودھ پلایا تھا۔

کیا فرعون یوسف اور فرعون ابراہیم ایک ہی شخص تھا؟

اور بعض حواشی سے معلوم ہوتا ہے گویا فرعون ابراہیم و فرعون یوسف ایک ہی شخص تھا پھر جب فوطیفار نے فرعون سے شکایت کی کیونکہ فرعون نے اس کے غلام کو جو اس نے بیس دینار میں خریدا تھا مصر کا حاکم بنا دیا تھا یعنی یوسف صدیق کو۔ تو یوسفؑ نے کہا کہ اس دن آپ نے بہت بڑا گناہ کیا تھا جس دن آپ نے آل سام کے ایک امیر کو غلاموں کی طرح قیمت دے کر خریدا تھا قیمت سے تو کنعان کے بیٹے خریدے جاتے ہیں اور اگر آپ کو میرے نسب پر دلیل چاہیے تو وہ مورتی دیکھ لیجئے جو فرعون نے میری دادی سارہ کے لیے بنائی تھی اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میرے اور میری دادی کے درمیان کس قدر مشابہت ہے پھر لوگ اس مورتی کو لائے تو اس میں اور یوسف میں بہت قریبی مشابہت تھی۔

سارہ کے والد میں اختلاف

حضرت سارہ کا باپ کبھی تو حاران اور کبھی تارح بتایا جاتا ہے۔ حاران کے سلسلہ میں اقوالِ حواشی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آگ میں جل گیا تھا جب اس کے قریب آیا تھا کیونکہ وہ اللہ کی قدرت کا امتحان لینے کے لیے اس کے قریب آیا تھا اور تارح کے سلسلہ میں اقوال حواشی بتاتے ہیں کہ وہ اس وقت فوت ہوا جب اسحاق نے اپنی عمر کے پینتیسویں سال میں قدم رکھا تھا۔

تارح کے بارے میں مشہور روایت

تارح کے سلسلہ میں مشہور روایت یہ ہے کہ وہ ایک بت تراش تھا اور

بت پرستی کی گمراہی سے ابراہیم ؑ واقف ہو گئے تھے کیونکہ آپ اپنے باپ کو بت بناتے ہوئے اور انہیں درست کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے اور آپ خود اپنے والد کے لیے بت بیچا کرتے تھے اور بتوں کے خریداروں پر ہنسا کرتے تھے کہ وہ کس دلیل سے کل کے تراشے ہوئے بتوں کو پوجتے ہیں حالانکہ ان میں پچاس سال سے زیادہ عمروں کے بھی تجربہ کار خریدار تھے۔ آپ کے بھائی ناحور کا ایک بت تھا جس کا نام زیوکس اور اس کے پہلو میں جو بت تھا اس کا نام جوآف تھا زیوکس سونے کا تھا اور جوآف چاندی کا اور دیگر بت لکڑی یا مٹی یا پتھروں کے تھے۔

بت خانہ میں آگ لگنے سے توحید پر استدلال

ایک دن آپ نے دیکھا کہ بت جل رہے ہیں آپ اپنے والد سے کہنے لگے ابا جان، تمہارے بتوں سے زیادہ تو آگ ہی عبادت کی جانے کی حقدار ہے کیونکہ آگ بتوں کو جلا رہی ہے لیکن میں پھر بھی آگ کو معبود نہیں مانتا کیونکہ اسے پانی بجھا دیتا ہے اور نہ میں پانی کو معبود مانتا ہوں کیونکہ اسے زمین چوس لیتی ہے اور نہ میں زمین کو معبود مانتا ہوں کیونکہ اسے سورج خشک کر دیتا ہے اور نہ سورج کو معبود مانتا ہوں کیونکہ اندھیرا اسے چھپا لیتا ہے اور نہ میں چاند تاروں کو جو اندھیرے میں چمکتے ہیں معبود مانتا ہوں کیونکہ انہیں دن کی روشنی چھپا لیتی ہے۔ معبود تو جو ہر چیز پر قادر ہے وہی ہے۔ جو سورج، چاند، کواکب، زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق ہے اور میرا بھی خالق ہے جس نے مجھے روشن حق دکھا دیا ہے لیکن باپ نے آپ کی باتوں پر واہ نہیں کی پھر آپ نے اپنی والدہ کے پاس جا کر کہا کہ بتوں کے لیے کھانا تیار کر دیں پھر بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور بڑے بت کے ہاتھ میں کلہاڑی دے دی۔ باپ نے جو ٹوٹ پھوٹ کی آواز سنی تو دوڑ کر گیا اور پوچھا کس نے ان پر یہ آفت ڈھائی فرمایا اس (بڑے) نے ان کا یہ حشر بنایا ہے اور اب تک اس کے ہاتھوں میں کلہاڑی ہے باپ نے کڑک کر کہا تو جھوٹا ہے بھلا یہ بت (جو بے حس و حرکت ہے) کیسے انہیں توڑ سکتا ہے آپ بولے اے ابا جان آپ پر مجھے انتہائی حیرت ہے آپ ان عاجزوں کو پوجتے ہیں جو نہ نقصان پر قادر ہیں اور نہ نفع پر پھر آپ نے کود کر بڑے بت سے کلہاڑی لی اور اس پر کلہاڑی چلا کر اسے بھی زمین پر گرا دیا اور باپ کے سامنے سے بھاگ کر چلے گئے۔

سفر تکوین صغیر سے آخری اقتباس

اب ہم اسرائیلی روایتوں کے اقتباسات کو سفر تکوین صغیر کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں کہتے ہیں اس کتاب میں تواریخ پیش کرتے ہیں کافی تحقیق سے کام لیا گیا ہے اور صحیح صحیح سال لکھے گئے ہیں اور بیان میں اعتدال مدنظر رکھا گیا ہے اور مبالغوں سے اور تشبیہات و ثمنیہ سے پرہیز کیا گیا ہے، تکوین صغیر سے ہماری مراد کتاب الیوبیل ہے یہ کتاب کہتی ہے کہ حضرت نوح سرزمین کلدانین میں ۱۶۵۰ء قبل از میلاد فوت ہوئے اور تیرح یا تارح (پدر ابراہیمؑ) ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوا اور اس کی بیوی کے حضرت ابراہیمؑ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور آپ کا نام اپنی نانی ملکہ کے باپ کے نام پر ابرام رکھا گیا یہ تاریخ تاریخ پیدائش کے سالوں کے حساب سے ہے۔

اخبار و حواشی میں اقسادم

ان اخبار و نوادرات سے سینکڑوں حواشی اور تفسیریں ٹکراتی ہیں زیادہ تر یہ خبریں ان ساتوں جلدوں میں ہیں جن میں یہودیوں کی مذہبی روایتیں جمع کر دی گئی ہیں اور ہم اوپر ان کی طرف اشارا بھی کر آئے ہیں۔ اور ان کے ماسوا ہر روایت اسی کے باب سے ہے۔

روایات پر ہماری رائے

ہم سب کے نزدیک ان روایتوں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ روایتیں از راہ سمع متواتر ہیں پچھلے پہلوں سے نسلاً بعد نسل نقل کرتے چلے آتے ہیں ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لکھی ہوئی نصوص پر خصوصاً نصوص تورات پر اعتماد کیا گیا ہے یا نہیں؛ کیونکہ تورات کی نصوص کبھی تو ان نصوص کے خلاف ثابت ہوتی ہیں اور ان کی ضد ثابت ہوتی ہیں اور ان میں بلاشبہ ایسی بھی روایتیں ہیں جو اپنی وضع و روایت میں مؤخر ہیں لیکن قدیم و ثابت روایتوں پر اٹھائی گئی ہیں اور نہ کوئی نئی بات ثابت کرتی ہیں اور نہ کسی بات کا انکار کرتی ہیں لہٰذا ان کے ماوراء اصل مکتوب کے علاوہ کوئی اصل منقول ضرور ہوگی اور عہد قدیم کی نصوص ہی وہ واحد اصل نہیں جن پر ان تعلیقات و حواشی کا مدار ہے۔

عیسائی حوالجات

عیسائی حوالوں کے مشمولات یا عہد جدید

گرجوں میں عیسائی متفق علیہ حوالجات میں چاروں انجیلیں اور ان سے ملحق رسولوں اور حواریوں کے اقوال شامل ہیں یہ سب عہد جدید کے نام سے مشہور ہیں ان کتابوں سے سیرت خلیل میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا اور جیسی سفر تکوین میں اور عہد قدیم کی بعض کتابوں میں سیرت آتی ہے ویسی ہی رہتی ہے لیکن ان سے دعوتِ خلیل کے تدریجی اہم دور سامنے آجاتے ہیں جن کو یہودیوں نے زمانہ میلاد میں اپنا لیا تھا۔

تدریجی ادوار تین بڑے مسئلوں پر شامل ہیں

یہ تدریجی اور اہم ادوار بڑے بڑے دینی مسائل کے تین بڑے مسئلوں میں ظاہر ہوتے ہیں یعنی زندگی بعد الموت، پسندیدہ لوگوں کے لیے اللہ کا وعدہ اور قومیت یا انسانیت سے ان کا تعلق اور تیسرا شعائر کا مسئلہ اور ان شعائر کا روحانیات وجسمانیات سے تعلق

صدوقی زندگی بعد الموت کے منکر تھے

زمانہ میلاد میں یہودیوں کی ایک بڑی جماعت تھی جسے صدوقین کہتے تھے اور جو زندگی بعد الموت کی تھی کیونکہ اسے پنجگانہ کتابوں میں قیامت پر کوئی صریح دلیل نہیں ملتی تھی۔ یہودیوں کی دوسری جماعتیں ثواب وعذاب پر اجمال یقین رکھتی تھیں اور ان کی تفصیلات سے نابلد تھیں اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہ تھی جس پر سب کا اتفاق ہو۔

ہاویہ وغیرہ کی تعبیر و تحقیق

یہ لوگ بدترین لوٹنے کی جگہ کی تعبیر ہاویہ رشیول) میں جانے سے کیا کرتے تھے اور رضا کی تعبیر اس طرح کیا کرتے تھے کہ مرنے والا اپنی قوم میں جا ملا یا اپنی قوم میں شامل ہوگیا اور اس کے ساتھ جمع ہوگیا اور ان کے اذہان میں قوم کے وجود کا مخفی تصور، عالم دنیا کے علاوہ کسی اور عالم میں بھی ہوتا تھا۔

یہودیوں میں آخرت کا اور روح کی بقا کا تصور

آخرت کے دن کے بارے میں

فلسطین کے یہودیوں میں مصریوں کے عقاید پھیل گئے تھے کیونکہ یہ لوگ اسکندریہ اور اسکندریہ کے باشندے فلسطین آتے جاتے رہتے تھے اس وقت دنیا میں ثقافت ومباحثہ کے لیے اسکندریہ کے کالجوں سے بڑے کہیں کالج نہ تھے حتی کہ روما، ایتھنا اور مشرقی شہروں میں بھی جن کی اب سے پہلے علم وفن اور حکمت وفلسفہ میں ایک امتیازی شان تھی اسی طرح ان میں روح کے دوام کے بارے میں یونانی فلاسفہ کے عقاید پھیل گئے تھے اور روح اور فانی جسم میں ان کے نزدیک یہی عقیدہ فارق تھا کہ روح باقی رہنے والی ہے اور جسم فنا ہو جانے والا۔

عالم آخرت کا ایک نیا تصور

پھر جب دعوت مسیح نے جنم لیا تو اس نے عالم آخرت کا ایسا تصور پیش کیا جو یہودیوں کی کتابوں میں موجود نہ تھا لیکن یہ ایک ایسا تصور تھا کہ اس پر یہودیوں کو اعتراض کی گنجایش نہ تھی کیونکہ یہ تصور دعوت ابراہیمیہ کے ایک قاعدہ پر قایم تھا۔

زندگی بعد الموت کی ایک تمثیل

چنانچہ زندگی بعد الموت کے سلسلہ میں حضرت مسیح نے ان کے سامنے ایک مثال پیش کی کہ آخرت میں عازر ابراہیمؑ کی گود میں دیکھے گئے اور مالدار شخص ہادیہ میں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ایک مالدار شخص تھا جو سرخ سوتی زیش بہا، لباس پہنا کرتا تھا اور عیش وعشرت کی زندگی گذارا کرتا تھا اس کے دروازے پر ایک فقیر پڑا رہتا تھا جس کے بدن پر پھوڑے تھے یہ بیچارہ اس کے دسترخوان کے ریزے چن چن کر اپنا پیٹ بھر لیا کرتا تھا اس کے زخموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی حتی کہ کبھی کبھی کتے بھی آ کر اس کے زخم چاٹ جایا کرتے تھے آخر کار یہ مرگیا اور فرشتوں نے اسے اٹھا کر حضرت ابراہیمؑ کی گود میں جا ڈالا اور مالدار نے مرکر اپنی آنکھیں ہادیہ میں بلند کیں اور عذاب میں مبتلا ہو گیا اس مالدار نے ابراہیمؑ کو عازر (فقیر) کو گود میں لیے ہوئے دور سے دیکھا اور آواز دے کر کہا ابراہیمؑ! مجھ پر رحم فرمائیے اور عازر کو میرے پاس بھیج دیجیے تاکہ وہ اپنی انگلی کا پورا پانی میں بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کر دے کیونکہ میں اس شعلہ میں عذاب میں مبتلا ہوں حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا بیٹا: یاد کر تجھے تیری نعمتیں دنیا میں پوری پوری مل گئیں اور عازر دنیا میں پوری پوری مصیبتوں کا شکار رہا اب یہاں وہ آرام سے ہے اور تجھ پر عذاب ہے اور اس نے اوپر ہمارے اور تمہارے

درمیان ایک انتہائی گہرا گڑھا ہے جو قائم کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ادھر سے اُدھر یا اُدھر سے اِدھر عبور کرنا چاہے تو یہ اس کے امکان میں نہیں وہ بولا اچھا تو ابا جان میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے میرے والد کے گھر بھیج دیں کیونکہ وہاں میرے پانچ بھائی اور ہیں تاکہ میں یہاں کی تکلیف کی کہانی انہیں سنا دوں تاکہ وہ تو اس عذاب سے بچ جائیں حضرت ابراہیمؑ اسے جواب دیتے ہیں ان کے پاس موسیٰؑ اور دیگر انبیاء ہیں وہ ان سے یہاں کی خبریں سن لیں وہ عرض کرتا ہے نہیں نہیں اے ابراہیمؑ اے پیارے والد بلکہ اگر ان کے پاس ایک مردہ پہنچ جائے تو وہ گناہوں سے باز آ جائیں گے آپ جواب دیتے ہیں اگر وہ موسیٰؑ کی اور دوسرے نبیوں کی باتیں نہیں سنتے تو اگر مردہ بھی ان کے پاس جائے گا تو وہ اس کی بھی تصدیق کرنے والے نہیں (انجیل لوقا ۱۶ ویں اصحاح) شارحین کہتے ہیں یہ وعظ بطور خبر کے بھی ہو سکتا ہے اور بطور مثل کے بھی کہ حضرت مسیحؑ نے ایک ایسے قصہ سے تمثیل پیش کی ہو جو ان میں مشہور تھا۔

عازر اصل میں کیا تھا!

لائتھر کلارک شارح تورات و انجیل لکھتا ہے کہ عازر کا نام لیعازر ہے جس کا معنی ایل آزر یعنی اللہ نے اس کی مدد کی ہے اور عازر ان اسماء میں سے ہے جو مجہول ہیں اور مثالوں میں بیان کئے جاتے ہیں (جیسے زید، عمرو وغیرہ) اسی جیسا ایک واقعہ حضرت ابراہیمؑ کے کلام میں ان کے گھر کے خادم کے بارے میں گذر چکا۔ کلارک لکھتا ہے کہ مصر کی مذہبی روایتوں میں بھی اسی کے مشابہ ایک قصہ ہے کہ نیک حضرت ابراہیمؑ کی گود میں گیا اور بد ہاویہ میں ہو سکتا ہے کہ یہ فلسطین کے یہودیوں میں بھی مشہور ہو حضرت مسیحؑ کی مثالوں میں بجز اس اسم علم کے کسی مثال میں بھی اسم علم نہیں۔ بہرحال شارحین کے جس قول پر بھی اعتماد کیا جائے ٹھیک ہے مگر اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ انسان کی دوسری زندگی بھی ہے جس پہ ثواب و عذاب اس مخصوص صفت سے مرتب ہوتا ہے بلاشبہ یہ ایک جدید معنی ہے اور اس جیسا معنی عہد قدیم کی کتابوں میں موجود نہیں اور کتاب المکابیین کے علاوہ (جس پر اختلاف ہے) ابراہیمؑ وغیرہ کی حضن (گود) کی عبارت اس معنی میں تورات کی کسی کتاب میں بھی موجود نہیں۔

اس سلسلہ میں جارج کی رائے

جارج اسٹمپسن اپنی تصنیف کتاب عن الکتاب میں

لکھتا ہے عہد قدیم کے زمانہ میں زندگی بعد الموت کی توقع اس بعثت پر موقوف تھی جو ظہور مسیح کے بعد آنے والی تھی لیکن آسمان، جحیم اور ابراہیمؑ کی گود کے سلسلہ میں گفتگو عہد مسیح میں یہودیوں کی جماعتوں میں شائع و ذائع تھی اسی لیے آپ نے انجیل لوقا میں مالدار اور عازر کی تمثیل بیان فرمائی ہے جس میں حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں پھر وہ فقیر مرجاتا ہے اور فرشتے اسے اٹھا کر ابراہیمؑ کی گود میں جا ڈالتے ہیں اسی عبارت سے حضرت ابراہیمؑ نعمتوں کے یا آسمان کے مترادف سمجھی جاتی ہے۔

ہاویہ کا اور دیدار باری کا تصور

سفر ایوب میں ہے کہ وہ عنقریب اللہ کو بغیر جسم کے دیکھنے والے ہیں چنانچہ آپ انیسویں اصحاح میں فرماتے ہیں اور میرے اس چمڑے کے فنا ہونے کے بعد اور اپنے جسم کے بغیر میں اللہ کو دیکھ لوں گا۔ سولہویں مزمور میں ہے بلاشبہ آپ میرے نفس کو ہاویہ میں ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

آخرت کا تصور

سفر دانیال کی بارہویں اصحاح میں ہے زمین کی مٹی میں بہت سے سونے والے جاگ جائیں گے یہ لوگ ابدی زندگی کے لیے اور یہ عار کے لیے لیکن سفر تکوین میں ہے کہ ہاویہ تمام مرنے والوں کی لوٹنے کی جگہ ہے اور ۳۷ ویں اصحاح میں حضرت یعقوب کی زبان پر کہا گیا ہے کہ آپ نے یوسف پر روتے ہوئے فرمایا میں اپنے بیٹے پر روتے روتے ہاویہ میں اتر جاؤں گا یہی ان کی زبان پر ۴۲ ویں اصحاح میں آتا ہے کہ تم میری سفیدی کو معہ غم کے ہاویہ میں اتار دو گے۔ حضرت ایوب کی زبان پر چودھویں اصحاح میں ہے کاش تو مجھے ہاویہ میں چھپا دیتا حتیٰ کہ تیرا غضب جاتا رہتا اور میرے لیے ایک مدت مقرر فرما دیتا کہ اس کے گذر جانے پر مجھے یاد کرتا۔

زندگی بعد الموت کا تصور ظہور مسیحؑ کے بعد ہی سے پھیلا

زندگی بعد الموت کا تصور ظہور مسیحؑ کے بعد ہی سے پھیلتا ہے جیسا کہ سفر دانیال کی ساتویں اصحاح میں ہے حکومت، اقتدار اور حکومت کی عظمت ہر آسمان کے نیچے ہے جو بر بلند و قدیسی خاندان کو دی جاتی ہے عہد قدیم میں جس کا نام جہنم ہے وہی عبرانی لغت میں شیول یا ہاویہ ہے لیکن اچھوں اور بروں کے لیے زندگی بعد الموت کا عقیدہ حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں لوگوں کے سامنے خوب کھل کر آگیا ایسا اس سے پہلے نہ تھا

اس زمانہ میں یہ تصور نہ تھا کہ نیک حضرات حضرت ابراہیمؑ کے سینے سے جا چمٹتے ہیں بلکہ اس کا یہ معنی سمجھا جاتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ عالم رضواں میں اپنی نیک اولاد کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

کیا حضرت ابراہیمؑ کی رسالت روحانی تھی؟

مسیحیہ کے ساتھ ایک عقیدہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی رسالت روحانی تھی جسمانی نہ تھی اور یہ بھی کہ آپ کی اولاد سے وہ اولادیں مراد ہیں جو آپ کے طریقہ پہ گامزن ہوں اور آپ کی شریعت پہ عمل پیرا ہوں لہذا آپ کی رسالت انسانیت کے لیے رسالت ہے اور جماعتی رسالت نہیں جو کسی مخصوص قوم میں منحصر ہو۔ چنانچہ انجیل متی کی آٹھویں اصحاح میں ہے، حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں میں تم سے سچی بات کہتا ہوں میں بنی اسرائیل میں اس کی برابر بھی ایمان نہیں پاتا اور میں تم سے کہتا ہوں کہ عنقریب بہت سے لوگ اطراف مشرق و مغرب سے آئیں گے اور آسمان کے ملکوں میں ان عہدوں میں غدار ثابت ہوں گے جو انہوں نے ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے ساتھ کیے تھے لیکن ملکوت کے بیٹے بیرونی تاریکی میں پھینک دیے جائیں گے۔

یحییٰ مغتسل کا اور یوحنا کا جو بپتسمہ دینے والے ہیں کلام بھی اسی کے ہم مثل ہے "ایسے پھل پیدا کرو جو توبہ کے لائق ہوں ایسا نہ کرو کہ دلوں میں یہ سوچ لو کہ ہمارے والد ابراہیمؑ ہیں کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ حق تعالےٰ اس پہ قادر ہے کہ وہ اس پتھر سے ابراہیمؑ کے لیے اولاد کھڑی کر دے"۔

یہ معنی حضرت مسیحؑ کے کلام میں انجیل لوقا کی تیرھویں اصحاح میں بھی آتا ہے "میں تم سے کہتا ہوں کہ تم میں سے بہت سے لوگ داخل ہونا چاہیں گے لیکن داخل نہ ہو سکیں گے جب رب البیت کھڑا ہو جائے گا اور دروازہ بند فرما دے گا اور تم باہر کھڑے کے کھڑے رہ جاؤ گے اور یہ کہہ کر دروازہ کھٹکھٹاتے رہو گے اے رب اے رب ہمارے لیے دروازہ کھول دے حق تعالیٰ جواب میں تم سے فرمائے گا میں تم کو نہیں پہچانتا کہ تم کہاں سے ہو اے تمام ظلم پرستو مجھ سے دور ہو جاؤ۔ اس جگہ رونا دھونا اور دانت پیسنا ہو گا جب تم ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور تمام انبیاء کو اللہ کے ملک میں دیکھو گے اور تم کو باہر نکال دیا جائے گا لوگ اطراف مشرق و مغرب اور شمال و جنوب سے آئیں گے

اور اللہ کے ملک میں ٹیک لگائیں گے اور پچھلے پہلے اور پہلے پچھلے ہو جائیں گے" انجیل یوحنا کی دوسری اصحاح میں ہے کہ مسیح نے ان یہودیوں سے جو آپ پر ایمان لے آئے تھے فرمایا "دیکھو اگر تم میری باتوں پر قائم رہو گے تو واقعی تم میرے شاگرد ثابت ہو گے اور حق پہچان لو گے اور حق تم کو آزاد کر دیگا"

آزاد کون ہیں؟

ان سب نے آپ کو جواب دیا کہ ہم اولاد ابراہیمؑ ہیں اور ہم نے کبھی کسی کی عبادت نہیں کی آپ یہ کس طرح کہہ رہے ہیں کہ تم آزاد ہو جاؤ گے؟ فرمایا میں تم سے صحیح صحیح بات کہہ رہا ہوں کہ جو گناہوں کا ارتکاب کرے گا وہ گناہ کا غلام ہے اور غلام ہمیشہ گھر میں نہیں رہا کرتا البتہ بیٹا ہمیشہ گھر میں رہتا ہے۔ پھر فرمایا اگر تم ابراہیمؑ کی اولاد ہوتے تو ابراہیمؑ جیسے کارنامے انجام دیتے!

ابراہیمؑ کے بیٹے کون ہیں؟

بولس بار بار فرماتے ہیں کہ ختنہ انسان کو ابراہیمؑ کا بیٹا نہیں بناتیں ابراہیمؑ کے بیٹے وہی ہیں جو ایمان کے قدموں پر چلتے ہیں اور دیکھو ابراہیمؑ ہم سب کے باپ ہیں اور اللہ نے انہیں بہت سی قوموں کا باپ بنایا ہے"

مومن ذلیل نہیں ہوتا

بولس نے رومیوں کی طرف جو خطوط لکھے ہیں ان میں ہے "کیونکہ کتاب کہتی ہے کہ جو اللہ پر ایمان لے آئے گا وہ ذلیل نہ ہو گا اس میں یہودی اور یونانی میں کوئی فرق نہیں کیونکہ سب کا رب ایک ہی ہے"۔ "دیکھو ناموس رشارع؟ کا حکم روح سے پورا ہوتا ہے جسم سے نہیں جسم کا اہتمام موت ہے لیکن روح کا اہتمام زندگی اور سلامتی ہے"۔

یہوا اور الوہیم کے قصے یہودیوں کے دل بہلانے کیلئے ہیں

بولس رسول کے اقوال وغیرہ پر نئے شارحین نے تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ ڈاکٹر جارج ڈنکان بولس کے ایک خط پر جو انہوں نے اہل غلاطیہ کو لکھا ہے اپنی تازہ تفسیر میں لکھتے ہیں اس میں بھی قدرے معقولیت ہے کیونکہ کسی زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ کی ختنوں کا قصہ پنجگانہ کتب تورات کے پچھلے مصدر پر قائم تھا جسے ہم کاہنوں کا نسخہ کہتے ہیں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کے زیادہ تر واقعات یہوا اور الوہیم کے مصادر کی طرف لوٹتے ہیں جو انبیائے کرامؑ کی ابتدائی تعلیمات پر مشتمل ہیں جن سے ایسا دینی رجحان جھلکتا ہے جو نہ صرف ان شرعیات کے خلاف ہی ہے جو جلا وطنی کے وقفہ کے درمیان

ظاہر ہوئے بلکہ ان کی بالکل ضد ہے لامحالہ ان قصوں کو ان قصوں کی جگہ اتارا جاسکتا ہے جو ان یہودیوں کی تفریح طبع کا سامان فراہم کرتے ہیں جو پچھلے زمانوں میں پیدا ہوئے اور ارباب شرع کی راہ پر چلنے کی طرف متوجہ نہ تھے اسی لیے مشہور فلسفی فیلون اسکندری توفیق کبیر کے لقب سے مشہور ہے

کیا حضرت ابراہیمؑ غیب دان تھے

اور گیارہویں اصحاح میں اس خط سے جو عبرانیوں کی طرف بھیجا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بعض خاندانوں میں ایسی صلاحیت ابھرتی نظر آتی تھی کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی تمام زندگی کو غیب کے آس پاس گردش کرتی ہوئی دیکھتے تھے۔

توفیق کبیر کے مختلف اقوال میں تطبیق

شارح جدید کا توفیق کبیر سے، جس سے فیلون فلسفی ملقب تھا، یہ مطلب ہے کہ فیلون نے خاص طور سے ارباب روح و وجدان کے اور ارباب شرع اور کہان کے مذاہب میں جو مراسم و شعائر میں تشدد پسند تھے تطبیق دینے کی کوشش کی ارباب شرع ہر اس حکم میں تشدد پسند تھے جس پر کہانت و وظائف ہیکلیہ میں بھروسہ کیا جاتا ہے ان میں سے ایک مسئلہ ختان بھی ہے اور طہارت و کفارے کے مسائل بھی یہی وہ شعائر تھے جن کے انجام دینے کی اسرائیلی کاہن بابل میں اپنی جلاوطنی کے زمانہ میں انتہائی تڑپ رکھتے تھے تاکہ اجتماعی عبادت کے نشانات قائم رہیں اور انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ لوگ انہیں بھول نہ جائیں اور وہ ان سے مٹ نہ جائیں منفرق افراد کے نفسانی وجدان پر پورا پورا بھروسہ کر لیا جائے۔

سفر تکوین میں لقب خلیل کی طرف اشارا موجود ہے

فیلون کو تورات کے پہلے نسخے معلوم تھے ان میں سے ایک وہ نسخہ بھی ہے جس میں سفر تکوین ابراہیمؑ کی طرف اسم خلیل کا اشارہ کرتا ہے اس سے پہلے کہ یہ لقب انبیاء کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں پایا جائے۔

اعمال ہی انسان کو پاک یا ناپاک بناتے ہیں

بولس نے بعض شعائر کو مدلولات حسیہ سے مدلولات نفسیہ رمزیہ کی طرف بھی منتقل کیا ہے اور اس وقت سے تو اس منتقل کرنے کا دروازہ وسیع ہو گیا جب سے

حضرت مسیحؑ نے فرمایا کہ انسانی اعمال ہی انسان کو پاک یا ناپاک کرتے ہیں پھر پولس، پطرس اور ان کے رفقاء کے معارضہ سے مجبور ہو کر اس راہ پر گامزن رہا کیوں کہ اس نے خیال کیا کہ ختنہ کی ادرگرجوں اور ہیکلوں کی مراسم کی شرطیں نئے دین میں بت پرستوں کی قبولیت کے لیے ایک بڑی رکاوٹ ہیں اور ممکن ہے کہ یہ شرطیں انہیں دین کی باتوں کو سننے سے روک دیں پھر نئے زمانوں میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ یہ مراسم ان یہودیوں کے مذہب میں جو خود کو احرار یا یہود اصلاح کہتے ہیں بالکل ختم ہو گئیں اور انہیں کا مذہب انیسویں صدی کے شروع سے مغرب کے یہودیوں میں پھیل گیا۔

جسمانی شعائر کی روحانی رموز سے تفسیر میلاد کی پہلی صدی سے چلی آرہی ہے

آباء کی جسمانی شعائر کی، رموز روحانی سے تفسیر، میلاد کی پہلی صدی ہی سے لگاتار چلی آتی ہے چنانچہ اسی کو مشرق و مغرب کے بڑے بڑے گرجوں نے لیا ان رموز کی تفسیرات کی ایک قریبی مثال جو الدر الثمین فی شرح سفر التکوین سے منقول ہے یہ ہے۔

"گناہ روح کا غلاف ہے پھر جب ہم مقدس روح سے اس غلاف سے ختنہ کرانا چاہیں جس کی طرف اللہ نے گوشت کے غلاف سے اشارہ کیا ہے اور گوشت کا غلاف ختنہ کئے جانے کے بعد لوٹ کر آنہیں سکتا لیکن اس غلاف (گناہ) کو جب روح القدس معمودیہ کے دن کاٹ ڈالتے ہیں اور اس سے انسان پاک ہو جاتا ہے تو شیطان لوٹتا ہے اور انسان سے اس کے بارے میں جنگ کرتا ہے اس لیے انسان کو لائق ہے کہ شیطان سے ہمیشہ لڑتا رہے اور گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:"

اس کا مطلب کہ حضرت ابراہیمؑ سے سلاطین نکلیں گے

"لیکن ابراہیمؑ سے اللہ کا یہ فرمانا کہ آپ سے بادشاہ نکلیں گے تو سلاطین ارضیہ مراد نہیں ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ مدح و فخر کرتا ہے اگر یہی بات ہوتی تو کافروں کے لیے بڑا فخر ہوتا کیونکہ ان میں کثرت سے بادشاہ ہیں بلکہ اس وقت جب اللہ نے آپ کو ختنہ کا حکم دیا تو آپ سے فرمایا کہ بادشاہ آپ سے نکلیں گے اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہاں روحانی ختنہ مراد ہے جسمانی نہیں لہٰذا انسان کی عقل انسان کے افکار پر بادشاہ

اور حاکم ہے اور اس کی شہوتوں اور لذتوں پر بھی"

کیا تلمود و مدراش کی بشارتیں ظہور مسیح سے مخصوص ہیں

حضرت ابراہیمؑ کے سلسلہ میں تلمود اور

مدراش کی خبریں اسی طرح عیسائیوں میں شائع ہوگئیں جس طرح قبل از میلاد شائع تھیں کیونکہ وہ عہد قدیم اور اس کی شرح و تفسیرات کی طرف لوٹتی ہیں لیکن ان کا اسپر بھروسہ ہے کہ ابراہیمؑ کی تمام بشارتیں ظہور مسیحؑ سے مخصوص ہیں اور ظہور مسیحؑ کی رہین منت ہیں جن کے ہاتھوں پر نجات ہوگی اور مسیحؑ ہی کی وجہ سے ابراہیمؑ نے وہ بشارتیں اللہ سے لیں پھر وہ کرامات و معجزات پھیل گئے جو قبل از میلادؑ انبیاء اور آباء کی طرف منسوب تھے اور آغاز مسیحیت میں اور نشاۃ اولیٰ کے بعد ایک طویل زمانہ تک اور قرون وسطیٰ کے مابعد تک کثرت سے پھیلتے رہے اور ان کو عیسائی راوی مسیح کے معجزات میں شمار کرنے لگے اور انہیں ایک ایسا مقدمہ خیال کرنے لگے جو اپنے موعود نتیجہ دعوت مسیحؑ ہی سے تکمیل کو پہنچے گا۔

اس عقیدے کے دلائل

بعض لوگوں نے عہد جدید کی کتابوں کی تفسیر میں اس عقیدے کے بارے میں غیر معتمد علیہ اقوال پر بھروسہ کیا ہے اور یہ اقوال ان میں اس طرح سرایت کر گئے جیسا کہ اس سے قبل عہد قدیم کی تفسیروں میں سرایت کر گئے تھے۔

اس عقیدے کی ایک مثال

اس کی مثالوں میں سے ایک مثال وہ عبارت ہے جو پطرس کے پہلے رسالہ میں آئی ہے جہاں وہ تیسری اصحاح میں فرماتے ہیں "ایک دفعہ مسیحؑ نے بھی گناہوں کی وجہ سے تکلیف اٹھائی ہے یعنی جسم کے اعتبار سے مرکر اور روح کے اعتبار سے زندہ ہوکر اور آپ روح ہی کے ساتھ ان ارواح میں وعظ فرمانے بھی گئے جو قید خانہ میں ہیں جب انہوں نے پہلے نافرمانیاں کی تھیں جب کہ ایام نوح میں اللہ تعالےٰ کا حلم ایک بار منتظر تھا" اس عبارت پر بعض لوگوں نے ایک قصہ گھڑا ہے جس پر کتاب والے مفسر

اعتماد نہیں کرتے انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سید مسیح ۳۳ سنہ میلاد میں ہادیہ میں اتر گئے تھے اور وہاں سے آپ نے ان نیک روحوں کو چھڑا لیا تھا جو آپ کی بعثت سے قبل اس میں چلی گئی تھیں اور ان کا کوئی قصور نہ تھا کہ اس پر انہیں سزا دی جائے لیکن انہیں بپتسمہ کے پانی سے پاک کرنے کی ضرورت تھی تاکہ نعمتِ نجات سے بہرہ اندوز ہوں۔

یہ قصہ اونچے طبقہ میں کس طرح پھیلا؟

یہ قصہ عوام سے اونچے طبقہ میں، اٹلی کے دانتی ایلجیری جیسے ایک عظیم شاعر کے ذریعہ جو کمیدیہ الٰہیہ کا مصنف ہے، گیا یہ اپنے چوتھے قصیدے میں (جس میں اس کے اور ایک پرانے رومی شاعر فرجیل کے درمیان مکالمہ ہے جو طبقات ہادیہ میں اس کا قائد ہے) کہتا ہے "وہاں کوئی شکایت نہیں سنی جاتی بجز اس گھٹ گھٹ کر رونے کے جو ابدی فضاؤں کو ہلا دے اور وہ ان ہموم و غموم سے پیدا ہو جن میں عذاب نہیں ان جماعتوں کے غموں سے جو بچوں، عورتوں اور مردوں سے بنتی ہیں پھر مجھ سے میرا استاذ کہتا ہے تو نے ان روحوں سے جن کو تو یہاں دیکھ رہا ہے پوچھا نہیں ہم اپنا راستہ اختیار کرنے سے پہلے تجھے ان روحوں کا تعارف کرانا چاہتے ہیں" "یہ بے قصور ہیں اور صاحب فضل ہیں لیکن فضل ان کے کام کا نہیں کیونکہ انہیں بپتسمہ کی ضرورت ہے یعنی اس ایمان کی جو تیرے سینہ کے اندر ہے" "یہ روحیں عصر مسیح سے پہلے کی ہیں اور انہوں نے صحیح صحیح اللہ کی عبادت نہیں کی اور میں انہیں روحوں کی طرف سے تجھ سے گفتگو کر رہا ہوں" "اسی نقص کی وجہ سے، کسی اور نقص کی وجہ سے نہیں، ہماری روحیں ضائع ہو گئیں اور جزا میں جو کچھ ہم تکلیف اٹھا رہے ہیں بلا توقع کے حاجت کی تنگی ہے" "یہ سن کر میرے دل میں عظیم غم سرایت کر گیا کیونکہ میں بڑے بڑے ارباب فضل کو پہچانتا ہوں جو اس طبقہ میں لٹکے ہوئے ہیں" "اور میں نے استاذ سے کہا حضرت مجھے بتائیے اور خبر دیجیے اور میں نے اس ایمان سے یقین کا ارادہ کیا تھا جو ہر خطا پر غالب آجاتا ہے: کیا اس جگہ سے کوئی نہیں نکالا گیا جو اپنے یا غیر کے فضل کی وجہ سے اس سے خارج ہے اور کیا وہ نکلنے کے بعد نجات کی نعمت سے بہرہ اندوز نہیں ہوا؟" انہوں نے میرے کلام کا انداز سنا اور یہ کہہ کر جواب دیا تو وہاں تھا جب تو نے ایک جلیل القدر آنے والے کو دیکھا جس کے سر پر مدد کا تاج تھا پھر اچانک وہ نمودار ہوا اور اپنے زمانہ میں سایہ میں رہا۔

کو آدمؑ کو اور ان کے بیٹے قابیل کو اور نوحؑ کو اور صاحب شرع و فرمانبردار موسےؑ کو پھر باپ، ابراہیم کو اور رشاہ، داؤد کو اور اسرائیل کو اور ان کے والد کو اور ان کے بیٹوں کو جن میں سے راحیل خاتون بھی ہے جس کی وجہ سے بہت کچھ کیا گیا، آگے بھیج دیا اور ان کے علاوہ دوسروں کو نکال دیا اور انہیں برکت دی اور نجات دی یاد رکھو ان لوگوں سے پہلے کوئی نبی نہ تھا۔

عیسائیوں میں عہد قدیم کے مسائل پھیلنے کی وجہ

اس رنگ یا اسی جیسے رنگ سے عیسائیوں میں عہد قدیم کی خبریں اور تفسیریں پھیلیں پھر عہد کے سلسلہ میں عیسائی گرجوں کی رایوں میں اختلاف پیدا ہوا بعض گرجے عہد قدیم کو مع اس کی تمام تفصیلات کے وحی قرار دیتے تھے اور بعض وحی صرف کتب شریعت یعنی ان پنجگانہ کتابوں کو قرار دیتے تھے جو کتب موسیٰ کے نام سے پہچانی جاتی ہیں اور بعض سب ہی کو تاریخی خبریں اور شعروں کے رنگ میں روایتیں سمجھتے تھے۔ ان کتابوں کے مطالعہ کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی عصمت و عدم عصمت پر مختلف نظریئے قائم ہوتے ہیں۔

سارہ کو بہن بتانے پر طعن و ستائش

چنانچہ بعض عیسائی گرجوں کے پیروکار اس مسلک ابراہیمؑ پر تنقید کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سارہ ان کی بہن ہیں اور کتب تدریس میں صراحت سے تنقید کرتے ہوئے پرواہ نہیں کرتے چنانچہ استاذ ولیام نکلسون اپنے موسوعہ میں جو تورات سے مختصر ہے مادۂ ابرام کے ماتحت لکھتے ہیں ابراہیمؑ کا یہاں ایک ایسے موقف پر ہے جس پر ہم اس جلیل الشان شخصیت کی سیرت میں پردہ ڈالنے کی طرف مائل ہوتے ہیں یہ موقف عملی اعتبار سے تو اس عظیم شخصیت کے مقام ناموافق ہے، تاہم چھپانے میں سورج کے چہرے پر بمنزلہ داغوں کے ہے اور اس جیسا مسئلہ تاریخ کتاب کی صداقت پہ دلیل ہے اور اس پر بھی کہ مورخین نے اچھے لوگوں میں بھی کبھی نقص کو نہیں چھپایا (بائبل اسٹوڈنس کمپینین)

اور دوسرے گرجوں کے شارحین اس مسلک پر حضرت ابراہیمؑ پر نکتہ چینی نہیں کرتے اور اسے

سراہتے ہیں کیونکہ آپ نے اپنی ذات اللہ کی مشیت کے حوالہ کر دی اور یقین کر لیا کہ اللہ آپ کو ذلیل نہیں فرمائے گا اور کوئی ایسی بات پیدا نہ کرے گا جو قابل گرفت ہو لہٰذا یہ مسلک اختیار کرنا آپ کے ایمان کی نشانی ہے اور خوف و سوسوں پر اور اللہ کی تدبیر پر پورا پورا بھروسہ ہے اور بعض لوگ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں کہ نہ تو تنقید ہی کرتے ہیں اور نہ سراہتے ہی ہیں جیسا کہ ڈاکٹر گلیڈ باد کہتا ہے یہ خطائیں خطاکاروں کے ہاتھوں سے اور ان کی رضا اور موافقت سے روایت کی گئیں انہیں ان کے بعد ان کے بیٹوں اور نسلوں نے محفوظ رکھا ایسا کیوں کیا گیا؟ حالانکہ سلاطین بابل و مصر کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا اور قریب ان کی سیر تیں صحابۂ تاریخ پر مکمل اور بے داغ نظر آتی ہیں، ان سے ہر عیب مٹا دیا گیا ہے اور ہر طرح سے خوبصورت بنا کر پیش کی گئی ہیں لیکن ارباب دانش میں سے کون ایسا شخص ہے جس کی تمنا ہو کہ رمسیس اور بنوخذ نصر کی مثالوں کی پیروی کرے جس طرح عیسائیوں کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ ابراہیمؑ، یعقوب اور داؤدؑ کی سیرتوں کا پیروی کے لیے، لوگوں کو درس دیتے ہیں؟ اس کی علت آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کیونکہ عہد قدیم کی عظیم شخصیتیں حقیقی انسان ہیں اور ہم تم جیسے حس و شعور والے ہیں اور ان کی سیرتوں میں صحیح صحیح واقعات ہیں اور ان کے عیوب ننگا ہوں کے سامنے ہیں لہٰذا سیرت مقدسہ کے طعن و تنقید سے قارئین کرام نذیر کو دیکھ سکتے ہیں اور ان جیسی گراوٹوں سے بچ سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس ایمان کے نمونہ سے جو ان مقدس سیرتوں میں جھلملا رہا ہے شجاعت اور الہام کو لوٹ سکتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے سامنے صورت خلیل نمودار ہوتی ہے جس طرح اس کا عکس کتب عہد جدید میں عیسائی ماخذوں میں اور خاندانی روایتوں میں نظر آتا ہے جن کو زبانیں نقل کرتی چلی آ رہی ہیں اور جو ادب کی کتابوں میں شعروں کے رنگ میں قرون وسطیٰ کے مابعد تک بھری پڑی ہیں۔

دور جدید میں عیسائی ماخذوں کی اہمیت

عیسائی ماخذ تاریخ خلیل کے نقطۂ نگاہ سے ہمارے زمانہ کے قارئین کی نگاہوں میں قومی روایات کی بہ نسبت اہم سمجھتے جاتے ہیں لہٰذا مسیحی ماخذوں کو اس پچھلی صدی میں جبکہ اقطاب ادیان کے وجود میں جن کے سرگروہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی ابتدائی

اولاد ہے شک و تردد کی بدعت پھیل گئی ہے یہ تاریخی زاویہ تقویت پہنچاتا ہے بالعموم یہ تاریخی زاویہ ہی اس باب میں تقویت نہیں پہنچاتا بلکہ دیگر شہادتیں بھی موجود ہیں۔ ہم تاریخی زاویہ کے لیے ایک مستقل باب لائیں گے جس کا مدار انکشافات جدیدہ پہ جو زمین کھود کر معلوم ہوئے ہیں اور جدید مورخین کے اقوال میں بالمقابل بحثوں پر ہوگا لیکن اس باب (مسیحی ماخذوں کے باب) میں ہماری تاریخی زاویہ سے وہ زاویہ مراد ہے جس کے لیے درس دینے والوں نے اپنے کو وقف کر دیا ہے تاکہ وہ اسے دینی کتابوں سے اور عہد قدیم وجدید کی شرحوں سے ملا دیں لہٰذا وہ زاویہ اس زاویہ پر منحصر ہے اور اس کا غالب محور وہ مشابہت ہے جو دینی کتابوں کی تاریخوں میں اور ان مواقیت میں موجود ہے جو گذشتہ اقوام کی تاریخ کے سلسلہ میں ان سے متصل ہیں چنانچہ تازہ ترین مرجع و ماخذ "موجز التعلیقات الحدیثۃ علی الکتاب" ہے یہ کتاب انگلینڈ میں تقریباً تیس علمائے لاہوت نے تصنیف کی ہے جن میں ہر ایک ان کھدائی والے آثار سے خبردار ہے جن کا تعلق تورات اور انجیلوں کی تاریخوں سے ہے

عصر ابراہیمؑ کی دنیا

یہ مصنفین "ابراہیمؑ کے زمانہ میں عالم" کے باب میں لکھتے ہیں کہ ایک لوح شہر اُور سے برآمد ہوئی ہے جس پہ ابراما کندہ ہے یہ بظاہر ابراہیمؑ سے سابق زمانہ کی معلوم ہوتی ہے ایک لوح پر شریعت حمورابی کندہ ہے جس کے احکام شریعت موسویہ کے احکام سے ملتے جلتے ہیں اور ایسی تختیاں بھی برآمد ہوئی ہیں جن پر ضرب کی جدولیں اور مفردات لغویہ کندہ ہیں اور بعض پر حکومت کے نظاموں کی دستاویزیں کندہ ہیں اور بعض پر ان نیازوں کا حساب کندہ ہے جو ہیکل تک پہنچائی گئیں۔ اس صورت حال کی موجودگی میں ابراہیمؑ ایسے شہر میں پلے بڑھے جو تمدن کا مرکز تھا حالانکہ دنیا اس وقت قدیم تھی۔

۲۱ سو سال قبل از میلاد کی قبروں کے نقوش

یہ مصنفین اس باب میں چند ایسے نقوش کا بھی حوالہ دیتے ہیں جو تاریخی قبروں میں سے ایک قبر کی دیوار پر مصر میں قریہ بنی حسن میں پائے گئے ہیں اور ان کی تاریخ تقریباً ۲۱ سو سال قبل از میلاد تک لوٹتی ہے ان نقوش میں ایک قافلہ کی تصویر بھی ہے جن میں ۳۷ سامی اقوام کے اشخاص ہیں اور ان کا سرگروہ ابیشور

ہے یہ لوگ اپنے شہر کی مصنوعات لے کر جا رہے ہیں تاکہ ان کے بدلہ مصر سے غلہ خرید لائیں (دیکھو شکل) انھوں نے کلمہ عبری اور اس کے معنی کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ رسم سن اسلف حمورابی کے آثار میں پایا جاتا ہے جس طرح بابل کی ایک نص میں بھی ملتا ہے جو حیثیین کے شہروں کی کھدائی سے برآمد ہوئی ہے یہ اشیائے کوچک کی بہت پرانی قوم ہے جسے آج بوغار کوی کہتے ہیں نیز یہ عراق میں شہر لوزی کے پاس حورانیہ نصوص میں بھی ملتا ہے اور اس کا خاص معنی کے علاوہ ایک عام معنی بھی اسرائیلی خبروں میں ملتا ہے اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ جنود رحل کے مترادف ہے جن سے سپہ سالاران لشکر کام لیا کرتے تھے۔

حیثی قوم کی تحقیق

کہتے ہیں کہ حیثیین کا دارالخلافہ جس کی زمین سے سنہ ۱۹۰۶ء میں کچھ چیزیں کھود کر نکالی گئی ہیں چند الواح خط مسماری میں بھی پائی گئی ہیں جو حبشی لغت کی کنجی پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بھی کہ حیثیین ہندی جرمنی بولتے تھے جو لاتینی کے مشابہ تھی یہ لوگ مشرق سے ایشیائے کوچک تک پہنچ گئے تھے اور ان کی حکومت مشرق میں فرات تک اور جنوب میں تادش تک پھیلی ہوئی تھی یہ حث کی اولاد میں جن کی طرف ابراہیم نے سفر تکوین کی ۲۳ ویں اصحاح میں اشارہ فرمایا ہے جبکہ آپ فرماتے ہیں اور آپ نے اولاد حث سے ان الفاظ میں باتیں کیں "میں مسافر ہوں اور تمہارا مہمان ہوں تم مجھے ایک قبر کی زمین دے دو تاکہ میں اپنی میت اپنے سامنے دفن کر جاؤں۔"

تورات میں سلاطین کے نام تاریخی ناموں سے ملتے جلتے ہیں

کہتے ہیں سفر تکوین کی چودھویں اصحاح میں جو بادشاہوں کے نام آتے ہیں بعض تاریخی ناموں سے ملتے جلتے ہیں چنانچہ امرافل حمورابی بابلی کے قریب قریب ہے اور تدعال تدخالیا حثی کے قریب قریب ہے اور دوسرے اسماء بھی جن میں مشابہت پائی جاتی ہے اسی زمرے سے ہیں لیکن ان کی ذات کی وحدت پر قطعی دلیل نہیں ملتی۔

مصر پر رعاۃ کی حکومت کا زمانہ

اور رعاۃ یا ہکسوس رہاک شاسو مصر پر تیرہویں خاندان سے لے کر سترہویں خاندان تک حکومت کرتے تھے اسی وقفہ میں عبریوں کے بزرگوں کی ہجرت دیار مصریہ کی طرف واقع ہوئی۔

تعلیقات کی کتابوں میں سے پہلی کتاب کی طرح ایک اور کتاب ہے مگر یہ مطول اور تازہ ترین حاشیہ ہے کیونکہ یہ تنقیح کے ساتھ ۱۹۵۲ء میں چھپی ہے اس کا نام "تعلیقات موجزۃ علی الکتاب" ہے اس کا مؤلف جوزیف انجوس ر ہے اور علمائے لاہوت میں سب سے بڑا عالم ہے یہ لکھتا ہے

کیا خلیل سے لڑنے والا امرافل حمورابی ہی ہے

آثار میں یہ احتمال ہے کہ امرافل۔ جس نے حضرت ابراہیمؑ سے جنگ کی تھی۔ حمورابی ہی ہو جو دو ہزار قبل از میلاد بابل کا بادشاہ تھا اور مسماری کھدائیاں اس کے اور اس کے معاصر داری آکوم کے نام میں ربط بھی پیدا کر دیتی ہیں کیونکہ کدلعومر، قدار لعمار (یعنی خادم عمار) کے مشابہ ہے جو نشیبی دجلہ کے مشرق میں ایک بڑا بت تھا اس کا نام ایک حمورابی پتھر کی لوح پر کندہ ہے اور یہ سرزمین اسرائیل کے شنعار کے شہروں سے ربط پیدا ہونے سے کئی صدیوں قبل کا ہے

عصر ابراہیمؑ و اولاد ابراہیم میں مصر کس کے قبضہ میں اور فلسطین کس کے قبضہ میں تھا؟

یہ مصنف لکھتا ہے کہ ابراہیمی ہجرت کے زمانہ میں پھر یعقوب کے اور آپ کی اولاد کے ہجرت کے زمانہ میں مصر رعاۃ حکمرانوں کے ماتحت تھا جو مصر پر پانسو سال سے زیادہ قابض رہے اسی لیے ابراہیمؑ کو خوش آمدید اور یعقوبؑ کو خوش آمدید مذکور ہے اور ان کے قوم کی مصر میں جاگیریں اور ان شہروں میں زمینیں ہیں، لکھتا ہے اور عصر ابراہیمؑ میں جنوبی سرزمین فلسطین، حیثیین کے قبضہ میں نہ تھی ہاں شمال میں ان کا دار الخلافہ لبنان سے فرات تک پھیلا ہوا تھا جیسا کہ عہد قدیم کی کتابوں میں آتا ہے۔

شہر اور کا جائے وقوع

اور کلدانیین (شہر ابراہیمؑ) کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ شہر اس جگہ آباد تھا جسے آج مقیر کہتے ہیں اور فرات ادنیٰ پر ہے اور اورفہ میں نہ تھا جیسا کہ اب سے پہلے بعض لوگوں کے دلوں میں لفظ اورفہ اور اور کی مشابہت کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے۔

ہلال خصیب کے کناروں پر خانہ بدوش قوموں کی آمد

ابنگڈن کے حواشی رجن کی

تالیف میں تاریخ دینی اور تاریخ قرآنی کے تقریباً ستر علماء شریک ہیں، میں ہے ہلال خصیب کے کنارے پر تاریخی وقفہ کے درمیان خانہ بدوش قوموں کی کچھ جماعتیں پھیل گئیں جو شکار اور لوٹ مار میں مشغول رہتی تھیں اور یہی ان کی چراگاہیں تھیں یہ وہ لوگ تھے جن کو ہم قدیم زمانہ میں آراحی کہتے تھے اور چونکہ ان کی زندگی کھیتی پر یا تجارت پر یا کھیتوں کے بانٹنے پر اور اجتماعی زندگی پر محال تھی تاہم یہ لوگ اجتماعی زندگی کے خواہش مند تھے کہ شہریت کے کسی مرکز کے پڑوس میں رہیں اور اس سے تجارتی معاملات قائم رکھیں اور بعض سیاسی معاملات میں بھی ان سے تعلقات استوار رکھیں ... ان جیسی قوموں کے بس میں یہی تھا کہ یہ اپنے گلوں کی پیداوار پر اور شکار پر زندگی بسر کریں لیکن یہ زیادہ تر شہری تعلقات پر بھروسہ کرتے تھے جیسا کہ آج جزیرہ عرب میں ہو رہا ہے تاکہ اناج اور کارخانوں کے مصنوعات اپنی چیزوں کے بدلہ حاصل کرسکیں۔

عربوں کی تاریخ کی ابتدا

عبری قوم کی رسمی تاریخ انہیں قبائل میں سے ایک قبیلہ سے شروع ہوتی ہے جو جنوب عراق کے شہر اُور کے پڑوس میں سکونت پذیر تھے اور میلاد سے تقریباً تیس سو سال قبل ان میں سے ایک جماعت شمال کی طرف تارح نامی ایک رئیس کی قیادت میں بڑھی جیسا کہ سفر تکوین کی گیارہویں اصحاح میں آتا ہے۔

ہجرت کا سبب

اس ہجرت کا سب سے بڑا سبب جنوب عراق میں سیاسی بحران تھا جس کے برے اثرات اُور کے باشندوں کی معیشت پر پڑے غالباً یہ بحران عراقی شہروں سے سیاسی اقتدار قبائل عیلام کی طرف منتقل ہونے سے پیدا ہوا تھا اور اس کی موجودگی میں شہر اُور کے باشندوں کی معیشت اور تجارت مجروح ہو کر رہ گئی تھی غالباً یہ بحران ۲۳۰۰ء اور ۲۰۰۰ء میں قبل از میلاد واقع ہوا بہر حال حقیقت جو بھی ہو ہجرت کا وقوع ہوا اور یہ قبیلہ وقفہ کے زمانہ میں حاران کے پڑوس میں ہلال خصیب کے شمال تک بس گیا۔

اُور اور حاران قدیم زمانہ میں بت پرستی کے اڈے تھے

یہاں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ اُور اور حاران دونوں شہر قدیم زمانہ میں بت پرستی کے اڈے تھے یہاں سن۔ الہ القمر جو سامی اقوال کے معبودات میں سے ایک معبود تھا اور سیلفا نا جس کا دوسرا نام جزیرہ نما میں سینا ہے پوجے جاتے تھے

خانہ بدوش قبائل متعدد شہروں میں بس گئے تھے

ان قبیلوں کی جماعتیں برابر مغرب وجنوب کی سمت میں بڑھتی رہیں جہاں انہوں نے چارے اور کھیتی والی وادی فرات اور پہاڑی شاداب علاقے پائے وہیں ٹھہر گئے چنانچہ یہ کئی شہروں میں ٹھہرے جن میں مشہور دمشق ہے اور دوسری جماعت ابرام بن تارح کی قیادت میں آگئے بڑھ گئی (کبھی ابن بمعنی نسل بھی آتا ہے) حتیٰ کہ یہ فلسطین میں جا ٹھہرے فلسطین اس زمانہ میں متفرق شہروں کے ماتحت تھا ہجرت کا سلسلہ کبھی تو غرب اردن کی طرف، کبھی شرق اردن کی طرف، کبھی دمشق کی طرف اور کبھی دمشق کے مشرق میں حدود مصریہ کی طرف برابر جاری رہا اسی درمیان میں مصریوں میں اور ان بدوی قبائل میں تعلقات پیدا ہوئے ان تعلقات کی خبریں اور عبری قوم کے بزرگوں اور کنعان کے مستقل باشندوں کے درمیان تعلقات کی خبریں ہم تک پہنچتی ہیں۔

ایک عبری قبیلہ کی مصر میں آمد

پھر حواشی نگار لکھتا ہے کہ عبری خاندان ہجرت کر کے مصر میں سرزمین جاشان میں بھی پہنچا اور یہ قول قابل ترجیح بتایا ہے کہ یہ خاندان مصر میں سب سے پہلے حکومت رعاۃ یا ہکسوس کے زمانہ میں داخل ہوا یعنی قبل از میلاد تقریباً ۱۸ ویں اور ۱۷ ویں صدی کے درمیان۔ ہالی کے جیبی حواشی میں ہے کہ امرافل حمورابی ہی ہے جو بابل کا ایک مشہور بادشاہ تھا اور سدوم وعمورہ کا حادثہ جو عصر ابراہیم ؑ میں رونما ہوا اور جس کا انجام ان شہروں کی تباہی پر ہوا ۲۰۰۰ قبل از میلاد کے قریب ہے جیسا کہ سنہ ۱۹۲۴ء میں البرائٹ اور کائل والے مشن کی کشفی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے ہالی، حوادث مصریہ کا حوادث تورات سے مقابلہ کرتا ہے اور عصر ابراہیم ؑ کو بالاحتمال سولھویں خاندان کے مقابلہ میں ۱۸۰۰ قبل از میلاد رکھتا ہے اور عصر موسیٰ ؑ کو ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں خاندانوں کے قبل از میلاد ۱۵ سو اور ۱۲ سو کے درمیان رکھتا ہے۔

ہالی کے مفروضات میں غرابت ہے

جب ہم عصر ابراہیم ؑ اور عصر یوسف ؑ پر غور کرتے ہیں تو ہالی کے مفروضات اور اس کی کتابوں میں غرابت محسوس ہوتی ہے کیونکہ ہالی کے اندازے کے مطابق دونوں میں

بارہ سو سال کا فرق نکلتا ہے حالانکہ حضرت یوسف حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتے ہیں ہالی نقوش آثار پر اعتماد کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ سامیوں وفد جو مقابر بنی حسن پر کندہ ہے، ہو سکتا ہے کہ وہ وفد ابراہیمؑ ہی ہو جو فرعون سنوسرت کے دربار میں گیا ہے جس کے بارے میں اس کا گمان ہے کہ اسوقت تختِ مصر پر یہی فرعون تھا

لوثر کی تحقیق قریب قریب صحیح صحیح معلوم ہوتی ہے

تورات کے حواشی کے مصنفین میں سے

ایک لوثر کلارک بھی ہے اس کا حاشیہ بڑے حجم کے ایک ہزار صفحات پر پھیلتا ہے اور اس قدر کثیر معلومات پر حاوی ہے جو اس جیسے حجم کی کسی دوسری کتاب میں نہیں اس حاشیہ میں حمورابی کا زمانہ تقریباً ۲۱۰۰ قدیم میں بتایا گیا ہے اور کنعان میں عبری بزرگوں کا زمانہ ۱۹۰۰ اور ۱۷۰۰ قدیم کے درمیان بتایا گیا ہے اور مصر میں یعقوب کا اور ان کی اولاد کا زمانہ تقریباً ۱۷۰۰ قدیم بتایا گیا ہے اور عصر ہکسوس کی انتہا تقریباً ۱۵۵۰ قدیم تک ہے۔

کلارک کی رائے میں بھی غرابت ہے

کلارک، جدید آراء پر اعتماد کرتے ہوئے اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ حمورابی کا زمانہ

اُن واقعات سے ایک سو سال سے زیادہ مؤخر ہے جو امرافل کی طرف منسوب ہیں اور اسے بھی کہ امرافل اور حمورابی ایک شخص نہیں ہیں اور گہرا نشیب جو بحر میت کے پانیوں سے بھرا ہوا ہے اس وقت سے بہت زیادہ پرانا ہے جو وقت ابراہیمؑ کے قصہ میں ان شہروں کی تباہی کے لیے مقدر مانا گیا ہے وہ ایک سوال اٹھاتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ پانچوں بادشاہ اپنے دشمنوں سے جو درپئے پیکار تھے مقابلہ کرنے سے پہلے جنوب اردن میں آئے؟ اور وہ یہ امر بعید از عقل نہیں سمجھتا کہ بابلیوں اور عیلامیوں کا متحدہ لشکر اس موقعہ پر ان قبائل پر ٹوٹ پڑا ہو تاکہ انہیں وہ جزیہ ادا کرنے پر مجبور جو رذ س قبائل پر مقرر کیا جائے۔ کلارک کثرت سے ظواہر ارضیہ (جیولوجیہ) پر بھروسہ کرتا ہے اس کا خیال ہے کہ سرخ چشمے جن کی طرف سفر تکوین کی چودھویں صحاح میں اشارہ ہے ممکن ہے اس تیل سے ہوں جو انجرات پیدا ہونے کی وجہ سے کثیف ہو کر پانی پر تیرنے لگتا ہے جیسے بحر میت کی سطح پر پیدا ہوتا ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ اس کا سطح زمین پر مشابہ

کیا جاتا ہو قبل اس کے کہ یہ نشیبی حصہ پانی سے بھرے۔ وہ ان شہروں کی تباہی کا جن کا بیان سیرت ابراہیم ؑ میں آیا ہے ظاہری سبب ان ظواہر ارضیہ ہی کو مانتا ہے جن کی شاید مستقبل قریب میں تحقیقات ہو جائے جن پر ان واقعات کی ایک مستحکم تاریخ مرتب ہو جائے۔

علمی رنگ میں یہ کتاب اس کتاب کے ہم مثل ہے جسے عہد قدیم کی ایک جماعت نے ترتیب دیا ہے اور اس کی تالیف میں ان درسوں کے دس سے زیادہ علماء نے حصہ لیا ہے اس کتاب کا نام "دی اولڈ ٹسٹیمنٹ آف ماڈرن" یعنی جدید درس کی عہد قدیم کی کتاب ہے۔

البرائٹ کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے

استاد البرائٹ جو کشف آثار کے لیے بھیجے ہوئے اشخاص میں سے ایک ذمہ دار شخص ہے لکھتا ہے ہکسوس کا مسئلہ اپنی دشواری پر قائم ہے لیکن یہ ان بحثوں کے بعد جن کو ونلوک دستوک کے آنے والے حوادث سے کھلتا جارہا ہے آج ہمیں یقین ہے کہ یہ مسئلہ اسی وقفہ کی طرف لوٹے بغیر نہ رہے گا جو ۱۷۲۰ اور ۱۵۵۰ اقدیمہ کے درمیان ہے اور یہ بھی کہ ہکسوس کی قیادت سامیوں کے ہاتھ میں تھی، حوریہ یا ہند یہ آریہ کے ہاتھ میں نہ تھی جیسا کہ بعض علماء قریب زمانہ تک کا اندازہ لگاتے ہیں آگے چل کر مقبرہ توت عنخ آمون کے بارے میں ایک مختصر بیان کے بعد کہتا ہے لیکن ثقافی ہونے کے اعتبار سے کھجور والے وہ اوراق ان سب سے زیادہ اہم ہیں جن کو شستر بیتی نے امسیس کے زمانہ کے آثار سے برآمد کیا ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زریں زمانہ میں ادبی عروج پورے شباب پر تھا ہم تورات کو درس دینے والے کے فایدے کے اعتبار سے خاص طور سے ان میں سے ان ڈرامیہ قصاید کا ذکر کرتے ہیں جو سلیمان کی مناجاتوں کے نظم کی خبر دیتے ہیں اگرچہ وہ تفصیلات میں کثرت سے تورات کے خلاف ہیں۔ یہ نغمہ جو توحید کے عقاید کے قریب ہے اور عمارنہ کی توحید شمسی کے دوام پر دلالت کرتا ہے جب کہ آمون کے کاہن رصدگاہ کے ذریعہ اس سے آگاہ ہوگئے تھے۔

ہجرت ابراہیم سے قبل فلسطین تورات کے قصوں میں داخل نہ تھا

یہ کاتب، اپنے رفیق کے ساتھ

جو فلسطین میں زمین سے آثار قدیمہ کے استخراج کرنے والوں میں شامل ہے۔ لکھتا ہے حاران سے ہجرتِ ابراہیمؑ سے قبل فلسطین تورات کے قصوں میں داخل نہ تھا اور اندازوں میں سے کسی اندازے سے ممکن نہیں کہ اس ہجرت کو ایسی تاریخ میں جگہ دی جائے جو تیسرے ہزار قدیم کے آخر سے سابق ہو اس کے بعد صدیاں گزرتی ہیں اور سفر تکوین کے منقولات سے صاف طور سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ہجرت ایک درمیانی دور میں ہوئی جو اکیسویں اور سولہویں صدی قدیم سے ایک درمیانی دور ہے۔

کنعانی تہذیب کا ذہنی نقشہ بدل چکا ہے

اور شمال میں کوہ شمرا جو جزیرہ قبرص کے بالمقابل بحر روم کے ساحل پر ہے، چوٹی والے آثار کی روشنی میں لکھتا ہے کہ ہمارے ذہنوں میں کنعانی تہذیب و تمدن کا جو نقشہ تھا وہ پورا پورا بدل چکا ہے آثار بتاتے ہیں کہ کنعان کا تمدن پچھلے عصر برونزی میں جنوب سے شمال تک غزہ سے شمرا کی چوٹی تک پھیلا ہوا تھا یعنی اغاریت قدیمہ میں، اور ان مقامات میں لغتہ دیانت اور شہریت ایک ہی تھی زبانوں میں محض لہجوں میں اختلاف تھا .. لکھتا ہے کہ مٹی وغیرہ کی صنعت کا اختلاف نہر عاص کے نشیبی حصہ میں صاف ور وشن دیکھتے ہیں جہاں حوریہ اور اموریہ اشارات ثقافتِ علیا کے نشانات میں واضح نظر آتے ہیں اور اس ساحل پر اس جیسا اختلاف کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔

زمین سے نکالی ہوئی ۸ اسولوحیں

پھر درمیانی وادی فرات کے پاس تل حریری کے زمین سے نکالے ہوئے آثار کے بارے میں لکھتا ہے کہ استاذ اندری باروت اور ان کے رفقاء نے زمین کے پرتوں سے برونزی کے درمیانی زمانہ کی جو بارہویں صدی کے اخیر میں پورے عروج پر تھا، ایک بڑی عمارت برآمد کی ہے اور ان اندازوں کے موافق ہے جو حمورابی کے زمانہ سے پہلے کے ہیں یعنی سترہ سو اٹھائیس قدیم سے لے کر سولہ سو چھیالی قدیم کے مابین کی ہے ان لوگوں نے اس جگہ دیواروں پر نقوش اور دیگر فنی باقی اثرات نکالے ہیں اور اور بھی بہت کچھ نکالا ہے تقریباً بیس ہزار الواح اور اٹھارہویں صدی قدیم کی دسیوں لوحیں نکالی ہیں یہ تمام

لو حییں اکادی زبان میں ہیں جو وقتاً فوقتاً اموریہ زبان سے متاثر ہوتی رہتی تھی جسے اس علاقہ میں قبائل والے بولا کرتے تھے اور ان آثار کا فایدہ جنہوں نے آج تورات کے درسوں میں بحثوں کے پہاڑ چور چور کر دیئے ہیں اکثر حالات میں عنقریب ایک غیر متصل راہ سے آرہا ہے لیکن اس سے ان کی قیمت مجروح نہیں ہوتی کیونکہ عبری قوم کے بزرگوں کے زمانہ میں عالمی ثقافت مغربی ایشیا میں ہر دور کے پیچھے تھی۔

عنقریب اموری زبان کے اصل و حروف تہجی کا سراغ لگنے والا ہے

عنقریب ہمارے لیے یہ بات آسان ہونے والی ہے کہ ہم اموری زبان کے اصل و مادہ پر اور اس کے حروف تہجی پر ان اموریہ اکادیہ (بابلی زبان) کے ذریعہ جن سے نہر فرات کی درمیانی وادی میں کتاب ماری لکھی جاتی تھی، سوار ہو جائیں بظاہر یہ زبان جس میں اسمائے اعلام ہیں اپنی اصل میں عبری قوم کے بزرگوں ہی کی زبان ہے اور یہ از راہ تحقیق اس کلام کی زبان ہے جس کو ہم خانہ بدوش اور مقیم فلسطینیوں کے ان علموں میں تمثیلی طور پر استعمال کرتے ہیں جو کھدائی کے بعد مصر کے آثار میں آتے ہیں اور جن کا مرجع بیسویں اور انیسویں صدی قدیم کے مابین کا ہے

شاہ ادریمی کی سیرت کا استخراج

پھر کاتب، تل عطشانہ کے جو نہر عاص کے نشیبی حصہ پر واقع ہے اور حماۃ کے جو اسی نہر کے وسط پر ہے، آثار مستخرجہ پیش کرتا ہے اور ان سے بالخصوص شاہ ادریمی کی زندگی کی سیرت اخذ کرتا ہے جو اس کے مجسمہ پر کندہ ہے اس مجسمہ کی تاریخ شاید سنہ ۱۴۵۰ ق کی ہے اس سیرت میں وہ حوادث ملتے ہیں جو شمالی شام میں واقع ہوئے اور حضرت یوسف کے قصہ کے حوادث سے ملتے جلتے ہیں شاید عصر ہکسوس کی اصل کے آس پاس یہ جمع ہو جائیں سیرت ادریمی میں اس کے بڑے بھائیوں کی غیرت سے، سات سالہ قحط کے، اور حدس وائل سے غیب سے آگاہ ہونے کے آشارات ملتے ہیں۔ پھر وہ آثار پیش کرتا ہے جن سے حیثیین و آرامیین کے تمدن میں اور اسرائیل و دمشق کے تمدن میں مقابلہ اور دوڑ ظاہر ہوتی ہے اور کاتب الطاکیہ کے میدان کے جنوبی گوشہ میں آثار ریحانیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اس کی طرف

کہ لو ہے کے زمانہ میں ان کی استدلالی قیمت کیا ہے ان میں اہم نویں صدی قدیم کے ایک ہیکل کے باقی اجزاء ہیں جس کی مشابہت قریب قریب ہیکلِ سلیمان سے ہے جو دسویں صدی قدیم میں تعمیر کیا گیا تھا پھر آثار تلیقیہ کو بھی جو شمالی شام کی حدود کے قریب ہے گھیر لیتا ہے ان کی تاریخی سند یں ۸۵۰ ق اور ۶۵۰ ق کے مابین لوٹتی ہیں عبری زبان (خلیل کی زبان) کے ادوار پڑھانے میں ان کی اہمیت ہے۔

آرامی زبان کنعانی اور عبری زبان سے سابق ہے

استاد منیمان جامعہ سانت اندوز سے عبری زبان کے بارے میں ایک بیان دیتا ہے اس میں ثابت کرتا ہے کہ آرامی زبان (شمالی عربی زبان) شام و فلسطین میں کنعانی اور عبری زبان سے سابق ہے اور ولیس میں کوہِ شمرا کی چوٹی کے آثار پیش کرتا ہے اور محسنات کنعانیہ کو بھی جن پر تل عمارنہ رسائل مشتمل ہیں اور انہیں ۱۳۷۵ ق کی طرف لوٹاتا ہے۔

تتمہ وشواہد

اب ہم ان شواہد کو دو تقلیدی مرجعوں پر ختم کرتے ہیں یعنی تاریخی نقشہ پر اور تاریخی ستمنستر پر جن کا تعلق اس موضوع سے ہے۔ موسوعہ اور ستمنستر منقح ہو کر ۱۹۲۲ء میں چھپا ہے یہ دونوں خاص طور سے تورات کے اور عہد جدید کے جغرافیہ اور تاریخ پر مرتب کئے گئے ہیں ان دونوں کی تالیف پر مختلف نظریات کے ان مباحث کے بہت سے منتخب علماء نے حصہ لیا ہے جو کتب اثریہ اور کتب عصریہ میں مصروف رہتے اور ان کو آثار و مکشوفات جدیدہ کی روشنی میں پڑھاتے ہیں اور ان کی تحریروں اور مسائل کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں یہ دونوں مرجع مذکورہ بالا تازہ ترین مرجع کے ساتھ عبری بزرگوں کے زمانے کو قریب لانے میں متفق ہیں اور ان اقوال کو ضعیف قرار دینے میں بھی جن سے پرانے زمانہ میں غلو ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم کے زمانہ کی تعیین

تاریخی نقشہ سے ابراہیم کا زمانہ ۲۰۰۰ ق اور ۱۷۰۰ ق کے درمیان معلوم ہوتا ہے اور حمورابی کا زمانہ اس وقفہ کے اختتام پر معلوم ہوتا ہے اور ان میں وظیفہ خور مصری سنوحی کا جس نے اپنے شہر ۱۹۰۰ ق کے لگ بھگ چھوڑے تھے اور مشرقی شام میں اموریین میں جا بسا تھا قصہ پیش کیا گیا ہے

اوران مقامات کی مشابہت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے جن میں سنوحی طرزِ بدویت پر ٹھہرا تھا اور عبری بزرگ اسی طریقہ پر ان میں زندگی بسر کیا کرتے تھے اور اس قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ سامیوں کا وفد جو مقابر بنی حسن پر بنایا گیا تھا مصر میں سنوحیہ کے قصہ کے زمانہ میں آیا اور اس وقت مصر میں بارہویں خاندان کی حکومت قائم تھی جو شام و فلسطین تک پھیلی ہوئی تھی اور بحری راستہ سے اس کی تجارت مصر قبرص کریٹ اور بحر احمر کے سواحل میں گردش کرتی رہتی تھی یہ حکومت اپنی جنوبی حدود میں شلال ثانی تک پہنچ گئی تھی جہاں سرحد پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا گیا تھا یہ حکومت اپنی جماعتیں تانبے اور فیروزے کی کانوں کی سراغ رسانی کے لیے سنیا، بھیجتی رہتی تھی اور سرزمین حبشہ کی طرف بھی سونے کی کانوں کے تلاش میں روانہ کرتی رہتی تھی۔

خلیل کے بزرگوں کے ناموں پر شہروں کے نام

اس نقشہ میں ہے کہ تاریخ سے علاقہ حاران میں ایسے شہروں کا وجود ثابت ہوتا ہے جن کے نام ابراہیمؑ کے بزرگوں کے ناموں پر تھے جیسے شہر فالج، شہر سروج، شہر ناحور اور شہر تارح خود حاران کا نام ابراہیمؑ کے بھائی کے نام سے قریب ہے اور یہ بھی کہ وحدت اسم کا ہے ایک شخص ہی میں اتفاقیہ رونما ہو جاتی ہے لیکن یہاں تو محدود چیز میں کم از کم چار اشخاص پائے جاتے ہیں یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ نقشہ مرتب کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ شہران قبائل کے ناموں سے پکارے گئے جنھوں نے ان کو آباد کیا تھا یا ان قبائل نے ان پر تسلط حاصل کر کے ان کے نام اپنے ناموں پر بدلے۔ ان شہروں پر قبائلی تسلط ان ہنگاموں کے بعد ہوا جو ۲۰۰۰ق کے لگ بھگ ابھرے نقشہ والے بزرگوں اور شہروں کے ناموں سے ہٹ کر ان اسماء کی طرف آتے ہیں جو اموریین میں شائع تھے ان میں سے ابرام، ابامرام کے صیغہ میں اور یعقوب ایل کے صیغہ میں ہے کہتے ہیں قبیلہ بنیامین کا نام الواح میں پایا گیا ہے جو فرات کی وادی اوسط میں کھدائی سے نکلی ہیں اور فرات کی شمالی وادی میں توزی کی کھدائی سے جو آثار نکلے ہیں ان سے اجتماعی اخلاق و عادات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ ان میں ورثہ کے اور شادی بیاہ کے مسائل ہیں یا خاندانی بتوں کا ذکر ہے جن کی طرف عہد قدیم کی کتابوں نے اشارہ کیا ہے ان آثار کا زمانہ اس زمانہ کے موافق ہے جس میں اسرائیلیوں نے کتب تورات اور ان کے بعد والی پرانی کتابیں مدون کیں اور یہ علاوہ ان آثار کے جو طوفان کی خبروں

اور رگوں سے مروی ہیں ان آثار میں سے ہیں جن کی مصر یا کنعانی روایتوں میں نظیر نہیں اور یہ طبیعی بات ہے کہ اس نقشہ میں سیاق تاریخ میں جغرافیائی مقامات دکھائے گئے ہیں اسی طرح اس میں سیرت ابراہیم کے سلسلہ میں آپ کے مصر تک آمد و رفت کے سفری مقامات دکھائے گئے ہیں اور مصر سے سرزمین جنوب کی طرف قادش و شور کے درمیان تک کے مقامات بھی،

وادی غزہ کا ذکر آج کل یہ علاقہ وادی غزہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے یہ ایک ایسی وادی ہے جس کا تاریخ بنی اسرائیل میں ان کے مصر جانے تک بڑا دخل ہے۔

موسوعہ پر ہمارا تبصرہ یہ موسوعہ جیسے دستمنستر بھی کہتے ہیں مؤلفین کے اختلاف کے ساتھ ساتھ بزرگوں کے زمانہ کو قریب لانے میں جدید مرجعوں کے موافق ہے اور یہ فیصلہ کرتا ہے کہ حمورابی اور امارفیل کی وحدت اخیری مباحث میں محل مناقشہ رہی اور یہ بھی کہ امارفیل کے نام کے ساتھ لفظ ایل کا الحاق مشکل ہے اور پچھلے غور و فکر کرنے والوں کو توقف پر مجبور کرتا ہے۔ اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ حمورابی کی تاریخ ۲۱۲۳ سنہ ق اور ۱۷۹۲ سنہ ق کے درمیانی مختلف فیہ زمانوں میں ہے کہتا ہے کہ مکشوفات جدیدہ ۱۷۹۲ سنہ ق اور ۱۷۵۰ سنہ ق یا ۱۷۴۹ سنہ ق کے درمیانی زمانہ کو ترجیح دیتے ہیں اور حمورابی کی مشہور شریعت، شریعت موسویہ کے رجو تورات کی سفر الخروج میں ہے، قریب قریب ہے اور اندازِ مواد جملوں کے آغاز میں اسی طرح ملتا جلتا ہے جس طرح سزاؤں میں ملتا جلتا ہے خصوصاً قصاص کی سزاؤں میں اور یہ بعید ہے کہ شریعت حمورابی تدوینِ احکام میں شرع عبری سے پہلے ہو البتہ یہ احتمال ہے کہ دونوں شریعتیں ایک قدیم سامی اصل کی طرف لوٹتی ہیں۔

ولادت خلیل اللہ کی تعیین اس موسوعہ کی رو سے۔ پادری یوشر کے اندازے پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ۱۹۹۶ سنہ ق نکلتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس فوج نے جس سے حضرت ابراہیمؑ نے جنگ کی تھی جیساکہ سفر تکوین کی چودھویں اصحاح میں آتا ہے، جو راستہ اختیار کیا تھا وہ جلعاد و موآب کے کنارے کنارے جنوب کی طرف جاتا تھا اور دو انڑی عالموں (البرائٹ اور جلو یک) کے مکشوفات بتاتے ہیں کہ ماضی میں اس راستہ پر ۲۰۰۰ سنہ ق سے قبل بڑے بڑے اہم شہر واقع تھے

اور یہ تقریباً ایک یا دو صدی تک (زیادہ تک نہیں) خوب آباد تھا۔

شہر سدوم اور عمورہ حیات خلیل ہی میں تباہ ہوئے

سفر تکوین کی ایک روایت میں ہے کہ سدوم اور عمورہ حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں تباہ ہوئے۔ جلویک کے مکشوفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راستہ پر جو شہر واقع تھے تیرھویں صدی قدیم تک برباد و سنسان ہو گئے تھے لیکن یہ راستہ بیسویں صدی قدیم میں ایک دینی شاہراہ تھا اور خوب آباد تھا کیونکہ اس مقام کے پڑوس میں تھا جسے آج لوگ باب الدرع کے نام سے پہچانتے ہیں ان حالات میں یہ بات معقول ہے کہ یادری یوشر نے حضرت ابراہیمؑ کے سن ولادت کا جو اندازہ لگایا ہے صحیح ہو اور یہ بھی کہ سدوم اور عمورہ ۱۸۹۸ق کے قریب قریب تباہ ہوئے۔ اس موسوعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرافل کی ران بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جن سے حضرت ابراہیمؑ نے جنگ کی اور اس کے رفقاء کی تعیین مشکل ہے بہر حال یہ تمام اسماء گھڑے ہوئے اور فرضی معلوم نہیں ہوتے کیونکہ فلسطینیوں وغیرہ پر بابلی امراء کے حملے اس زمانہ میں نادر نہ تھے۔

عیسائی سرچشموں کے ساتھ تاریخی سرچشمے کیوں ملائے گئے؟

ہم انہیں تاریخی سرچشموں پر عیسائی سرچشموں کے ساتھ ساتھ قناعت کرتے ہیں ہم نے عیسائی سرچشمہ کے ساتھ ان تاریخی سرچشموں کو اس لیے ملا دیا ہے کہ مجموعی طور پر مؤلفین تاریخ کو اس گوشے سے مرتب کرتے ہیں جسے عہد قدیم و عہد جدید کی کتابوں سے تعلق ہوتا ہے اور انہیں اس تدوین میں اس طریقہ کی بھی خواہش ہوتی ہے جو ان کتابوں کی تصدیق کر دے اور ان پر تنقید کرنے والوں کے اعتراضات توڑ دے لہٰذا یہ بھی فن تاریخ کا ایک باب ہے اور اس باب کے علاوہ ہے جسے ہم حوادث کے سلسلہ میں عام جہت سے مورخین کے اقوال کے لیے مستقل طور پر بیان کریں گے۔

سیرت نگار کے فرائض

جو سیرت خلیل کی تحقیق کرنا چاہے اس کے لیے ان اقوال کی چھان بین انتہائی اہم ہے کیونکہ عصر ابراہیمؑ کے قبائل و عقائد کو معلوم کرنے کے لیے جو چیزیں لازم ہیں ان میں سب سے زیادہ ان اقوال کی کرید لازم ہے۔

اور یہیں سے حقیقت رسالۃ اور اس کے محرکات روشن ہوتے ہیں اور ان کے اور ان کے ماحول کے درمیان اختلاف و اتفاق کی حدوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔

ہر چیز کا اندازہ اس کے ماحول سے لگایا جاتا ہے

ہر چیز اس کے زمانہ کو متعین کرنے کے بعد اس زمانہ کے حالات کے اندازہ کرنے پر موقوف ہوتی ہے اور ان قبائل کے حالات کے اندازے پر بھی جو اس زمانہ کے ہیں جبکہ ان کے مقامات و علاقے بھی تحقیق سے ثابت ہوں بہر حال جو کچھ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس میں کافی روشنی کی کرنیں ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ہم ان کرنوں میں ایسا اضافہ کریں گے جو سیرت مقدسہ کے تمام گوشوں کو منور کر دے جب کہ ہم ان شواہد و مصادر کو ملخص کر کے فارغ ہو جائیں گے۔

اسلامی سرچشمے

سیرت خلیل پر اسلامی مصادر سے بہتر مصادر نہیں

اسلامی سرچشمے کتابی سرچشموں کے اخیر میں آتے ہیں ہم بتائیں گے کہ دعوت ابراہیمؑ کے قیام کے ثبوت پر اسلامی سرچشموں سے بہتر دوسرے ماخذ نہیں بلکہ اسلامی سرچشمے بے نظیر ہیں بلکہ ان سے حضرت ابراہیمؑ کا وجود بھی ثابت ہوتا ہے جس میں گمراہ حضرات شک کرتے ہیں جن کی عادت ہے کہ قدیم خبروں میں بلا کسی معقول دلیل کے شک کیا کرتے ہیں یہاں دلیل سے ہم وہ تاریخی دلیل مراد نہیں لیتے جس کی خبروں کی روایتوں سے تائید ہو رہی ہو بلکہ ہماری مراد تسلسل منطقی کی دلیل ہے جو اس وقت بھی سچی ہوتی ہے جبکہ تاریخ غلط ہو جاتی ہے جیسا کہ اس کا بیان اس کے مقام پر آرہا ہے ہم یہاں اسلامی سرچشموں سے اخبار خلیل لانے پر قناعت کرتے ہیں اسلامی سرچشمے قرآن کریم، حدیث نبوی اور تفسیریں ہیں اور وہ بھی جو ان سے از راہ تفصیل و عموم ملحق ہیں۔

خلیل اللہ کے حالات بہت سی سورتوں میں آتے ہیں بعض سورتوں میں قدرے

تفصیل سے آتے ہیں اور بعض میں اختصار سے مندرجہ ذیل آیتوں میں آپ کی سیرت مقدسہ تفصیل سے جمع کر دی گئی ہے

بیٹا باپ کو توحید کی تعلیم دیتا ہے۔

(۱) وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ۝ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ۝ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ۝ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ (سورہ مریم) یاد کیجئے کتاب میں ابراہیمؑ کو واقعی آپ بڑے سچے تھے اور نبی تھے جب آپ نے اپنے باپ سے کہا ابا جان آپ ایسوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آ سکتے ہیں ابا جان! میرے پاس علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا لہٰذا آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں واقعی شیطان رحمٰن کا بڑا ہی نافرمان ہے ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ آپ پر رحمٰن کا عذاب نہ آ جائے اور آپ شیطان کے دوست ہو جائیں باپ نے جواب دیا اے ابراہیم ہو کیا تو میرے معبودوں سے اعراض کرتا ہے اگر تو باز نہیں آیا تو یقیناً میں تجھے سنگسار کر دوں گا اور مجھے ایک مدت تک چھوڑ دے بولے آپ پر سلامتی ہو میں آپ کا گناہ اپنے رب سے معاف کراؤں گا واقعی وہ مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے اور میں تم سے اور ان سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو علیحدہ ہو جاؤں گا اور اپنے رب کی عبادت کروں گا مجھے یقین ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کر کے (کسی خیر سے) محروم نہ رہوں گا پھر جب وہ ان سے اور ان بتوں سے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے علیحدہ ہو گئے تو ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب ہبہ کئے اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا

قوم کے سامنے شرک کی برائی

(۲) وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ۝ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ۝ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ وَتَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ۝ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِیْمُ ۝ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا یٰٓاِبْرٰهِیْمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ۝ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ۝ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ ۝ وَنَجَّیْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۝ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء پ ۱۷) اور دیکھو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی نیک راہ دی تھی اور ہم انہیں جانتے تھے جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیں کیا ہیں جن کے پاس تم لگے بیٹھے ہو بولے ہم نے اپنے بزرگوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا فرمایا تم اور تمہارے بزرگ صریح غلطی میں مبتلا ہو بولے کیا آپ ہمارے پاس کوئی معقول بات لائے ہیں یا دل لگی کر رہے ہیں فرمایا بلکہ تمہارا رب آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس پر تم پر گواہ ہوں۔

بتوں کو توڑ ڈالنے کا عزم

اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کا علاج کروں گا جب تم پیٹھ موڑ کر چلے جاؤ گے پھر آپ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا بجز ان میں کے بڑے کو تاکہ لوگ آپ کی طرف لوٹیں بولے کس شخص نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے؟ واقعی وہ بڑا ہی ظالم ہے بولے ہم نے ایک جوان کو سنا تھا جو ان کا ذکر کر رہا تھا اسے ابراہیم کہا جاتا ہے بولے اچھا تو اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ تاکہ وہ

اسے دیکھ لیں بولے اے ابراہیمؑ! کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ یہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے تم اُن سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہوں پھر انہوں نے اپنے دلوں میں سوچا پھر بولے لوگو واقعی تم ہی ظالم ہو پھر سر جھکا کر بولے تجھے تو معلوم ہی ہے جیسا یہ بولتے ہیں فرمایا پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان تف ہے تم پر اور ان پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے بولے اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کرنا چاہتے ہو ہم نے کہا اے آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا انہوں نے آپ کا برا چاہا تھا پھر ہم نے ان ہی کو نقصان میں ڈال دیا اور ہم نے آپ کو اور لوطؑ کو بچا کر اس سرزمین کی طرف نکال دیا جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے اور ہم نے انہیں اسحاقؑ کو ہبہ کیا اور مزید یعقوب کو بھی اور ہم نے ہر ایک کو صالح بنایا۔

خلیل اللہ شرک کی تردید کرتے ہیں جس کی پاداش آگ میں جھونک دیئے جاتے ہیں

(۳) وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝ اَئِفْكًا
اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝
فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ
ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا
تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝ وَقَالَ اِنِّيْ
ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ
مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۝ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا
تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ
يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا
الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى إِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ ٥ (سورہ صافات پ ۲۳) اور انہیں (نوح) کی راہ والوں میں سے ابراہیم رہیں جب وہ اپنے رب کے پاس بے داغ دل لے کر آئے جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا تم کیا پوجتے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے معبود بناتے اور انہیں چاہتے ہو پھر تم نے رب العالمین کو کیا سمجھا ہے؟ پھر انہوں نے ایک بار تاروں میں غور کیا پھر کہا میں بیمار ہوں پھر لوگ ان سے پیٹھ پھیر کر چل دیئے پھر آپ ان بتوں میں جا گھسے اور بولے تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا بولتے کیوں نہیں؟ پھر ان میں دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے گھس گئے پھر لوگ آپ کی طرف دوڑ کر گھبراتے ہوئے آئے فرمایا کیا تم انہیں پوجتے ہو جن کو تم تراشتے ہو حالانکہ اللہ نے تم کو اور ان کو جو تم بناتے ہو پیدا کیا بولے اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو پھر انہوں نے آپ کے حق میں بری تدبیر کی مگر ہم نے انہیں کو نیچے ڈال دیا اور فرمایا میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہی مجھے راہ دکھائے گا اے میرے رب مجھے نیک اولاد عطا فرما پھر ہم نے آپ کو ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔

فرزند کی قربانی کا ذکر

پھر جب وہ آپ کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچے تو فرمایا بیٹا میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بولے ابا جان جو آپ کو حکم ہے اسے کر گزریئے آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے پھر جب دونوں راضی ہو گئے اور آپ نے بچہ کو ماتھے کے بل لٹا دیا اور ہم نے آواز دے کر کہا ابراہیمؑ! آپ نے خواب سچا کر دکھایا ہم اسی طرح مخلصوں کو بدلہ دیتے ہیں واقعی یہ ایک کھلی آزمائش ہے اور ہم نے ان کے فدیہ میں ایک عظیم ذبیحہ دیا اور پچھلوں میں آپ کا ذکر خیر باقی رکھا کہ سلامتی ہو ابراہیمؑ پر ہم اسی طرح مخلصوں کو بدلہ دیتے ہیں واقعی وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں اور ہم نے آپ کو اسحٰقؑ کی بشارت دی جو نبی و صالح ہو گا اور ہم نے آپ کو اور اسحٰقؑ کو برکت دی اور ان کی اولاد میں سے اچھے بھی ہیں اور اپنے حق میں صریح برے بھی ہیں۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے ملکر بیت اللہ کی تعمیر کی

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ (بقرۃ) اور جب ہم نے اس گھر (کعبہ) کو لوگوں کی اجتماع کی جگہ ٹھہرایا اور (پناہ گاہ) اور حکم دیا کہ ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بنالو اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیلؑ سے عہد لیا کہ میرے گھر کو طواف والوں کے، اعتکاف والوں کے اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو اور جب ابراہیمؑ نے دعا مانگی کہ اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور اس کے باشندوں کو پھلوں سے روزی عطا فرما یعنی ان کو جوان میں سے اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہیں فرمایا اور کافروں کو بھی میں انہیں بھی تھوڑا سا فائدہ اٹھانے دوں گا پھر ان کو آگ کے عذاب کی طرف مجبور کر دوں گا اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے اور جب ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا مانگ رہے تھے کہ) اے ہمارے رب ہماری یہ خدمت قبول فرما بلاشبہ تو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے سکھا اور ہم پر رجوع فرما بیشک تو بڑا ہی رجوع کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے اے ہمارے رب انہیں میں سے ان میں ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کر دے بلاشبہ تو ہی بڑی عزت والا اور بڑی حکمت والا ہے اور کون ملت ابراہیمؑ سے منہ پھیر سکتا ہے بجز اس کے جو بے وقوف ہو

بلا شبہ ہم نے انہیں دنیا میں چنا تھا اور واقعی آپ آخرت میں نیک ہیں جب ان سے ان کے رب نے کہا کہ فرمانبردار بن جاؤ بولے میں رب العالمین کا فرماں بردار ہوں اور ابراہیم اور یعقوب اس کی اپنے بیٹوں کو وصیت کر گئے کہ اے بیٹو اللہ نے تمہارے لیے ایک دین چنا ہے لہٰذا نہ مرنا مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔

ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم

(۵) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَىٰةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَىٰةِ فَاتْلُوهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۔ فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ ۔ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِى بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَٰلَمِينَ ۔ فِيهِ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ مَّقَامُ إِبْرَٰهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُۥ كَانَ ءَامِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعَٰلَمِينَ (آل عمران) کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں مگر جو چیزیں اسرائیل نے تورات اتارے جانے سے پہلے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں آپ حکم دیں کہ لاؤ تورات کو اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو پھر جو اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھیں وہی ظالم ہیں آپ فرما دیجیے اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو غیر جانب دار (موحد) تھے اور آپ مشرک نہ تھے دیکھو سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے اور دنیا والوں کے لیے موجب برکات و ہدایات ہے اس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں یعنی مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو جاتا ہے مامون ہو جاتا ہے اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کی زیارت فرض ہے یعنی ان پر جو زاد راہ کی طاقت رکھتے ہیں اور جو انکار کرے تو اللہ جہان والوں کی پرواہ نہیں کرتا۔

خلیل و نمرود کے مناظرے کا بیان

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِى حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِى رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّىَ الَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِى بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِى كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظَّٰلِمِينَ ۔ (بقرہ) کیا آپ نے وہ شخص نہیں دیکھا جو ابراہیم سے ان کے رب کے بارے میں جھگڑا اس لیے کہ اللہ نے اسے ملک عطا فرمایا تھا جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے

جو حیات وموت پر قادر ہے تو اس نے کہا میں بھی حیات وموت قادر ہوں ابراہیمؑ نے کہا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے لے آ پھر وہ منکر حیران رہ گیا اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

اجرام علویہ سے توحید پر استدلال

(۷) وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۚ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۗ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ۝ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ (سورۃ الانعام پ ۷)

اور جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہیں؟ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں اور ہم اسی طرح ابراہیمؑ کو آسمانوں کے اور زمین کے ملک دکھانے لگے اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں پھر جب ان پر رات نے اندھیرا کیا تو انہوں نے ایک تارا دیکھا فرمایا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا فرمایا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا پھر جب چاند چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے راہ نہ دکھائے تو یقیناً میں گمراہ ہو جاؤں پھر جب سورج چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا اے میری قوم میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک کرتے ہو سن لو میں نے اپنا رخ اسی کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے میں غیر جانبدار ہوں اور مشرک نہیں اور ان سے ان کی قوم نے جھگڑا کیا فرمایا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں

جھگڑتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت عطا فرمائی ہے میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کے
ساتھ شریک کرتے ہو مگر یہ کہ میرا رب کچھ چاہے میرے رب کے علم میں ہر چیز سمائی ہوئی ہے
پھر تم نصیحت کیوں نہیں مانتے اور میں تمہارے شرکا سے کیسے ڈروں حالانکہ تم اس سے
نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسے شریک ٹھہرا لیے ہیں جن کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل
نہیں اتاری پھر ان دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ امن کا زیادہ حقدار ہے اگر تم سمجھ رکھتے
ہو۔ جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا وہی امن والے ہیں اور وہی
راہ یاب ہیں اور یہ ہماری دلیل ہے یہ ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے خلاف عطا فرمائی ہم جن کے
چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں بلاشبہ آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے۔

خلیل اللہ کی اپنی اولاد کے لیے بت پرستی سے محفوظ رہنے کی دعا

(۸) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ
النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ رَبَّنَاۤ اِنِّیْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ
بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ
اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ○ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ
شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ
لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ
وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○ (ابراہیم) اور جب ابراہیم نے کہا اے رب
اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچا اے میرے
رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پھر جو میری پیروی کریں گے وہی میرے ہیں
اور جو میری نافرمانی کریں گے تو اے رب تو بڑا ہی بخشنے والا اور انتہائی مہربان ہے اے ہمارے
رب میں نے اپنی بعض اولاد کو غیر کھیتی والی زمین میں تیرے عزت والے گھر کے پاس بسا دیا ہے
اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم رکھیں اس لیے ان کی طرف لوگوں کے دل مائل کر دے
اور انہیں پھلوں سے روزی عطا فرما تاکہ وہ شکر ادا کریں اے ہمارے رب تجھے معلوم ہے جو

کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق ہبہ فرمائے بیشک میرا رب میری دعائیں خوب سننے والا ہے اے میرے رب مجھے اور میری بعض اولاد کو نماز کو قائم رکھنے والا بنا اے ہمارے رب اور میری دعا قبول فرما اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔

بیت اللہ کو بت پرستی اور شرک سے پاک رکھنے کا حکم

(۹) وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (سورۃ الحج)

اور جب ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اس گھر کی جگہ درست کی اور حکم دیا کہ نہ شریک کرنا میرے ساتھ کسی چیز کو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے، قیام کرنے والوں کے، رکوع کرنیوالوں کے اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دیجیے وہ آپ کے پاس پیدل چل کر اور دبلے دبلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے اور یہ اونٹ ہر دور والی راہ سے آئیں گے۔

خلیل کی درخواست پر آپ کو زندگی بعد الموت کا مشاہدہ کرایا گیا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرۃ) اور جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا دے کہ تو کس طرح مردے زندہ کرتا ہے فرمایا کیا (اس پر) تیرا ایمان نہیں بولے کیوں نہیں ایمان تو ہے لیکن میں اپنے دل کے لیے اطمینان چاہتا ہوں فرمایا اچھا تو چار پرندے لیلے پھر انہیں اپنی طرف ہلا لے پھر ان میں سے ہر پہاڑ پر ان کا ایک پارچہ رکھ پھر انہیں بلا وہ تیری طرف دوڑ کر آئیں گے اور یقین رکھ کہ اللہ بڑی عزت والا اور بڑی حکمت والا ہے

خلیل اللہ کے پاس فرشتوں کا آنا اور کھانا نہ کھانا

(۱۱) هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ

إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ طِينٍ ۝ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ (الذاریات)

کیا آپ کے پاس ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی خبر آئی جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا یہ لوگ اجنبی ہیں پھر اپنے گھر میں گھس گئے پھر ایک فربہ بچھڑے کو لائے اور اسے ان کی طرف بڑھایا کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ پھر انہوں نے ان سے ڈر محسوس کیا انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں اور انہوں نے آپ کو ایک علم والے بچہ کی بشارت دی پھر آپ کی عورت چیختی ہوئی آئیں اور اپنا چہرا پیٹ کر بولیں کہ میں تو بڑھیا اور بانجھ ہوں انہوں نے کہا ہوگا اسی طرح یہ آپ کے رب نے فرمایا ہے بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے فرمایا اے بھیجے جانے والو تمہارا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے کہا ہم مجرموں کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر مٹی کے پتھر چھوڑ دیں جو آپ کے رب کے پاس نشان والے ہیں اور یہ حد سے آگے بڑھنے والوں کے لیے ہیں۔

بیٹے کی بشارت

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۝ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ۝ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۝ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝ (ھود) اور دیکھو ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے انہوں نے ان کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور جلد ہی بھنا ہوا بچھڑا لے آئے پھر جب اور آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس تک نہیں پہنچ رہے

تو آپ نے انہیں اوپری سمجھا اور ان سے ڈر محسوس کیا وہ بولے آپ ڈریں نہیں ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے آپ کی بیوی کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں پھر ہم نے ان کی (عورت) کو اسحٰق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بولیں ہائیں ہائیں کیا میرے بچہ پیدا ہوگا حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر بوڑھے ہیں واقعی یہ تو ایک حیرت انگیز چیز ہے انہوں نے کہا کیا آپ کو اللہ کے حکم پر تعجب ہے اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں بیشک وہ تعریفوں والا ہے اور بزرگ ہے پھر جب ابراہیم سے خوف دور ہوگیا اور آپ کے پاس خوشی کی خبر آگئی تو آپ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے بلاشبہ ابراہیمؑ بڑے ہی بردبار، انتہائی نرم دل، اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے اے ابراہیم! آپ اس سے اعراض کر لیں کیونکہ بات یہ ہے کہ آپ کے رب کا حکم آچکا ہے اور بلاشبہ ان پر عذاب آنے والا ہے جو لوٹایا جانے والا نہیں۔

حضرت ابراہیم کا دین توحید تھا

(۱۳) حضرت ابراہیمؑ کے دین کے بارے میں سورہ نحل میں ہے، اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل) یعنی بلاشبہ ابراہیمؑ ایک راہ ڈالنے والے تھے. اللہ کے فرمانبردار تھے اور موحد تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے اللہ نے انہیں چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ پر چلایا تھا، (۱۴) اسی طرح سورہ انعام میں آپ کے دین کے سلسلہ میں ہے:-

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

یعنی آپ فرما دیں بیشک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ پر چلایا ہے یعنی ایک سیدھے دین پر دین ابراہیم پر جو موحد تھے مشرک نہ تھے۔

حضرت ابراہیم موحد تھے

(۱۵) آل عمران میں دین ابراہیمی کے، اسلام کے اور تمام دینوں کے بارے میں فرمایا۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یعنی اے اہل کتاب تم مجھ سے ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات وانجیل آپ کے بعد ہی اتاری گئی ہیں پھر عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ۔ دیکھو تم لوگ ان مسائل میں تو جھگڑ چکے جن کا تم کو کچھ علم تھا پھر ان مسائل میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تم کو علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ عیسائیؑ ہاں موحد ۔ مسلم تھے اور مشرک نہ تھے لوگوں میں ابراہیمؑ سے زیادہ قریب وہ ہیں جو آپ کے پیروکار ہیں اور یہ نبی ہیں اور ایمان والے ہیں اور اللہ مومنوں کا دوست ہے ۔

قبل از ظہور اسلام اسلامی دعوت کا ذکر

یہ ہیں وہ تمام آیتیں جو قرآن پاک میں سیرت ابراہیم کے سلسلہ میں مطول آئی ہیں یا آپکی دعوت کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور قبل از ظہور اسلام ان میں دعوتِ اسلامیہ کا بھی ذکر ہے اور دعوت اسلامیہ پر لکھنے والوں کے لیے اس کی ضرورت نہیں کہ اس دعوت کے اس گوشہ کو ظاہر کریں تاکہ ایک خاص قوم میں جو عقیدہ محصور ہے اس کا انتقال ایسے عقیدے کی طرف ثابت کریں جو ہر قوم کو عام ہو اور اس کا خطاب ہر مذہب کے لیے ہمہ گیر ہو اس سلسلہ میں اقوام عالم میں جو مساوات ہے وہ ایک اسلامی رنگ ہے جو دعوت اسلام کے گوشوں میں سے ہر گوشہ میں ازل سے لے کر آخر تک کار فرما ہے ۔

قرآن میں خلیل اللہ کے بارے میں دو قسم کی خبریں ہیں

قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کے سلسلہ میں جو خبریں ہیں وہ دو قسم کی ہیں بعض تو ایسی خبریں ہیں جو تورات و مشناۃ میں بھی ہیں اور بعض میں قرآن ہی منفرد ہے اس قسم کی خبروں کا مدار دو باتوں پر ہے یعنی واقعات کی مخصوص خبروں پر کہ ابراہیم و اسمٰعیل بیت الحرام کے پڑوس میں ٹھہرے اور دینی نقطۂ نظر سے خاص دینی خبروں پر بھی ہمارے اس موضوع میں انہیں خبروں کی دلالت کا عظیم حصہ ہے کیونکہ ان سے عبادت میں تجسیم و تنزیہ کا فرق معلوم ہوتا ہے کہ اتنے طویل زمانہ میں جو عہد قدیم کی کتابوں کے لکھنے سے لے کر دعوت محمدیہ تک گذرا کس طرح تنزیہی عبادت تجسیم سے بدل گئی ۔

قرآن کی اور سفر تکوین کی خبروں کا مقابلہ جو تین مہمانوں کے بارے میں ہیں

لہٰذا وہ

تین مہمان جن کا ذکر سفر تکوین میں ہے کہ کھاتے بھی تھے اور کھانے سے سیر بھی ہوتے تھے اور بعض قدیم نسخوں کے پیرائے سے تو یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ ان میں ایک معبود تھا پھر یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو معبود کے نام پر بولتا تھا اور اس کے ساتھ دو آسمانی ساتھی اور تھے لیکن قرآن کریم بھی ان مہمانوں کا قصہ بیان کرتا ہے مگر یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے کھایا اور سیر ہوئے بلکہ یہ کہتا ہے کہ وہ کھانے پر بیٹھے تو سہی لیکن انہوں نے کھانے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھائے اور حضرت ابراہیمؑ نے ان سے کھانے کی درخواست بھی کی لیکن انہوں نے کھایا نہیں پھر آپ نے ان سے خوف محسوس کیا اور پہچان گئے کہ یہ انسان معلوم نہیں ہوتے کیونکہ ان کی حالت زاد و مقام والے مہمانوں سے علٰحدہ ہے۔ بنی نوع انسان کی تاریخ میں یہ انتقال فکر معمولی نہیں کیونکہ بنی نوع انسان کے لیے حجری زمانہ سے لے کر لوہے کے زمانہ تک منتقل ہونے میں ہزار ہا سال لگے ہیں لہٰذا یہ انتقال اس عقل کے درمیان ہے جو آسمانی مخلوق کے ادراک سے جو مادی مطالب میں زندہ اجسام سے بالکل مخالف ہے قاصر رہتی ہے اور اس عقل کے درمیان ہے جس میں حیات روحانیہ اور حیات جسمانیہ میں فرق کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے یہ انتقال ہی بنی نوع انسان کے دونوں زمانوں کے درمیان تاریخی نشان دہی کرتا ہے ان دونوں زمانوں میں زمانۂ حجر و زمانۂ حدید سے بھی بہت زیادہ فرق کارفرما ہے۔

قرآن کے بعد اہم مصدر حدیث ہے

قرآن کریم کے بعد اہم اسلامی سرچشمہ حدیث ہے، بعض حدیثوں سے خلیل اللہ کے اور ان کے کارناموں کے اوصاف معلوم ہوتے ہیں اور وہ ان کی سیرت بھی بیان کرتی ہیں ان حدیثوں میں علماء میں اختلاف ہے کیونکہ بعض احادیث کی رو سے خلیل کی طرف ایسی باتیں منسوب ہوتی ہیں جن کی نسبت انبیاء کی طرف احادیث نبویہ میں پائی نہیں جاتی۔

وہ احادیث جن سے عصمت انبیاء پر دھبہ آئے ناقابل التفات یا قابل تاویل ہیں

اس اختلاف میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جو حدیثیں آحاد سے مروی ہیں ان کے لیے اصولی الاعتقاد کے خلاف ہونا جائز نہیں کیونکہ آحاد پر غلطی اور کذب کا امکان جائز ہے اور عقائد میں اس جیسی چیز

جائز نہیں خصوصاً ان عقائد میں جو اللہ کی کتاب سے ثابت ہوں اسی حکم پر امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں عمل کیا ہے اور شیخ عبدالوہاب نجار کے اور اس مجلس علماء کے درمیان مقابلہ کیا ہے جس نے شیخ کی کتاب کے بارے میں قصص الانبیاء سے مراجعت کی چنانچہ امام موصوف فرماتے ہیں علماء نے اس کی صراحت کی ہے کہ جب حدیث کی روایت آحاد سے ہو اور اس میں گناہ یا کذب کی نسبت انبیاء کی طرف ہو وہ رد کر دی جائے گی۔ عقائد نسفیہ کی شرح عصام میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ انبیائے کرام کا صدق سے اتصاف واجب ہے، لکھا ہے جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی پھر انبیاء کے بارے میں ایسی روایتیں جو ان کے کذب یا گناہ کا وہم پیدا کرتی ہیں اگر آحاد سے منقول ہیں تو مردود ہیں اور اگر از راہ تواتر ہیں تو حتی الامکان ظاہر معنی سے پھیر دی جائیں گی یا ترک اولیٰ پر محمول کی جائیں گی یا بعثت سے پہلے کی سمجھی جائیں گی۔ اسی کے حاشیہ پر ان کا یہ قول بھی ہے کہ اگر وہ حدیث از راہ آحاد منقول ہے خواہ حد شہرت کو پہنچے یا نہ پہنچے رد کر دی جائیں گی کیونکہ راویوں کی طرف خطا کی نسبت کرنا بہ نسبت اس کے کہ انبیاء کی طرف گناہوں کی نسبت کی جائے آسان ہے ہم یہاں جن حدیثوں کو نقل کریں گے ان کو اسی معیار سے نقل کریں گے اور چن کر ان حدیثوں کو نقل کریں گے جن کو سیرت مقدسہ سے گہرا تعلق ہے اور انہیں قارئین کرام کے غور و فکر پر مذکورہ بالا علماء کے اقوال کی روشنی میں چھوڑ دینگے

خلیل اللہ رحمت عالم سے حلیہ میں ملتے جلتے تھے

بعض حدیثوں میں ہے کہ حضرت ابراہیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے چنانچہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے اس رات جس رات آپ کو معراج ہوئی فرمایا میں موسیٰؑ سے ملا، فرماتے ہیں آپ نے ان کا اس طرح حلیہ بیان فرمایا کہ میں نے انہیں (غالباً) مضطرب قسم کا آدمی پایا جن کے سر کے بال نہ بالکل سیدھے ہی تھے اور نہ بالکل مڑے ہوئے بلکہ درمیانی تھے گویا آپ قبیلہ شنوءہ کے ایک شخص ہیں فرماتے ہیں اور میں عیسیٰ سے ملا پھر آپ نے ان کے حلیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ درمیانی قد کے اور سرخ تھے گویا حمام سے دہنا کر نکلے ہیں اور میں نے ابراہیمؑ کو دیکھا اور میں ان کی تمام اولاد میں ان سے بہت مشابہ ہوں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم ابن عباس کے پاس تھے لوگوں میں دجال کا ذکر چھڑ گیا

تو کسی نے کہا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا ابن عباس نے فرمایا میں نے یہ حدیث آپ سے نہیں سنی البتہ آپ نے یہ فرمایا ہے لیکن ابراہیمؑ کو دیکھنا ہو تو اپنے ساتھی کو دیکھ لو رہے موسیٰؑ سو وہ ایک گندم گوں شخص ہیں گٹھیلے جسم کے ہیں سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی رسی کی ہے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں جب وادی میں اترتے ہیں لبیک کہتے ہیں۔ جابر رسول اللہ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کئے گئے اتنے میں موسیٰ علیہ السلام ایک قسم کے آدمی تھے گویا آپ شنوءہ قبیلہ کے آدمیوں میں سے ہیں پھر میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں ان سے سب سے ملتے جلتے عروہ بن مسعود ہیں اور میں نے ابراہیمؑ علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں ان سے سب سے ملتے جلتے تمہارے صاحب ہیں۔

بیت اللہ میں خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کی تصویریں

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم بیت اللہ میں داخل ہوئے اس میں آپ نے ابراہیمؑ کی اور مریمؑ کی تصویر پائی اور فرمایا لوگوں کو معلوم ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں تصویر ہوتی ہے یہ ابراہیمؑ کی صورت بنائی گئی ہے یہ کیا بات ہے کہ وہ تیروں سے فال لے رہے ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے جب بیت اللہ میں تصویریں دیکھیں تو آپ اس میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ کے حکم سے انہیں مٹا دیا گیا آپ نے ابراہیمؑ و اسمٰعیل کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں (فال کے) تیر ہیں فرمایا اللہ لوگوں کو غارت کرے اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں لی

خلیل اللہ نے قدوم میں ۸۰ سال کی عمر میں ختنہ کیں

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے قدوم میں اسی سال کی عمر میں ختنہ کیں۔

حضرت ہاجرہ کی ہجرت کا قصہ

حضرت ابن عباس حضرت ہاجرہ کے قصہ میں بیان فرماتے ہیں پھر ابراہیمؑ انہیں اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کو جب وہ اسے دودھ پلاتی تھیں لائے حتیٰ کہ انہیں بیت اللہ کے پاس ایک بڑے درخت کے نیچے

زمزم کے اوپر مسجد کے بالائی حصہ میں ٹھہرا دیا اس وقت مکہ میں کوئی نہ تھا اور نہ وہاں پانی نہ تھا آپ نے ان دونوں کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ رکھ دیا جس میں پانی تھا پھر آپ ان سے پیٹھ موڑ کر چل دیئے آپ کے پیچھے ام اسمٰعیلؑ دوڑیں اور بولیں ابراہیمؑ آپ ہمیں اس سنسان وادی میں جہاں نہ کوئی مونس ہے اور نہ کوئی چیز ہے چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ یہ جملہ ام اسمٰعیلؑ نے بار بار دہرایا مگر خلیلؑ ان کی طرف توجہ ہی نہ دیتے تھے آخرکار انہوں نے کہا کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں بولیں تب تو اللہ ہمیں ضائع نہیں فرمائیگا پھر لوٹ آئیں اور ابراہیمؑ چلے گئے حتیٰ کہ جب گھاٹی کے پاس ایسی جگہ پہنچ گئے کہ وہ دونوں آپ کو دیکھتے نہ تھے تو آپ نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کیا پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں مانگیں اے ہمارے رب میں نے اپنی بعض اولاد بے آب وگیاہ وادی میں تیرے عزت والے گھر کے پاس بسادی ہے اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم رکھیں لہٰذا لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اور انہیں پھلوں سے روزی دے تاکہ وہ شکر ادا کریں ......

اور ام اسمٰعیلؑ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی رہیں اور اس پانی میں سے پیتی رہیں حتیٰ کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا اور وہ مع اپنے بیٹے کے پیاس کو محسوس کرنے لگیں اور بچہ کو (پیاس کے مارے) بے قرار و تڑپتا ہوا دیکھنے لگیں تو یہ منظر ان سے دیکھا نہ گیا اور علٰحدہ ہٹ گئیں پھر انہوں نے کوہ صفا کو سب سے زیادہ اپنے قریب پایا یہ اس پر کھڑی ہو گئیں پھر وادی کی طرف بڑھیں کہ دیکھیں آیا کسی کو وہاں دیکھتی ہیں؟ لیکن آپ نے وہاں کسی کو نہیں دیکھا پھر صفا سے اتریں حتیٰ کہ جب وادی میں پہنچ گئیں تو اپنے کرتے کا دامن اٹھا لیا اور ایک ایسے انسان کی طرح دوڑیں جو پوری طاقت سے دوڑتا ہے حتیٰ کہ وادی کو پار کر گئیں پھر مروہ پر آئیں اور اس پہ کھڑے ہو کر نگاہ دوڑائی کہ آیا کسی کو دیکھتی ہیں لیکن کسی کو نہیں دیکھا اس طرح آپ نے سات بار کیا.....

ابن عباسؓ فرماتے ہیں نبی صلعم نے فرمایا اسی لیے ان دونوں کے درمیان لوگ رحاجی) سعی کرتے ہیں.... پھر جب مروہ سے نگاہ دوڑائی تو ایک (غیبی) آواز سنی بولیں ارے اپنا نفس مراد تھا پھر آواز سنی بولیں اگر تیرے پاس کچھ علاج ہے تو تو نے اپنی آواز سنادی ہے اتنے میں آپ نے زمزم کی جگہ ایک فرشتہ دیکھا اس نے اپنی پیٹھ سے یا فرمایا اپنے بازو سے زمین کریدی حتیٰ کہ پانی

ظاہر ہو گیا پھر یہ پانی میں گھسنے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرنے لگیں اور پانی سے چلو بھر بھر کر اپنے مشکیزے میں ڈالنے لگیں اور پانی چلو بھرنے کے بعد ابلتا تھا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا اللہ ام اسمٰعیلؑ پر رحم فرمائے کاش زمزم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتیں اور فرمایا اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک جاری چشمہ ہوتا فرماتے ہیں پھر انہوں نے وہ پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلایا پھر ان سے فرشتہ نے کہا ضائع ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ یہ اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ بنائے گا اور دیکھو اللہ اللہ والوں کو ضائع نہیں کیا کرتا اور گھر ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھا سیلاب آتے تھے اور اس کے دائیں بائیں سے گذر جایا کرتے تھے اسی طرح وہ رہتی سہتی رہیں حتیٰ کہ ان کے پاس سے قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ گذرا یہ جرہم کے رفقاء یا اہل بیت تھے اور کداء کے راہ سے گذر رہے تھے یہ لوگ مکہ کے نشیبی علاقہ میں ٹھہرے اور انہوں نے منڈلاتے ہوئے پرندے دیکھے بولے یہ پرندے تو پانی پر گھومتے ہیں ابھی کچھ دنوں قبل ہم اس وادی سے گذرے ہیں اس میں پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا چنانچہ انہوں نے اپنے دو آدمی بھیجے اور اچانک وہ پانی کے پاس پہنچ گئے پھر انہوں نے واپس آکر پانی کی خبر دی پھر یہ سب پانی کے پاس آگئے فرماتے ہیں اور ام اسمٰعیلؑ پانی کے پاس تھیں بولے اگر آپ کی اجازت ہو تو ہم آپ کے پاس اتر جائیں! فرمایا ہاں لیکن پانی میں تمہارا حق نہ ہو گا بولے اچھا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا پھر اسے ام اسمٰعیلؑ نے پایا اور آپ انسیت چاہتی ہی تھیں چنانچہ یہ لوگ یہاں ٹھہر گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا اور وہ بھی انہیں کے ساتھ ٹھہر گئے حتیٰ کہ جب وہاں ان کے کئی خاندان آبسے اور بچہ جوان ہو گیا اور اس نے ان سے عربی زبان سیکھ لی اور انہیں پیارا معلوم ہونے لگا حتیٰ کہ جوان ہو گیا پھر جب وہ بالغ ہو گیا تو اپنے خاندان میں سے ایک عورت سے اس کی شادی کر دی اور ام اسمٰعیلؑ فوت ہو گئیں اسمٰعیلؑ کی شادی کے بعد اپنے ورثہ کو دیکھنے کے لیے ابراہیمؑ آئے اور اسمٰعیلؑ کو نہیں پایا اور ان کی بیوی سے ان کے بارے میں پوچھا بولیں روزی کی تلاش میں نکلے ہیں پھر آپ نے پوچھا زندگی کس طرح گذر رہی ہے اور کیا حال ہے؟ بولیں تنگی، ترشی اور سختی سے گذر رہی ہے اور آپ سے شکوے کئے فرمایا جب تمہارا شوہر آجائے تو اسے میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا

کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لیں پھر جب اسمٰعیلؑ آئے تو گویا انہوں نے کوئی چیز دیکھی پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بولیں ہاں آیا تھا فلاں فلاں بزرگ تھے آپ کو پوچھ رہے تھے میں نے انہیں آپ کی خبر دے دی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کس طرح بسر ہو رہی ہے میں نے کہا تنگی و ترشی میں پوچھا کیا تم سے کچھ کہہ گئے ہیں؟ بولیں ہاں آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور فرما گئے ہیں کہ ان سے کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لیں اسماعیلؑ نے کہا یہ میرے والد تھے انہوں نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تم کو جدا کر دوں لہٰذا تم اپنے میکہ چلی جاؤ چنانچہ اسمٰعیلؑ نے انہیں طلاق دے دی اور دوسری عورت سے نکاح کر لیا اور ان سے ابراہیمؑ جب تک اللہ نے چاہا غائب رہے پھر ان کے پاس آئے اور حضرت اسمٰعیلؑ کو نہیں پایا گھر میں جا کر آپ کی بیوی سے آپ کے بارے میں پوچھا بولیں ہمارے لیے روزی کی تلاش میں گئے ہیں پوچھا تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ بولیں ہم خیر و وسعت میں ہیں اور اللہ کا شکر ادا کیا پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے؟ بولیں گوشت پوچھا اور مشروب کیا ہے؟ بولیں پانی دعا مانگی کہ اے اللہ انہیں گوشت اور پانی میں برکت عطا فرمایا جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا سلام کہنا اور کہنا اپنے دروازے کی چوکھٹ بحال رکھیں پھر جب اسمٰعیلؑ گھر میں آئے تو پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا بولیں ہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے جو خوشنما ہیئت میں تھے اور ان کی تعریف کی، آپ کو پوچھ رہے تھے میں نے بتا دیا کہ آپ روزی کی تلاش میں گئے ہیں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے دن کیسے گذر رہے ہیں میں نے کہا الحمد اللہ خیر و وسعت سے گذر رہے ہیں پوچھا تم سے کچھ کہہ گئے ہیں؟ بولیں ہاں آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور یہ حکم کہہ گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بحال رکھیں فرمایا وہ میرے والد تھے اور تم چوکھٹ ہو مجھے حکم فرما گئے ہیں کہ میں تم کو رو کے رکھوں پھر حضرت ابراہیمؑ جب تک اللہ نے چاہا ان سے نہ ملے پھر بعد میں جب تشریف لائے تو اسماعیلؑ زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے تیر درست فرما رہے تھے آپ والد کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر ان کی طرف دوڑے اور دونوں نے وہی معاملہ کیا جو ایک باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اسماعیلؑ! اللہ نے مجھے ایک حکم فرمایا ہے بولے آپ کے رب نے آپ کو جو حکم فرمایا ہے اس کی تعمیل کیجئے

پوچھا کیا اس میں میری مدد کرو گے؟ فرمایا میں ضرور آپ کی مدد کروں گا فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں اور آپ نے ایک سرخی کی طرف جو اپنے ماحول سے نمایاں تھی اشارہ فرمایا فرماتے ہیں اس وقت آپ نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں اسماعیلؑ پتھر اٹھا اٹھا کر دے رہے تھے اور ابراہیمؑ تعمیر فرما رہے تھے حتیٰ کہ جب عمارت قدرے اونچی ہو گئی تو آپ اس پتھر (مقام ابراہیمؑ) کو لائے اور آپ کے لیے اسے رکھ دیا آپ اس پر کھڑے ہو کر بیت اللہ بنانے لگے اور اسماعیلؑ آپ کو پتھر دینے لگے اور دونوں دعا مانگتے جاتے تھے کہ اے ہمارے رب ہمارا یہ عمل قبول فرما بلاشبہ تو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

یہ ہے وہ قصہ جسے حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں اور اس کے درمیان میں نبی صلعم کے کلمات بھی ہیں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یہ سب سے لمبی حدیث ہے جسے حدیث کے راویوں نے نقل کیا ہے۔

ایک حدیث جس میں خلیل اللہ کی طرف جھوٹ منسوب ہیں

رہیں وہ حدیثیں جن کے بارے میں ہم نے علماء اصول کے اور فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے سو ان میں سے ہم ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں کفایت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے جو اللہ کے نبی تھے کبھی جھوٹ نہیں بولا بجز ان تین جھوٹوں کے دو تو اللہ کے بارے میں ہیں کہ آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں اور فرمایا بلکہ یہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے اور ایک حضرت سارہ کے سلسلہ میں کیونکہ آپ ایک سخت گیر (بادشاہ) کے علاقہ سے گذرنا چاہتے تھے اور آپ کے ساتھ سارہ بھی تھیں آپ انتہائی خوبصورت تھیں آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر اس ظالم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ میری بیوی ہیں تو مجھ پر غالب آجائے گا اور آپ کو مجھ سے لے لے گا اگر یہ آپ سے پوچھے تو کہہ دینا میں ان کی بہن ہوں کیونکہ آپ میری اسلامی بہن ہیں کیونکہ میرے علم میں دنیا میں میرے اور آپ کے سوا کوئی اور مسلمان نہیں پھر جب آپ اس علاقہ میں داخل ہوئے تو حضرت سارہ کو اس ظالم کے کسی آدمی نے دیکھ لیا اور اس ظالم کے پاس آکر اس سے کہنے لگا کہ آپ کے

علاقہ میں ایک ایسی عورت ہے جو آپ ہی کے لائق ہے اس نے آدمی بھیج کر حضرت سارہ کو بلوالیا حضرت ابراہیمؑ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے (انبیائے کرام نازک اوقات میں نماز ہی میں سکون پاتے ہیں اور اللہ سے پیش آمدہ نزاکت کو ہٹ جانے کی اور جان و آبرو کی سلامتی کی دعائیں مانگتے ہیں) جب اس ظالم نے حضرت سارہ کو دیکھا تو خود کو سنبھال نہ سکا اور آپ کی طرف ہاتھ پھیلا دیا لیکن اس کا ہاتھ سخت سن ہو کر رہ گیا پھر تو حضرت سارہ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیں کہ اللہ میرا ہاتھ اچھا کر دے میں آپ کو ضرر نہ پہنچاؤں گا آپ نے دعا فرما دی (اور ہاتھ اچھا ہو گیا) غرضیکہ تین دفعہ اس نے یہی حرکت کی اور دعا کی درخواست کی ہاتھ اچھا ہوتا رہا آخر کار اس نے اسے بلایا جو حضرت سارہ کو لے کر آیا تھا اور اس سے کہا تو میرے پاس شیطان لایا ہے انسان نہیں لایا اسے میرے علاقہ سے نکال باہر کر اور اسے ہاجرہ دیدے فرماتے ہیں پھر حضرت سارہ چلتی ہوئی آئیں پھر جب آپ کو حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا تو نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کیا بات رہی بولیں اللہ نے خیر فرمائی اللہ نے فاجر کا ہاتھ روک دیا اور خدمت کے لیے ایک خادمہ عطا فرما دی حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اے آسمان کے پانی کے بیٹو یہ ہیں تمہاری والدہ۔

اقوال مفسرین کو اسلامی مصدر قرار دینا کب صحیح ہے

قرآن و حدیث کے بعد بجز مفسرین کے اقوال کے کوئی اور ایسا سرچشمہ نہیں جسے اسلامی کہنا صحیح ہو۔

مفسرین کے اقوال کو بھی اس وقت اسلامی مصدر کہنا صحیح ہے جبکہ وہ قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی تفسیر پر یا احادیث کی شہادت پر منحصر ہوں ان کے ماسوا اقوال کو اسلامی مصدر کہنا صحیح نہیں کیونکہ ان کا مدار ان خبروں پر ہوتا ہے جو عموماً ارباب انساب و اخبار سے مروی ہوتی ہیں جن میں وہ علمائے یہود بھی داخل ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے اور وہ ارباب انساب بھی جن کو اپنے بزرگوں سے سماع کے ذریعہ تاریخ ورثہ میں ملی ہے۔

کعب احبار وغیرہ کی روایتوں پر تبصرہ

علمائے یہود میں سے جو مسلمان ہو گئے تھے ایک کعب بن ماتع حمیری (جو کعب احبار

لقب سے مشہور رہیں، بھی ہیں آپ یمن کے علمائے یہودیں سے ہیں عہد صدیق میں مشرف بہ اسلام ہوئے ایک زمانہ تک مدینہ منورہ میں رہے پھر شہادت عمرؓ کے بعد شام کی طرف منتقل ہو گئے اور حمص میں مقیم ہو گئے اور وہیں چل بسے اور ایک وہب بن منبہ بھی ہیں آپ بھی یمن کے یہودیوں میں سے ہیں پارسی تھے اور ان پارسیوں میں سے ہیں جن کو کسریٰ نے یمن بھیج دیا تھا پھر آپ مسلمان ہو گئے اور عہد بنو امیہ میں فوت ہوئے یہ دونوں بزرگ کثرت سے اسرائیلی روایتیں لاتے ہیں ان پر یہ الزام بھی ہے کہ ان کی بہت سی روایتیں گھڑی ہوئی بھی ہیں۔

شروع اسلام میں اہل کتاب سے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا تھا

ظاہر ہے

کہ شروع اسلام میں مسلمان اہل کتاب سے روایتیں نقل کرنے میں کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے بجز ان روایتوں کے جو قرآن پاک کے صریح خلاف ہوں کیونکہ مسلمانوں کا تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ہے اور اس پر بھی ایمان ہے کہ ان میں جو عقائد ان کے عقیدوں کے خلاف ہیں وہ کاہنوں اور علمائے یہود نے بدل ڈالے ہیں اور اس پر بھی کہ ان کتابوں کی بعض آیتوں سے وہ جاہل ہیں اور بعض آیتوں کو چھپاتے ہیں یا ان کی من مانی تاویلیں گھڑتے ہیں پھر جب کوئی یہودی عالم مشرف بہ اسلام ہوتا ہے اور اپنے سابق دین کی ایسی روایتیں نہیں بیان کرتا جو صریح قرآن پاک کے خلاف ہوں تو ان کے سننے میں مسلمان کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور ان پر بھروسہ کر لیا کرتے تھے اور ان روایات کو اہل کتاب کے علم سے سمجھتے تھے بہت سے مفسرین نے یہی کیا اور ان راویوں پر حد سے زیادہ بھروسہ کر بیٹھے لیکن یہ بھول گئے کہ اگر وہ بدنیتی سے محفوظ ہیں تو جہالت، ضعف سند اور عدم تحقیق سے تو محفوظ نہیں۔

اکابر صحابہ نے کعب احبار کو کثرت روایات سے منع فرما دیا تھا

فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ

کعب احبار کو کثرت سے سابق مذہب کی روایتیں بیان کرنے سے رد کا کرتے تھے اور فاروق اعظمؓ نے تو ان سے مذاق بھی کیا تھا جبکہ انہوں نے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ تورات میں آپ کی شہادت مندرج ہے اکابر صحابہ میں کسی سے بھی ان کے مذہبی روایات میں سے کوئی

روایت ثابت نہیں البتہ کعب احبار اور ان جیسے بزرگوں نے ان روایات کو ٹھنڈے دل سے بیان کیا ہے جن کے دعوے میں وہ منفرد ہیں اور کثیر الروایات ہیں یہ حضرات سامعین کے کانوں کو جدید روایات سے کھٹکھٹایا کرتے تھے جب قدیم روایات کا ذخیرہ ختم ہو جاتا تھا اور سامعین کی طرف سے بھی اس سرمایہ کی مانگ دیکھتے تھے جس میں کوئی مسلمان ان کی مزاحمت نہیں کرتا تھا

اسرائیلی روایات قبل از اسلام عربوں کے تمام عقاید پر حاوی نہیں

مگر یہ یاد رکھا جائے کہ قبل از اسلام عرب جس قدر ان کے عقاید کی تواریخ محفوظ رکھتا تھا ان سب کو یہ اسرائیلی روایتیں نہیں گھیرتیں خصوصاً ان عقائد کو جن کا تعلق کعبہ سے، اس کی تعمیری مختلف ادوار سے، اس میں دینی شعائر قائم کرنے سے اور ان شعائر کے اسباب سے پرانے سے پرانے زمانہ سے ہے لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں روایتیں عربوں کو خوش کرنے کے لیے یہودیوں کی طرف سے چاپلوسی ہے تاکہ وحدت نسب کے ذریعہ یہودی عربوں کے قریب آجائیں اور ان سب کا نسب جد ابراہیمؑ میں جا ملے کیونکہ عربوں کی اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ کی طرف نسبت سفر تکوین میں موجود ہے اور جو عرب تورات سے قطعی بے خبر ہیں وہ بھی خود کو ابن اسمٰعیلؑ کی بیٹیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیساکہ تاریخ دیودد اس صقلی میں ہے جو نصف صدی عیسوی کے بعد فوت ہوا۔

کعبۂ اقدس بار بار بنایا گیا ہے

اس کی روایات سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے بلکہ ان سے پہلے فرشتوں نے بیت اللہ بنایا اور اس کی بناء ابراہیمؑ ہی پر منحصر نہیں اور بقول قبقی فاسی جو کتاب شفاء العزام کا مصنف ہے، کعبۂ اقدس دس بار بنایا گیا پہلے فرشتوں نے بنایا پھر حضرت آدمؑ نے پھر ان کی اولاد نے پھر ابراہیمؑ نے پھر عمالقہ نے پھر بنو جرہم نے پھر قصی بن کلاب نے پھر قریش نے پھر عبداللہ بن زبیرؓ نے پھر حجاج بن یوسف نے پھر لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے کعبہ کی تعمیر صحیح خبر سے ثابت نہیں۔ اور مسعودی لکھتا ہے کہ فرشتوں اور آدمؑ وشیثؑ کی تعمیر کی روایتیں صحیح نہیں اور جرہم، عمالقہ اور قصی کی تعمیریں، تعمیریں نہیں بلکہ ترمیمیں ہیں۔

وہ روایات بہت ہیں جن کو اسرائیلیات نے نہیں گھیرا

ازرقی (جو اخبار مکہ کا مؤلف ہے)

نے ان روایات ہیں جن کو اسرائیلیات نے نہیں گھیرا انتہائی وسعت دی ہے اسرائیلیات انہیں گھیر بھی نہیں سکتیں کیونکہ عربوں کے دلوں میں خانہ کعبہ کی عظمت اسرائیلیات سے بہت پرانی ہے بلکہ یہ عظمت جزیرۂ عرب کے حدود سے پھلانگ کر ہند و مصر تک پہنچ گئی ہے جیسا کہ برتون نے اپنے حجاز کے سیاحت نامہ میں لکھا ہے صابی آغاز اسلام سے پہلے کی طرح آج بھی بیت اللہ کو ان سات گھروں میں سے شمار کرتے ہیں جن پر سبعہ سیارہ کی نظر تھی اور کہتے ہیں کہ یہ بیت اللہ سب سے زیادہ اشرف ہے کیونکہ اس کا طالع زحل ہے اور یہ اس وقت تک روئے زمین پر قایم رہے گا جب تک آسمان پر زحل قایم ہے۔

عربی شہروں میں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کے سلسلہ میں عنقریب تفصیلی بیان آرہا ہے یہاں ان مختلف روایات کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جن کو مفسرین یا تفسیر والے مورخین نے چنا ہے خواہ ان کو اسرائیلیات سے لیا گیا ہو یا ارباب انساب واسلاف سے کیونکہ یہ سب روایتیں اسی طرز کی ہیں جن کا اوپر بیان ہوا البتہ ہم یہاں ان روایات کو بیان کریں گے جن میں مفسرین کے لیے اجتہاد کی گنجایش ہے یا جن میں کوئی ایسی خبر ہے جو اخبار سیرت سے میل کھاتی ہو اور اس کی روایت پر علمار بھروسہ کرتے ہوں۔

آگ نے حضرت ابراہیم کو کیوں نہیں جلایا؟

مفسرین میں قدمار لکھتے ہیں کہ آگ نے حضرت ابراہیمؑ کو جلایا نہیں کیونکہ حق تعالےٰ نے اس سے احتراق کا خاصہ سلب فرمادیا تھا پچھلے مفسرین میں سے الوسی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: غرضیکہ جو صورت بھی ہو بہرحال یہ ایک عظیم معجزہ اس قسم کی صورتیں امت محمدیہ کے بعض اولیاء اللہ کو بھی پیش آئی ہیں جو نبی حبیب محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی کی وجہ سے ان کی کرامتیں خیال کی جاتی ہیں اور بعض ان قریب بہ کفر فاسقوں سے بھی جو ولی کامل شیخ احمد رفاعی قدس سرہ کی طرف منسوب ہیں اس قسم کے واقعات مشاہدے میں آئے ہیں ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ باب جادو سے ہیں اور جادوگر کے کفر و قتل میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے پاس نامعلوم المعانی اسمار ہوتے ہیں جن کو آگ میں داخل ہونے سے قبل اور اسلحہ چلائے جانے سے قبل پڑھ لیا جاتا ہے اور آگ و اسلحہ اثر نہیں کرتے ہو سکتا ہے کہ وہ کلمات کفریہ اور شرکیہ ہوں اگرچہ ان کے ساتھ ایسے کلمات

بھی ہوں جن میں شرک نہ ہو یہ بات شیخ احمد رفاعی کے زمانہ میں نہ تھی لوگ سنت کے انتہائی شیدائی تھے اور بدعت سے بچنے میں بے حد محتاط تھے اور آپ کے مرید آپ کے مسلک پر گامزن تھے اور آپ کی پیروی کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے پھر آپ کے بعد آپ کے بعض مریدوں پر یہ شیطانی احوال طاری ہوئے۔ عبر میں ہے شیخ قدس سرہ کے مریدوں میں کثرت سے کھوٹ پایا جانے لگا اور جب سے تاتاریوں نے عراق پر قبضہ کیا ہے اس وقت سے ان میں طرح طرح کے شیطانی احوال پائے جانے لگے جیسے آگ میں گھسنے سے جلتے نہیں، درندوں پر سوار ہو جاتے ہیں اور سانپوں سے کھیلتے ہیں یہ چیزیں شیخ میں نہ تھیں اور نہ ان کے صالح اصحاب میں تھیں لہٰذا ہم شیطان رجیم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

کیا نامعلوم المعانی اسمار کا پڑھنا عدم تاثیر کی شرط ہے؟

حق بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی چیز کا پڑھنا آگ وغیرہ کے لیے عدم تاثیر کی شرط نہیں ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جب ان کے لیے آگ سلگائی جاتی ہے اور ڈھول بجائے جاتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر یا شیخ احمد، یا رفاعی یا اے میرے فلاں شیخ جس سے انہوں نے طریقت سیکھی ہے آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور کچھ بھی نہیں پڑھتے پھر بھی آگ اُن پر اثر نہیں کرتی اور اکثر ایسے بھی ہیں کہ جب آگ پر اسمار پڑھتے ہیں اور ان کے لیے ڈھول نہیں بجائے جاتے اور ان پر حال طاری نہیں ہوتا تو وہ آگ کا انگارہ چھونے پر بھی قادر نہیں ہوتے اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ بعض کے لیے ڈھول بھی بجائے جاتے ہیں اور وہ اسمار بھی پڑھتا ہے اور اپنے مخصوص شیخ کو بھی پکارتا ہے مگر آگ اسے جلا دیتی ہے غرضیکہ اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی باضابطہ قاعدہ نہیں البتہ اغلب یہی ہے کہ جب ڈھول بجائے جاتے ہیں اور مخصوص شیوخ کو پکارا جاتا ہے اور ان سے فریاد کی جاتی ہے اور شور وغل کیا جاتا ہے تو پھر آگ اور اسلحہ وغیرہ اثر نہیں کرتے میں نے ان میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ شراب کا مشکیزہ لے کر اور اپنے شیوخ سے مدد مانگ کر آگ کے بھڑکتے ہوئے بڑے تنور میں داخل ہو جاتا ہے اور آگ میں بیٹھ کر اطمینان سے شراب پیتا ہے اور وہاں ٹھہرا رہتا ہے حتیٰ کہ آگ بجھ جاتی ہے اور اس کا کپڑا یا جسم کہیں سے بھی نہیں جلتا

(یہ تمام شیطانی احوال ہیں اور شرکیہ اسماء، وعزائم سے ایمان جاتا رہتا ہے نعوذ باللہ من الفتن)

استدراج یا شیطانی حال

ان جیسی باتوں میں صحیح صحیح جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہی ہے کہ یہ استدراج و ابتلاء ہے لیکن یہ خیال کرنا کہ حق تعالیٰ نے شیخ احمد رفاعی کی طرف نسبت رکھنے والوں کو شیخ موصوف کی خاطر یہ عزت بخشی ہے کہ آگ وغیرہ ان پر اثر نہیں کرتی انتہائی مضحکہ خیز اور بعید از عقل ہے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنا بھی حرام ہے ہاں کبھی کبھی اس قسم کی کرامتیں عطا فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے بعض مومن بندوں کی اعانت فرماتے ہیں بشرطیکہ وہ کفر و شرک سے محفوظ ہوں اور خالص عقیدۂ توحید پر جمے ہوئے ہوں بعض لوگ آگ ہاتھ میں اٹھا لیتے ہیں اور ان پر آگ اثر نہیں کرتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں میں ایسی دوائیں مل لیتے ہیں جن کی خاصیت یہ ہے کہ جس جگہ وہ مل لی جائیں اس جگہ آگ اثر نہیں کرتی ایسا کرنیوالا لوگوں کے دلوں میں اپنی کرامت کا سکہ جمانا چاہتا ہے حالانکہ کرامت درامت خاک بھی نہیں۔

صوفیاء کے انداز پر آیت کی تفسیر

شیخ محی الدین بن عربی صوفیاء کے انداز پر اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کلمات سے اسرار و رموز کی طرف اشارہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں حرقوہ یعنی آتش عشق میں اسے جلتا ہوا چھوڑ دو جسے شروع میں تم ہی نے اس کے دل میں حقائق و معارف ڈال کر بھڑکایا ہے جو اس آگ کا ایندھن ہیں جبکہ اس نے اللہ کے ارادے سے آسمان و زمین کے ممالک دیکھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکذلک نری ابراہیم الخ یعنی ہم اس طرح ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کے ملک دکھلاتے ہیں اور تجلیات جمال و جلال کے وقت اس پر انوار صفاتیہ اور اسمائیہ چمکا کر جو تمہاری آنکھوں کے پردوں کے ماوراء ہیں اور جو آگ سے بچنے کے منشا ہیں تاکہ یقین میں اضافہ ہو وانصروا الہتکم یعنی اپنے معشوقات و معبودات کی ان انوار کو چمکا کر اور اس آگ کو بھڑکا کر مدد کرو ان کنتم فاعلین اگر تم حق کے حکم سے کرنے والے ہو اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا کہ وہ مقام فنا میں پہنچ کر اس میں ڈوب جائیں کیونکہ لذت وصول کامل روح ہی کو مفید ہوتی ہے جو نقص حدوث سے اور آفت نقصان و امکان سے محفوظ ہو اور انہوں نے آپ کے ساتھ مکر کیا یعنی انہیں فنا کرنیکا اور مٹانے کا مکر کیا (اس تفسیر کا تکلف ظاہر ہے)

محمد علی ہندی کی تفسیر

نئے مفسروں میں محمد علی ہندی نے قرآن کریم کا ترجمہ انگیزی میں کیا ہے اور آیتوں کی تفسیر کی بھی کوشش کی ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ بتوں کے توڑنے کے واقعہ نے پوری قوم کے جذبات بھڑکا دیئے اور ان کے غیظ و غضب کی آگیں سلگا دیں لکھتے ہیں کہ بعد والی آیت (وارادوا بہ کیدا فجعلنا ہم الاخسرین) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ کید و مکر کی آگ تھی (سبحان اللہ لوگوں کو تحریف معنوی پر کس قدر جسارت ہے واللہ المستعان) لکھتے ہیں شاید لوگوں نے آپ کو جلانے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ نے ان کی سازش سے آپ کو نجات دے دی اس معنی کی رو سے آپ کا معجزہ ثابت نہیں ہوتا اور بلا دلیل کے آیت کو ظاہر سے پھیرنا لازم آتا ہے) پھر اس مطلب کی تائید سورہ عنکبوت کی اس آیت فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ (یعنی پھر ان کی قوم کے پاس بجز اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا اسے مار ڈالو یا جلا ڈالو پھر اللہ نے آپ کو آگ سے نجات دے دی) تائید فرما کر لکھتے ہیں کہ آپ کے دشمن آپ کو جلانے سے عاجز آگئے تھے اور آپ کے قتل کرنے کی اور آگ میں جلانے کی سازشیں کرتے رہتے تھے مگر کر نہیں سکتے تھے۔

علامہ بیضاوی کی تفسیر

علامہ بیضاوی فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ تاروں کے مواقع اور اتصالات پر غور کیا کرتے تھے یا آپ نے علم کواکب کا مطالعہ فرمایا تھا یا ان کی کتاب کا مطالعہ کیا تھا پھر فرماتے ہیں اور اس میں کوئی مانع نہیں جبکہ آپ کا مقصد ان کے وہم و خیال میں ایک بات کا ڈالنا تھا لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ بھی ان کے ساتھ اس میلہ میں چلیں جسے وہ اپنے معبودوں کے نام پر منایا کرتے تھے تو آپ نے انہیں بتایا (کیونکہ وہ بھی نجوم سے استدلال کیا کرتے تھے) کہ تاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ میں بیمار پڑنے والا ہوں ان پر طاعون کی بیماری غالب تھی اور اس کی چھوت سے بہت ڈرتے تھے فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے دل کی بیماری مراد لی ہو کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے آپ کو بڑا دکھ تھا یا یہ مراد ہو کہ میری طبیعت اعتدال پر نہیں ہے

حضرت ابراہیم کی پیدائش مصادرہ جدیدہ کی رو سے

جدید اسلامی سرچشموں میں ہے کہ ابراہیم دمشق کے

قریب پیدا ہوئے اور آزر آپ کے چچا تھے باپ نہ تھے۔

خلیل اللہ کس کے بیٹے تھے؟

بدائع الزہور فی وقائع الدہور کا مصنف لکھتا ہے وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ ابراہیم خلیل تاریخ بن ناخور کے بیٹے تھے حافظ سہیلی فرماتے ہیں کہ آپ حوران کے شہروں میں پیدا ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ آپ دمشق کے قریوں میں سے ایک قریہ برزہ نامی میں اس کے ایک مشہور غار میں پیدا ہوئے جہاں آج بھی دعا مقبول ہے (اگر اس میں دعا مقبول ہوتی تو نبی صلعم ارشاد فرماتے)

سام، حام، یافث میں سے ہر ایک کی ایک ذاتی خصوصیت

راویوں کا کہنا ہے کہ حضرت نوحؑ کے بیٹوں سام، حام، اور یافث میں تین اوصاف بٹے ہوئے ہیں نبوت اولاد سام میں ہے یہ لوگ حجاز اور اس کے ماحول میں رہتے ہیں اور قوت اولاد حام میں ہے جو مغرب میں رہتے سہتے ہیں اور سخت گیری اولاد یافث میں ہے جو مشرق میں رہتے سہتے ہیں۔

ابراہیم وسارہ کے رشتہ میں اختلاف

سارہ اور حضرت ابراہیمؑ کے رشتہ میں بھی مفسرین اور اہل تفسیر مورخین میں اختلاف ہے، حافظ ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ سارہ آپ کے چچا حاران کی صاحبزادی تھیں اور اسحٰق ثعلبی جو قصص الانبیاء کے مصنف ہیں علمائے تاریخ سے نقل کرتے ہیں کہ سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی ہیں اور ان کا نام نہیں بتاتے۔

ذبیح کون تھے اسمٰعیل یا اسحٰق

اسی طرح ان میں حضرت ابراہیمؑ کے اس بیٹے میں اختلاف ہے جسے ذبح کئے جانے کا حکم تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ذبیح اسحٰقؑ ہیں، اور بعض کے نزدیک ذبیح اسمٰعیلؑ ہیں۔ قصص الانبیاء میں ہے کہ محمد بن اسحٰق محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے جس فرزند کو ذبح کئے جانے کا حکم دیا تھا وہ اسمٰعیلؑ ہیں اسحٰقؑ کو ذبح کئے جانے کا حکم ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کے سلسلہ میں چند مشہور وعدے فرمائے ہیں لہٰذا ذبح کا حکم اسمٰعیلؑ ہی کے لیے تھا محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے اس کا ذکر کیا

جبکہ آپ خلیفہ تھے کیونکہ میں شام میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا میں اس میں غور و خوض اچھا نہیں سمجھتا تاہم میں بھی تمہارا ہی ہم خیال ہوں پھر آپ نے ایک آدمی کو جو یہودی تھا اور آپ کے پاس شام میں رہا کرتا تھا بلا بھیجا یہ یہودی مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا اور پکا سچا اور مخلص مسلمان تھا اور یہودی عالم تھا میرے سامنے عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے کس بیٹے کو ذبح کئے جانے کا حکم تھا؟ بولا اسمٰعیلؑ کو پھر کہنے لگا امیرالمومنین اللہ کی قسم یہودیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ذبیح اسمٰعیلؑ ہی ہیں لیکن وہ عربوں سے حسد کرتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ عربوں کا دادا ذبیح ثابت ہو کیونکہ اس سے ذبیح فرزند کے صبر کا زبردست شرف ثابت ہوتا ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ذبیح اسحاقؑ تھے کیونکہ اسحٰقؑ یہودیوں کے دادا ہیں۔

ذبیح میں اختلاف بڑی اہمیت کا حامل ہے

ہم عنقریب یہ بحث لانے والے ہیں کہ اس اختلاف کا گوشہ بڑا اہم ہے جو اپنی اہمیت میں دائرہ تاریخ سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ تاریخ سے محض ذبیح کے نام کا معلوم کرنا مراد ہوتا ہے مگر اس اختلاف سے قبیلہ موعودہ کا انتخاب متعلق ہے اور اس سے سیرت مقدسہ میں حذف و اثبات کا بھی تعلق ہے تاکہ اس کا اولاد اسمٰعیلؑ سے کٹ کر اولاد اسحٰقؑ سے اتصال ہو جائے اور تاکہ آپ کی سیرت سے ہر وہ چیز ثابت ہو جائے جس کا تعلق اسرائیل سے ہے اور ہر وہ چیز کٹ جائے جس کا تعلق عربوں سے ہے اور یہ بھی کہ یہ اختلاف پرانے زمانہ میں تورات کے ان نسخوں کے مدون کئے جانے سے قبل جو بابل میں لکھے گئے تھے پیدا کیا جا چکا تھا یعنی میلاد سے چند صدیوں پیشتر ہی یہ اختلاف رونما ہو چکا تھا۔

شروع میں یہ اختلاف عقیدے کی بنا پر نہ تھا

ظاہر ہے کہ شروع میں یہ اختلاف عقیدے کی بنا پر نہ تھا کیونکہ عہد قدیم حضرت ابراہیمؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے عشر ملکی صادق کاہن کو جو اللہ علیون کا کاہن تھا جو فلسطین کے باشندوں کا اور اس کے جنوبی پڑوسیوں کا معبود تھا ادا کیا اور ہیرودوت عرب کے شمالی شہروں میں مصر میں آنے کے زمانہ میں کیا گیا تھا وہ عربوں سے روایت کرتا ہے

کہ وہ ایروٹل کو اور لات کو یا ایلیات کو پانچویں صدی قدیم سے صدیوں پہلے سے پوجا کرتے تھے پانچویں صدی میں ہیرو دوت زندہ تھا لہٰذا عقیدے پر اختلاف میراث پر اختلاف کی فرع ہے اور موعود یا مختار اولاد کی یہی شان ہے کہ اس اختلاف میں اس کا دعوےٰ مستحکم ہو اور جو اس پر اس سے جھگڑے اس سے دفاع کرے۔

قرظی سے قبل یہ الجھن علمائے مسیح کو بھی درپیش تھی

اور یہ مشکل جو محمد بن اسحٰق قرظی کو پیش آئی ہے اس سے قبل فقہائے مسیح کو بھی پیش آئی تھی جیسے فقہائے اسلام کو پیش آئی ہے کیونکہ اسحٰقؑ کو ذبح کئے جانے کا کیونکر حکم ہوتا حالانکہ اسحٰقؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے موعود فرزند ہیں جن سے اللہ کی پسندیدہ قوم پیدا ہونے والی ہے!

اس الجھن کا غلط جواب

رسالہ کو عبرانیوں کی طرف لکھنے والا گیارہویں اصحاح میں اس مشکل کو اس طرح حل کرتا ہے: "ابراہیمؑ نے ایمان کے ساتھ اسحٰقؑ کو آگے کیا یعنی اپنے اکلوتے بیٹے کو جس کے سلسلہ میں آپ سے کہا گیا تھا کہ اسحٰق سے آپ کی نسل چلے گی کیونکہ آپ کا ایمان تھا کہ اللہ مردوں سے بھی نسل چلانے پر قادر ہے۔ اس طرح سے اس مشکل کا حل عیسائیت میں جدید ہے علمائے یہود میں یہ حل نہیں پایا جاتا بلکہ ان کے نزدیک معتمد علیہ یہی ہے کہ قربانی اسی اصول پر قائم ہے کہ ابراہیمؑ نے اسحاقؑ کو قربانی کے لیے پیش کر دیا تھا اور آپ نے اپنے دل کی محبت ٹھکرا کر اللہ کی اطاعت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا اور فرزند موعود پر شفقت و محبت کو بھی فنا کر دیا تھا۔ لیکن ہنوز مشکل کا ایک گوشہ بدستور موجود ہے یعنی ذبیح کا اکلوتا ہونا کیونکہ اسحٰقؑ اسمٰعیلؑ کی موجودگی میں اکلوتے نہ تھے البتہ اسمٰعیل اسحٰق کی ولادت سے قبل اکلوتے تھے اور اسحٰق اسمٰعیل سے ۱۴ سال چھوٹے تھے۔

سیرت کا سمجھنا اس اختلاف کے فلسفہ کو پیش نظر رکھنے پر موقوف ہے

کتب دینیہ کے یا شروح و تعلیقات کے مطابق سیرت مقدسہ کا سمجھنا مشکل ہے جب تک سیرت کا مطالعہ کرنے والے

اسحٰق و اسمٰعیل میں اختلاف کا فلسفہ پیش نظر نہ رکھیں ہم نے یہاں اسلامی ماخذوں سے جو کچھ نقل کیا ہے اس سے قدرے اس فلسفہ کی وضاحت ہو جاتی ہے اور پوری وضاحت تاریخی حوالوں سے جو آنے والے ہیں ہو جائے گی انشاءاللہ

صابئی قوم کے سرچشمے

ایک پرانا مذہب

ایک ملت صابئی بھی کہلاتا ہے، اس عقیدے کے لوگوں کی تعداد چھ ہزار تک پہنچتی ہے جس میں عورت، مرد اور بچے سب شامل ہیں اور ان کی تعداد کو مبالغہ کے ساتھ بتانے والے بھی دس ہزار سے آگے نہیں بڑھتے۔

صابئیت کا دینوں میں شمار ہوتا ہے!

یہ فرقہ اپنی تعداد کی کمی کے وجود ایک مقدس و مخصوص و مستقل لغت کا مالک ہے جس کی خاص ابجدی کتابت ہے اور ان کی معیشت کے لیے ان کا اپنا ایک دینی نظام ہے جو پورے نظام میں کسی ایک دین کے مشابہ نہیں البتہ اپنے بعض بعض اجزاء میں ہر دین کے مشابہ ہے اسی لیے دینی اسباق میں اس کا بھی حصہ ہے صابئیت میں مختلف اور متضاد مذاہب کے عقائد ہیں بلاشبہ اس میں تمام سابق کتابی دینوں کے بھی عقائد ہیں اور خلیل کے دین سے پہلے دینوں کے بھی عقائد میں بلکہ اس میں بعض علماء کی رائے کے بموجب زمانہ خلیل کی دو مختلف و متضاد شریعتوں کے عقائد بھی ہیں کیونکہ صابئین مختلف مذاہب کے جو باہم دست و گریبان تھے عقائد اپنائے ہوئے ہیں خصوصاً ستارہ پرستوں کے اور بت پرستوں کے عقائد... جن کے بارے بارے میں تواتر سے ثابت ہے کہ قوم ابراہیمؑ میں اور ان سے لڑنے والوں میں یہی عقائد اختلاف کے منشاء تھے اور انہیں کی بناء پر لوگوں نے ابراہیمؑ کو وطن مالوف چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا

صابئین کی زبان سریانی تھی

رائٹ، جو کتاب المطالعۃ العربیہ کا مصنف ہے لکھتا ہے کہ ان کے حروف تہجی حروف بنطیہ کے مشابہ ہیں اور ان کی زبان تلمود کی لغت کے مشابہ ہے جو بابل میں لکھی جاتی تھی کہا جاتا ہے۔

کہ ان کی سابق زبان سریانی تھی اور یہ لوگ پہلے فرعون کے زمانہ سے مصر میں تھے اور اُن کے علماء سے ان کی قدیمی شریعت اخذ کی تھی پھر انھوں نے وہ شریعت چھوڑ دی جب ان کے باشندے دین قدیم سے پھر گئے تھے۔

صابئی اپنے دین میں ایک قدیم اصل کی طرف لوٹتے ہیں

لیکن تحقیق

یہ ہے کہ وہ دین میں ایک قدیم اصل کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ ان کا دینی لغت میں اور حروف تہجی سے تحریر میں مستقل ہونا جدید زمانہ میں نہیں پیدا ہوا اسی لیے ادیان پر لیکچر دینے والے سمجھتے ہیں کہ ان کی لغت وکتابت کی تحقیق سے زمانۂ خلیل ؑ کی تاریخ کلدانیین کے بہت سے سربستہ راز حل ہوتے ہیں اس فہم کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ صابئہ عراق کے جنوبی علاقوں میں مقیم تھے جہاں عہد قدیم کی روایات کی بموجب خلیل اللہ مقیم تھے اور ان میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جو حاران کے حج کے لیے جاتی تھی جو خلیل اللہ کی ہجرت کی جگہ ہے اور اسی لیے اس جماعت کو حرانی صابئہ کہا جاتا ہے۔

صابئہ کا دین تمام دینوں کا مجموعہ ہے اور سب کے خلاف بھی ہے

باوجودیکہ صابئہ ایک مستقل لغت

اور ایک مستقل طرز تحریر رکھتے ہیں تاہم یہ بہت سے شعائر میں مختلف دینوں کے ساتھ ساتھ ہیں دنیا کا کوئی ایسا دین نہیں جس کے کسی نہ کسی شعرے میں یہ قوم شریک نہ ہو چنانچہ یہ براہمہ کے، مجوسیوں کے اور فینین کے جو ارباب نحل سریہ ہیں، مشابہ ہیں جیسے یہودیوں کے، عیسائیوں کے اور مسلمانوں کے مشابہ ہیں یا جیسے فلاسفہ کے اور تفسیر وجود و موجودات میں ارباب مذاہب عقلیہ کے مشابہ ہیں۔ پھر یہ جیسے سب کے مشابہ ہیں اسی طرح سب کے مخالف بھی ہیں۔ مخالفت کی وجہ تو یہ ہے کہ یہ ایک قدیمی اصل کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس سے ہٹتے نہیں اور مشابہت کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ یہ لوگ خلیج فارس کے پاس آباد ہیں جہاں سے ہر مذہب والے گذرتے ہیں یا اس میں ٹھہر جاتے ہیں پرانے زمانہ میں ادھر سے ہندی، پارسی، طورانی، عرب، سریانی اور فینیقی لوگ آتے جاتے تھے اور ان کا خشکی اور تری والوں سے

رابطہ قائم رہتا تھا لہٰذا کوئی تعجب کی بات نہیں کہ قدیمی صابئہ کے عقیدوں سے، طول عہد و لگاتار صدیوں کی وجہ سے، ہر مذہب کے مسائل مل جل جائیں۔

براہمہ کی مشابہت

غرضیکہ ان میں برہمنوں کی مشابہت تو یہ ہے کہ چھوت چھات کے قائل ہیں اور اگر کوئی اجنبی ان کو عبادت کی حالت میں چھوئے تو غسل کرتے ہیں اور

اورفیہ سے مشابہت

ان کی عقائد اورفیہ یا ستریہ سے مشابہت یہ ہے کہ یہ اپنی کتابوں کو سختی سے چھپاتے ہیں اور اپنے شعائر اجنبی حضرات پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور مقدس روٹی کو آپس میں بانٹ لیتے ہیں تاکہ روحانی بھائیوں کی نشانی قایم رہے۔

صابئہ کے زعم میں دو قسم کی مخلوق ہے

ان کے عقیدے کی رو سے دو قسم کی مخلوق ہے ظاہر اور باطن اور دونوں الگ الگ ہیں اور ہر ظاہری مخلوق کی عالم غیب میں ایک محجوب صورت ہے حتیٰ کہ آدم اور ان کی اولاد میں بھی اہل ظاہر و اہل باطن ہیں اور اہل ظاہر اہل باطن کو نہیں دیکھتے۔

مجوسیوں سے مشابہت

اور ان کی مجوسیوں سے یہ مشابہت ہے کہ ان کا قبلہ قطب شمالی ہے اور عام طور پر تارے ہیں لیکن یہ ان کی پرستش نہیں کرتے بلکہ انہیں ان روحانیات کے مظاہر سمجھتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے۔

عیسائیوں سے مشابہت

اور ان کی عیسائیوں سے یہ مشابہت ہے کہ یہ بپتسمہ کے قائل ہیں اور یوحنا کی جو بپتسمہ دینے والے ہیں یا مغتسل یحییٰ کی عظمت کرتے ہیں لیکن بپتسمہ ان کے نزدیک عیسائی بپتسمہ سے عام ہے ان کی قوم کا کوئی آدمی شاذونادر ہی دریا سے دور رہتا ہے کیونکہ انہیں روزانہ بپتسمہ کی اور پانی سے غسل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مسلمانوں سے مشابہت

اور مسلمانوں سے یہ مشابہت ہے کہ یہ دن میں کئی بار نماز پڑھتے ہیں کہتے ہیں کہ نماز سات بار دن میں

فرض ہوئی پھر اسے یوحنا نے کم کر دی اور بعض نماز کو بعض میں داخل کر دی اور تین پر قناعت کی لیکن یہ لوگ نماز میں سجدہ نہیں کرتے بلکہ قیام و رکوع پر قناعت کرتے ہیں یہ لوگ نماز سے قبل وضو بھی کرتے ہیں اور غسل جنابت بھی۔ اور نواقض وضوء بھی پہچانتے ہیں لیکن ان میں غلو کرتے ہیں اور ان کے نزدیک یہودیوں کے ذبیحوں کی طرح ذبیح بھی ہیں اور سال کے اختتام پر یہودیوں کی طرح ایک دن بھی مناتے ہیں۔ مگر یہ لوگ ختنوں کو حرام سمجھتے ہیں اور اپنی عبادت کے لیے غیر منقول عبادت خانہ نہیں بناتے بلکہ خیموں کی طرح بانسوں کا وقتی معبد بنا لیتے ہیں جب بھی انہیں عیدوں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے گویا یہ عید ظلال اور ہیکل منقول کا بقیہ یا اصل ہے۔ ان میں سے بعض اپنے کو کاظم بن تارح کی اولاد بتاتے ہیں مقریزی نے مختلف فرقوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ان کا دین وہی ہے جو تارح کے بیٹے کا تھا

گویا یہ دین ابراہیمؑ کے مقابلہ میں ان کے بھائی کا دین پیش کرتے ہیں جو تارح کی طرف منسوب ہے اور تارح عہد قدیم کی روایت کی رو سے حضرت ابراہیمؑ کے باپ ہیں۔

صابئہ انبیاء کو نہیں مانتے

یہ لوگ انبیاء کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کسی بشر سے خطاب نہیں فرماتا اللہ نے تو روحانیات (فرشتوں) کو پیدا فرمادیا ہے پھر یہ فرشتے نورانی تاروں سے متصل رہتے ہیں۔

صابئہ تاروں کی مورتیوں کے پجاری ہیں

جب کسی کام کی وجہ سے ان تاروں کی مورتیوں کی ضرورت پڑتی ہے کہ ان کے پجاری جب چاہیں انہیں دیکھ لیں تو یہ ان کی مورتیاں بنا لیتے ہیں اور ان کا رخ قطب تارے کی طرف کر کے نصب کرتے ہیں کیونکہ قطب تارا اپنی جگہ پر قائم ہے اور اختلاف ازمنہ کی وجہ سے اس کا فلک مختلف نہیں ہوتا اور تنزیہ معبود میں ان کے اقوال فلاسفہ کے اقوال کے مشابہ ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو فیثاغورث کے مرید حرام سمجھتے ہیں جیسے پیاز اور ان میں قسم قسم کی سبزیوں کا بھی اضافہ کرتے ہیں جیسے کرم کلا اور خون دار

جانوروں کا گوشت بھی کیونکہ یہ خواب میں وحی کے خواہشمند رہتے ہیں اور ان کے زعم میں یہ چیزیں سچے خوابوں کو روک دیتی ہیں۔

اس مذہب کا منشا

غالب خیال ہے کہ انہوں نے نسطوری پادریوں کے ذریعہ حکمائے یونان کے کچھ اقوال اڑا لیے جو آغاز مسیحیت میں جنوب عراق کی طرف ملکی ہنگاموں سے بھاگ کر چلے گئے تھے ان میں سے اکثر یونانی زبان کو جانتے تھے اور فلسفہ کو پڑھتے تھے خصوصاً فلسفہ رواقیہ کو اور غیثا غورثیہ کو لیکن کلدانیوں کے شہروں سے یونانیوں کا اتصال مسیحیت و یہودیت سے بہت پرانا ہے اور یونانیوں نے کلدانیوں سے معبود تاروں کے خصائص سیکھے اور ان معبدوں کو حرمتوں کو بھی جو تاروں کے لیے بنائے جاتے ہیں اور ان کے طواف کے شعائر بھی اور نیاز کے ان جانوروں کا احترام بھی جو معبد کے حرم میں چھوڑ دئے جاتے تھے اور وہ تمام عادات و عبادات بھی جو جدید صابئہ میں ختم ہوگئی ہیں کیونکہ ان میں ان کے قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ کسی مخصوص جگہ میں حرم کا قائم کرنا حاکم کی طاقت کے بغیر ممکن نہیں اس طرح عبادت گاہوں کی تعمیر بھرپور مال و کثرت تعداد کے بغیر ممکن نہیں اور یہ لوگ تھوڑے سے ہیں اور وہ بھی متفرق نہ دولت کے مالک ہیں اور نہ قوت کے۔

صابئہ کعبۂ اقدس کا احترام کرتے ہیں

صابئہ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ مکہ میں کعبہ کی توقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حضرت ہرمس یا حضرت ادریس کی تعمیرات میں سے ہے اور یہ زحل کا بیت ہے اور زحل تمام سبعہ سیاروں میں اشرف ہے۔

صابئہ نے رحمت عالم کی صفت بھی پڑھی ہے

انہیں پہچاننے والے ان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں نبی صلعم کی صفت بھی پڑھی ہے اور آپ کو شاہ عرب کہتے ہیں کیونکہ ان سے مشہور یہی ہے کہ یہ انبیاء پر ایمان نہیں رکھتے البتہ ان کے ایک فرقہ والے شیث، ادریس، ابراہیم اور یحییٰ مغتسل کو مانتے ہیں اور انہیں کبھی انبیاء اور کبھی

اللہ کے مخلص بندے قرار دیتے ہیں جو اپنی ریاضت و عبادت کی وجہ سے مقام تقرب و الہام تک پہنچ گئے ہیں۔

گم نام و اقل ہونے کے باوجود قرآن ان کا یوں ذکر کرتا ہے؛

اس مذہب پر گفتگو کرنے والوں کو اس پر تعجب ہے کہ قرآن کریم نے ان کے کم تعداد ہونے کے اور گم نام ہونے کے باوجود ان کا ذکر کیوں کیا! لیکن جدید لیکچروں نے موجودہ زمانہ کے لوگوں پر ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کے تمام دینوں میں اس دین کا کیا درجہ ہے انہوں نے ان کے موجودہ عقائد بھی بتائے ہیں اور وہ عقائد بھی جو ان میں دعوت اسلام کے زمانہ میں پائے جاتے تھے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ ان کا اللہ پر، آخرت کے دن پر، حساب و کتاب پر، ثواب و عذاب پر اور اس پر کہ صلحا مرنے کے بعد عالم نور (جسے وہ آلمی دنہورو کہتے ہیں) جائیں گے اور گناہ گار عالم ظلمت (جسے وہ آلمی دہشوخا کہتے ہیں) میں جائیں گے اور اس میں اپنے اپنے گناہوں کے بموجب ایک زمانہ تک رہیں گے پھر وہاں سے عالم نور کی طرف منتقل کر دیے جائیں گے

کنزہ ان کی قدس کتاب ہے

ان کی کتاب کا نام کنزہ ہے غالباً یہ مادہ کنز سے ہے جو نفاست و کتمان کے معنی دیتا ہے کیونکہ یہ اس کتاب کی عظمت کرتے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں اور اس کے اسرار پر کسی کو آگاہ نہیں ہونے دیتے لیکن اس پر اتفاق ہے کہ جس زبان میں ان کی کتاب کنزہ اور دیگر مذہبی کتابیں لکھی ہوئی ہیں وہ اصل کے اعتبار سے سامی ہے اور سریانی زبان سے قریب قریب ہے۔ ان کی اصطلاحوں پر ایک سرسری نگاہ کافی ہے تاکہ اس مستحکم ربط کا یقین ہو جائے جو ان کی زبان میں جدید عربی زبان میں سے ہے عربی قدیم و متروک زبان کا ذکر چھوڑ دو۔

صابئہ کی اصطلاحوں پر ایک سرسری نظر

ان کی زبان میں آلمی بمعنی عالم، شماس بمعنی شمس (سورج)، مصی بمعنی حی (زندہ)، ردحایا بمعنی روح، موشیھہ بمعنی مسیح، ہیہیہ بمعنی یحییٰ، قدموی بمعنی قدیم، ہیران سفلائی بمعنی سفلی (زیرین)، ترمید بمعنی تلمیذ (شاگرد)، اسفر بمعنی سفر، تنیانی بمعنی ثانی اور تلیشائی بمعنی

ثالث ہے خود لفظ صابئہ بعض کی رائے کے مطابق سابحہ کا محرف ہے چونکہ اپنے شعائر میں یہ کثرت سے غسل کیا کرتے تھے اسی لیے یہ دریاؤں کے کناروں پر بستے تھے اس لیے ان کو صابحہ (تیرنے والے) کہا جانے لگا پھر یہ لفظ بگڑ کر صابئہ بن گیا مگر یہ اپنے مذہب کو مندائی کہتے ہیں لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس کا قدیم ماٴخذ کہاں سے ہے صابئہ کا صحیح سے اشتقاق راجح ہے عبرانی زبان کے لفظ سباؤث بمعنی لشکر سے نہیں بعض کے نزدیک یہ سباؤث سے بنا ہے جو لشکروں کے معنی میں ہے یعنی یہ آسمان (کواکب) کے لشکر ہیں تاروں کی عبادت کی وجہ سے اس لفظ سے مشہور ہوگئے۔ ان کے حروف تہجی حساب جمل کے حروف تہجی سے قریب قریب ہیں اور اپنی ترتیب پر ہیں یعنی ا، ب، گ، د، ھ، ا، ز، ح، ط، ح، ی، گ، ل، م، ن، ین، ای، ی، ص، ق، ش، ت بعض حروف تہجی ایسے بھی ہیں جن کے مخرج ان حرفوں کے قریب قریب ہیں جو فارسی زبان میں ان کے بالمقابل ہیں کیونکہ یہ پرانے زمانہ سے ان کے بولنے کے عادی ہیں۔

صابئہ کے باطنی عقائد وشعائر

آج تک ان کے باطنی عقائد وشعائر کا سراغ نہ لگ سکا کیونکہ یہ تقیہ کرتے ہیں بلکہ اسے واجب سمجھتے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ باطن میں روزوں کو حرام سمجھتے ہیں جیسا کہ ان سے مشہور ہے البتہ ظاہری روزے رکھتے ہیں فہرست لابن الندیم میں ہے کہ یہ سال کے پورے مہینوں میں متفرق طور پر تیس روزے رکھتے ہیں اور ایام لوند کے پانچ روزے بطور نفل کے رکھتے ہیں اور ان سے یہ بھی منقول ہے کہ پانچ ہفتہ روزے رکھتے ہیں جن میں رات میں بھی کھانا کھالیتے ہیں اور دن میں بھی اور مباح گوشت سے بچتے ہیں یعنی غیر دمدار جانوروں کے گوشت سے کہا جاتا ہے کہ روزے کی یہ دونوں قسمیں ان میں قدیم ہیں اور بابل کے باشندوں کے زمانہ تک لوٹتی ہیں۔

صابئہ کا قرآن میں کئی جگہ ذکر ہے

قرآن کریم میں ان کا کئی جگہ ذکر آیا ہے چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ

هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرة) یعنی مومن، یہودی، عیسائی اور صابئی ان میں سے جن کا اللہ پر اور آخرت پر ایمان ہے اور نیک عمل والے ہیں ان کے رب کے پاس انہیں کے لیے اجر ہے اور نہ وہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے۔

صابئہ انتہائی تنزیہ کے قائل ہیں

آج ہمیں دعوت اسلامیہ کے زمانہ میں ان کی عبادتوں کی تفصیل از راہ تحقیق معلوم نہیں لیکن یہ فرقہ برابر اللہ کی انتہائی تنزیہ کا قائل ہے اور ان کے زعم میں تارے نورانی فرشتے ہیں۔

ان کے زعم میں روحانیات و مادیات میں ایک واسطہ کا ہونا ضروری ہے

ظہور اسلام کے وقت ان کی عبادت گاہیں اور بت نہ تھے ان کی رائے میں روحانیات و مادیات میں ایک درمیانی مخلوق کا ہونا ضروری ہے جو لوگوں کو حق کی طرف رہنمائی کرتی رہے کیونکہ ان کی رائے میں روحانیات اللہ تعالےٰ کے کلام سے پیدا ہوئیں اللہ نے انہیں ان کے ناموں سے پکارا پھر وہ موجود ہوگئیں اور اللہ کا کلام لوگوں تک بلا ایسی مخلوق کے جو خاک و نور کے درمیان ہو اور جسے ریاضت و ہدایت بلند کر دے اور اسے اللہ کی نعمت چن لے، پہنچ نہیں سکتا۔

صابئہ کے عقیدے کی ایک مثال

وہ قریب ترین شے جس سے اس عقیدے کو تشبیہ دی جا سکتی ہے یہ ہے کہ یہ عقیدہ اس حوض کی طرح ہے جس میں ہر گھاٹ کے چشمے گر رہے ہیں اگر تم اس کا پانی لے کر اسے خالی کر دو تو اس میں ہر گھاٹ کے پانی کا اثر دیکھو گے لیکن یہ پانی بھرے حوض میں ملے جلے پائے جاتے ہیں ان پانیوں کو علٰحدہ علٰحدہ کرنے کی کوشش کی ضرورت ہے اور ہر جزو کو اس کے اس چشمہ کی طرف لوٹانے کی ضرورت ہے جس بعید چشمہ سے وہ نکلا ہے۔ اسی طرح اپنے عناصر کے امتزاج میں اور ہر عنصر کا دوسرے عناصر سے تعلق رکھنے میں صابئہ کا عقیدہ ہے لیکن ان امتزاجی عقائد کی تحقیق اور خاص طور پر عقیدۂ

خلیل اللہ کی تحقیق بہت اہم اور دشوار کام ہے۔ مکان کی جہت سے بھی اہم ہے کیونکہ اس عقیدے کا ہر اس جگہ سے تعلق ہے جس کا تعلق سیرت خلیل سے ہے، اور قدیم ہے جنوب فرات سے لے کر شمال فرات تک، سریان کے شہروں تک، اور شمال حجاز سے بلاد نبطیہ تک۔ اور زمانہ کے اعتبار سے بھی اہم ہے کیونکہ ان کی مقدس زبان ایک ایسے زمانہ کی طرف اشارا کرتی ہے جو پرانی متروکہ زبانوں کے اور جدید سریانی زبان کے مابین ہے حضرت ابراہیم کی زبان جدید سریانی نہ تھی اس سریانی زبان کی طرح جو پچھلے زمانہ میں باقی رہ گئی ہے اور نہ ان متروکہ زبانوں میں سے کوئی زبان تھی جن کا مواد مورخین جگہ جگہ پھیلا کر جمع کرتے ہیں اور ان کے مفردات کو، قواعد کو اور تراکیب کو سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ ان متروکہ زبانوں کا تعلق بعد والے لوگوں سے کٹ گیا ہے اس کے بر عکس لغتِ خلیل ہے۔ اگر صابئین کی زبان ایک درمیانی زمانہ کی طرف اشارا کرے جو لغات متروکہ اور پچھلی لغات سامیہ کے درمیان ہے تو یہ اشارا بھی ایک ایسا قرینہ ہے جس سے خلیل اللہ کے زمانہ کے متعین کرنے پر مدد مل سکتی ہے۔

صابئہ کا عقیدہ زمان و مکان کی طرح موضوع کی راہ سے اہم ہے

اور یہ عقیدہ اپنے موضوع کی راہ سے بھی اہم ہے کیونکہ اس سے ہمیں قدیم توحید و قدیم بت پرستی کا سنگم معلوم ہوتا ہے اور اس میں دونوں عقیدوں کے درمیان ٹکراؤ کے بقیہ جات ہیں ہو سکتا ہے کہ عقائد خلیل و عقائد مخالفین خلیل کے درمیانی اختلاف کا مدار اسی ٹکراؤ کے آس پاس ہو کیونکہ عقائد صابئیہ کے درمیان تنازعات و تضاد کے اثرات ظاہر ہیں اور قریب ہے کہ بعض عقائد بعض عقائد کی تردید کردیں لہذا یہ عقیدہ ایک جہت سے نہ بت پرستی ہے اور نہ تاروں پر ایمان ہے اور نہ بت پرستی سے اور تاروں پر ایمان سے کسی صورت سے چھٹکارے کی راہ ہے۔ شاید موجودہ عقیدہ صابئیہ میں دونوں جانبوں سے امتزاج و اجتماع حضرت ابراہیم کی

اور ان کے رفقاء کی اپنے قدیم وطن سے ہجرت کے بعد لاحق ہوا ہے یہیں سے اس دین کی اہمیت ادیان کے اسباق میں بالعموم اور دین ابراہیمؑ کے مطالعہ میں بالخصوص ظاہر ہے اور اس میں اس دین کی ایک ایسی شان ہے جو اس کی قلیل تعداد کے اور گوشہ نشینی کے، جو اس نے اپنے اوپر لازم کر لی ہے اور حوادث ایام نے بھی اس پر لازم کر دی ہے غیر مناسب ہے۔

قدیم تاریخ کے مصادر

قدیم مورخین کے اقوال

پرانے حوالوں میں سے اب کوئی ایسا حوالہ باقی نہیں رہا جو سابق ابواب میں بڑھایا جا سکے البتہ قدمائے مورخین کے اقوال باقی ہیں۔ یہ قدیم مورخین تین کتابی دینوں کی طرف منسوب ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی دینی کتابوں پر بھروسہ کرتا ہے لہٰذا ان کے خلاف نہیں لکھتا بلکہ ان کے مسائل میں اضافہ ہی کرتا ہے اور ان میں جو کچھ ہے اس کا انکار نہیں کرتا پس ان کی کتابوں میں ایسے مسائل آ سکتے ہیں جو دوسرے دینوں کی کتابوں کے خلاف ہوں اور ایسے مسائل کا اضافہ بھی ممکن ہے جن کو دوسرے انہیں تسلیم نہ کریں جو ان کتابوں کے معتقد نہ ہوں لیکن بالعموم پرانی تاریخیں ہر مذہب میں بجز دینی کتابوں کے اور ان کی تفسیر دل کے کسی دوسرے سرچشمے پر بھروسہ نہیں کرتیں۔

یہ مقام اتنا وسیع نہیں کہ اس میں تمام پرانے مورخین کے اقوال سما جائیں اس لیے ہم ہر مذہب کا ایک مورخ چن لیتے ہیں جو اس مذہب کے نزدیک تاریخ میں امام سمجھا جاتا ہے چنانچہ ہم یہودیوں کے مورخین میں سے یوسیفوس کو مسیحی مورخین میں سے ابوالفرج ابن عبری کو اور اسلامی مورخین میں سے ابوالفداء کو منتخب کر کے انہیں تینوں پر قناعت کرتے ہیں۔

عبریوں کا نسب نامہ

تاریخ یوسیفوس:۔"اب میں عبریوں کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ فالج بن عابر کے رعوس پیدا ہوا اور رعوس کے سیروج اور سیروج کے ناخور اور ناخور کے تیروس
یہ اولاد نوح سے ابراہیمؑ کے دسویں دادا ہیں یہ طوفان کے ۹۹۲ بعد پیدا ہوئے ابراہیمؑ کے دو بھائی ناخور اور آران تھے (حاران) کے لوط اور دو بیٹیاں سارہ اور ملکہ پیدا ہوئیں یہ کلدان کے ایک شہر جو اور الکلدانیین کہلاتا تھا فوت ہوا وہاں آج تک اس کی قبر دیکھی جاتی ہے ناخور نے اپنی بھتیجی ملکہ سے اور ابراہیمؑ نے اپنی بھتیجی سارہ سے نکاح کیا۔ اور تیروس (تارح) نے اور ہیں رہنا پسند نہیں کیا کیونکہ وہاں اس کا بیٹا حاران فوت ہوا تھا لہٰذا یہ اور سے عراق میں شاران (حران) کی طرف ہجرت کر آیا اور یہیں ۲۰۵ سال کی عمر میں فوت ہو گیا کیونکہ انسان کی عمر گھٹ گئی تھی اور عہد موسیٰؑ تک برابر گھٹتی چلی آتی رہی پھر اس کی انتہا ایک سو بیس سال کی ہو گئی اتنی ہی حضرت موسیٰؑ کی عمر ہوئی۔ ناخور کے ملکہ سے آٹھ بیٹے پیدا ہوئے عز، بوعز، بثوئیل، حزام، عزو، آدلفاس، آدفاس، اور ثبوئیل یہ اس کے اس کی بیوی ملکہ سے شرعی بیٹے تھے دوسرے بیٹے طباشی، جدام، طاو اور ماخاس اس کی لونڈی رومانا کے پیٹ سے تھے۔ بثوئیل کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رفقہ تھا اور ایک بیٹا تھا جس کا نام لابان تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے لوط کو متبنّٰی بنالیا تھا

چونکہ ابراہیمؑ کا کوئی شرعی بیٹا نہ تھا لہٰذا آپ نے اپنے بھائی حاران کے بیٹے لوط کو متبنّٰی بنالیا تھا جو آپ کی بیوی سارہ کے حقیقی بھائی تھے آپ نے پچھتر سال کی عمر میں کلدانیوں کے شہر چھوڑے اور اللہ کے حکم سے کنعان چلے گئے اور وہیں آپ نے اپنے بعد اپنی اولاد چھوڑی۔

حضرت ابراہیم بڑے بیدار مغز، قوی الحجت اور مطمئن کرنے والے تھے

ابراہیم تمام کاموں

میں بڑے ہوشیار اور بیدار مغز تھے اور مخاطب حضرات کو انتہائی مطمئن کرنے والے اور فہم و استدلال میں خطانہ کرنے والے۔ اسی لیے آپ نے وہ فضائل حاصل کر لیے جن کو تمام انسان حاصل نہ کر سکے۔

دعوتِ توحید

اور آپ نے عزم کر لیا کہ لوگوں میں جو غلط خیالات پیدا ہو گئے ہیں اور وہ انہیں اللہ کی طرف سے سمجھتے ہیں ان کی اصلاح کریں اور معاشرہ میں ایک پاکیزہ انقلاب لے آئیں اسی لیے آپ ہی نے سب سے پہلے اس اعلان کی جرأت کی کہ اللہ تمام کائنات کا خالق ہے اور ایک ہے اور اگر کوئی مخلوق دوسروں کو فائدہ پہنچانے والی پائی جاتی ہے تو وہ ایسا اللہ کے حکم سے کرتی ہے اپنی ذاتی قدرت سے نہیں زمین، پانی، سورج، چاند اور تمام اجرام سماویہ کے انقلابات پر غور و فکر کرنے سے آپ پر یہ اسرار کھلے اور آپ پر یہ بات روشن ہو گئی کہ اگر ان اجرام کی ذاتی مشیت ہوتی تو ضرور اپنے اوپر حکومت کرتے لیکن جب وہ اپنے نفسوں پر قادر نہیں تو جو کچھ وہ کرتے ہیں اور ان کے وہ افعال جو ہمارے حق میں مفید ہیں وہ ان کی طرف سے نہیں بلکہ اس کی طرف سے ہیں جو ان پر حکومت کرتا ہے لہٰذا وہی اس کے سوا کوئی اور نہیں، ہمارے شکر و اطاعت کا حقدار ہے در حقیقت آپ کو ان افکار کی طرف توجہ دلانے والے کلدانی اور عراقی ہی تھے پھر اللہ کی مشیت و اعانت سے آپ نے سرزمین کنعان کی طرف جانا ہی موجب خیر و برکات جانا اور آپ وہیں بس گئے اور اللہ کے لیے ایک مذبح بنایا اور وہاں قربانیاں کیں۔

برسوس نے آپ کو آسمانی علوم کا ماہر لکھا ہے

مورخ برسوس ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم کا حال بغیر ان کا نام لیے اس طرح بیان کرتا ہے کہ طوفان کے بعد دسویں صدی میں ایک مخلص اور آسمانی علوم میں ماہر شخص کلدانیوں میں زندگی بسر کرتا تھا۔ مورخ ہکتا توس اس پر یہ اضافہ کرتا ہے کہ میں نے ان کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔

کیا خلیل اللہ نے دمشق پر حکومت کی تھی

نقولاد مشقی نے اپنی تاریخ کی چوتھی

جلد میں لکھا ہے کہ ابرامیس (یونانی تحریر کے مطابق) نے دمشق میں حکومت کی آپ پہلے اور تھے اور سرزمین بابل سے کلدانیوں کے علاقہ سے آئے تھے اور اس پر طویل زمانہ نہیں گذرا تھا حتی کہ آپ اور آپ کی قوم کنعان کی (جسے آج کل یہودا کہتے ہیں) طرف ہجرت کر کے چلے گئے اسی میں ان کی اولاد ہے میں ان کے بارے میں کسی دوسری کتاب میں لکھوں گا غرضیکہ ابراہیم کا نام علاقہ دمشق میں ہمیشہ سے مشہور رہا ہے حتی کہ دمشق کا ایک قریہ مسکن ابرام کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

خلیل اللہ کی مصر کی طرف ہجرت کی وجہ

"پھر ایک زمانہ گذر گیا اور کنعان میں قحط پڑا ابراہیم نے مصریوں کی آسودگی کے بارے میں سن رکھا تھا لہٰذا آپ نے ہجرت کر کے مصر جانے کا عزم کر لیا تاکہ مصریوں کی فراخ دستی سے فائدہ اٹھائیں اور وہاں کے علمائے یہود سے اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں تبادلۂ خیالات کریں اور اگر ان کی کوئی بات اچھی معلوم ہو تو اسے مان لیں اور بری باتوں کو انہیں کے پاس چھوڑ دیں

مصر کی طرف سفر میں سارہ آپ کے ہمراہ تھیں

"آپ نے اس سفر میں سارہ کو اپنے ہمراہ لیا آپ کو ڈر ہوا کہ مصری عورتوں پر گرویدہ رہتے ہیں کہیں سارہ کے بے پناہ حسن کی وجہ سے شاہ مصر ان سے سارہ کو زبردستی چھین نہ لے اور آپ کو قتل کر ڈالے اس لیے آپ نے انہیں سمجھا دیا کہ تم اپنے کو میری بہن بتا دینا آخر کار مصر پہنچنے کے بعد وہی بات پیش آئی جس کا ڈر تھا لوگوں میں آپ کی زوجہ مطہرہ کے حسن وجمال کا چرچا بجلی کی طرح پھیل گیا اور فراعمیس (شاہ مصر) نے محض سننے پر قناعت نہیں کی اور وہ ان کے غصب کرنے کا ارادہ کر بیٹھتا اگر اللہ اس کے اس جرم کو مصریوں میں وبا اور مصائب بھیج کر زائل نہ فرماتا پھر بادشاہ نے قربانیاں کیں تاکہ وبا کا سبب معلوم ہو جائے تو اس سے علماء نے کہا کہ یہ بلا اللہ کے غصہ کا نتیجہ ہے کیونکہ بادشاہ نے ایک بیچارے مسافر کی عورت کو غصب کرنے کی نیت کر لی ہے۔ اس سے بادشاہ خوف زدہ ہو کر حضرت

سارہ سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو اور جو شخص تم کو لے کر آیا ہے وہ کون ہے! پھر جب بادشاہ کو صحیح خبر معلوم ہو جاتی ہے تو خلیل اللہ سے عذر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے تو ان کو اس خیال سے روکا تھا کہ میں سمجھا تھا کہ یہ آپ کی ہمشیرہ ہیں بیوی نہیں اور ان سے نکاح کرنا چاہا تھا نہ کہ زبردستی گھر میں رکھنا چاہتا تھا اور اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا پھر وہ حضرت ابراہیم کو بیش بہا انعام دیتا ہے پھر حضرت ابراہیم علمائے مصر سے تبادلۂ خیالات کرنے لگے اور آپ کی علم و بصیرت میں مصر میں شہرت پھیلنے لگی

مصریوں سے خلیل اللہ کا مناظرہ اور ان پر آپ کے علم کی دھاک

پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ مصریوں کے مختلف عقاید اور اخلاق ہیں جن کی وجہ سے وہ باہم دست و گریبان رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے دشمن رہتے ہیں تو آپ ہر فرقہ سے مناظرہ کرنے لگے اور ہر ایک کو سمجھانے لگے کہ وہ حق پر نہیں پھر آپ کے سمجھانے کا پیرایہ اس قدر پیارا اور دلکش ہوتا تھا کہ لوگ حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور انہیں یقین ہو جاتا تھا کہ آپ کو نہ صرف ہوشیاری کا بہت بڑا حصہ ملا ہے بلکہ آپ اپنے سامعین کو ہر موضوع بحث پر اچھی طرح اطمینان دلانے پر بھی قادر ہیں آپ نے اہل مصر کو حساب اور قوانین فلک کا علم سکھایا مصر میں آپ کے آنے سے پہلے کوئی مصری ان علوم سے آگاہ نہ تھا یہ علوم کلدان سے مصر آئے۔ پھر مصر سے یونان میں۔

خلیل اللہ اپنے اور لوط کے درمیان زمین تقسیم کرتے ہیں

پھر آپ جب کنعان واپس چلے گئے تو آپ نے زمین اپنے اور حضرت لوطؑ کے درمیان تقسیم فرما دی کیونکہ ان کے چرواہے کسی ایک چراگاہ میں جھگڑا کیا کرتے تھے اور حضرت لوط جس جگہ کو چاہتے تھے منتخب کر لیا کرتے تھے اور تابردر جبرون (ان) میں جو نشیبی علاقہ آپ کے لیے چھوڑ دیتے تھے آپ اسی پر قناعت کر لیا کرتے تھے تابرد ایک بہت پرانا شہر ہے اور شہر تانیس سے سات سال پرانا ہے رتانیس ۲۰۰۰ ق سے زیادہ پہلے کا ہے اور میلاد کی پہلی صدی میں

ایک ناقابل اعتبار روایت سے مشہور ہے کہ حبرون ۲۳۰۰ ق میں بسا تھا" لوط نے نہر اردن کے ایک گوشہ تک میدانی علاقہ منتخب کیا یہ علاقہ شہر سدوم سے زیادہ دور نہ تھا اور سدوم ایک آباد شہر تھا جس کی تباہی کا اللہ نے فیصلہ فرما لیا تھا اس کی علت ہم مناسب مقام پر بیان کرنے والے ہیں۔

سدوم پر اشوریوں کا قبضہ

سدوم اس زمانہ میں پورے شباب پر تھا اور پھل پھول رہا تھا جس زمانہ میں اشوری ایشیا پر مسلط تھے یہ شہر بڑا مالدار تھا اور اس کے باشندوں کی تعداد بھی بہت تھی اس پر پانچ بادشاہوں نے حکومت کی یعنی بالاس، بالیاس، سیناباں، سنفیر اور شاہ بالان نے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقہ میں حکمران تھا اشوریوں نے ان پانچوں سلاطین پر چڑھائی کی اور اپنی فوج کو چار حصوں میں بانٹ دیا اور ہر حصہ کا الگ الگ سپہ سالار مقرر کر دیا پھر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اشوریوں نے سلاطین سدومیہ پر جزیہ مقرر کیا یہ سلاطین ان کے بارہ سال تک مطیع رہے اور مقرر شدہ جزیہ ادا کرتے رہے لیکن انہوں نے تیرہویں سال بغاوت کر دی آخر کار اشوری ان پر ایک لشکر جرار لے کر چڑھ دوڑے جس کی قیادت امرالبیدس، اریوخ قدر لعومر اور تندال کر رہے تھے ان لوگوں نے تمام ملک شام میں فساد برپا کر دیا اور بڑے بڑے سرکش خاندانوں کو زیر نگیں کر لیا۔ پھر یہ سدوم پہنچے اور اس وادی میں جو حفرۃ القار کے نام سے مشہور ہے پڑاؤ ڈالا۔ کیونکہ اس وادی میں کثرت سے گڑھے تھے جبکہ سدوم آباد تھا پھر اس شہر کی تباہی کے بعد تمام غار پانی سے بھر گئے اور یہ وادی ایک بحیرہ بن کر رہ گئی جس کا نام اسفلتیہ پڑ گیا ہم جلد ہی اس بحیرہ کے واقعات کی طرف توجہ دیں گے

حضرت لوط کی معہ اپنی قوم کے گرفتاری

"سدومیوں اور اشوریوں میں گھمسان کا رن پڑا جن میں سے بہت سے قتل ہوئے اور سدومیوں میں سے جو باقی رہے ان کو گرفتار کر لیا گیا ان قیدیوں میں لوط بھی اور ابراہیمؑ کی قوم بھی تھی کیونکہ ان میں اور سدومیوں میں معاہدہ تھا۔

دشمن سے خلیل اللہ کی جنگ

جب ابراہیمؑ نے یہ اندوہ ناک خبر سنی تو آپ کو اپنے بھتیجے لوطؑ کا اور اپنے رفقاء سدومی اور پڑوسیوں کا سخت افسوس ہوا اور آپ نے فوراً انہیں چھڑانے کا عزم فرمالیا اور اس واقعہ کے پانچویں دن آپ ایک چھوٹا سا دستہ لے کر نکل کھڑے ہوئے اور آپ شہر دان کے قریب جو نہر اردن کی ایک شاخ پر آباد تھا اشوریوں پر ٹوٹ پڑے اور اسلحہ سنبھالنے سے قبل اچانک انہیں جالیا بلکہ بعض کو تو بستروں ہی پر ہلاک کر دیا انہیں وہم بھی نہ تھا کہ سدومی ہم پر ٹوٹ پڑیں گے اور جو لوگ نیم خواب میں تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے آپ نے ان کا دبہ تک جو دمشقیوں کے علاقہ میں ہے تعاقب کیا اس سے آپ نے لوگوں کو جتایا کہ فتح اکثریت پر موقوف نہیں اور عزیمت و صبر اکثریت پر غالب آجاتے ہیں کیونکہ آپ کا دستہ ۳۱۸ آدمیوں پر شامل تھا جن میں آپ کے غلام اور تین آپ کے رفقاء تھے اس چھوٹے سے دستہ نے دشمن کے لشکر جرار کے دانت کھٹے کر دئیے اور انہیں شکست فاش دی اور بچے کھچے لوگوں کو ان کے علاقہ کی طرف دھکیل دیا۔

شاہ سدوم اور ملکی صادق کاہن نے واپسی پر خلیل اللہ کو خوش آمدید کہا

جب آپ نے سدومیوں کو جن کے ساتھ آپ کے عزیز لوطؑ بھی تھے چھڑا لیا تو آپ سلامتی کے ساتھ واپس لوٹے اور آپ سے اس جگہ جسے وادی ملکی کہا جاتا ہے شاہ سدوم نے ملاقات کی اور وہاں ایک سچے اور سلیمی بادشاہ ملکی صادق نے آپ کا استقبال کیا ملکی صادق کے معنی سچے بادشاہ کے ہیں یہ بادشاہ اسی نام سے تمام لوگوں میں مشہور تھا اور سب نے اس کو کاہن منتخب کر لیا تھا اور اس جگہ کا نام ہی سلیمی پڑ گیا جو بگڑ کر اور سلیمی د اور شلیم بن گیا اس ملکی صادق نے ابراہیمؑ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی معہ آپ کے ساتھیوں کے خوب خاطر مدارات کی اور اثنائے ضیافت میں آپ کی خوب تعریف کی اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے آپ کے دشمنوں کو آپ کے ہاتھوں میں دے دیا اس وقت آپ نے مال غنیمت کا دسواں حصہ اسے بطور ہدیہ کے دیا اور اس نے یہ ہدیہ قبول کر لیا لیکن شاہ سدوم نے آپ سے توقع ظاہر کی

کہ آپ تمام مال غنیمت اپنے پاس ہی رہنے دیں اور مجھے میرے آدمی جو ایشوریوں کے ہاتھوں قید ہوگئے تھے واپس لوٹا دیں لیکن حضرت ابراہیم نے مال غنیمت میں سے ایک چیز بھی قبول نہیں فرمائی بس اپنے غلاموں کے کھانے پینے کا خرچ لے لیا اور آپ نے کچھ مال اپنے شرکاء کو دے دیا جو جنگ میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔ ان میں پہلا اسخون تھا اور پچھلے دو عنزا اور ماہیر تھے۔

خلیل اللہ کے اس عمل کی مقبولیت اور بیٹے کی بشارت جس کی اولاد کثرت سے ہوگی

آپ کے اس شاندار کارنامہ سے اللہ تعالےٰ آپ سے راضی ہوگیا اور آپ سے فرمایا کہ میں اس پاکیزہ عمل کی جزا ہرگز ضائع نہ کروں گا۔ آپ نے جواب دیا جب میرے بعد میرا کوئی وارث ہی نہیں تو مجھے اس جزا سے کیا مسرت ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ کے بعد آپ کا ایک بیٹا رہے گا جس کی اولاد کثرت میں آسمان کے تاروں کا مقابلہ کرے گی پھر ابراہیم نے یہ بشارت سن کر اللہ کے حکم کے مطابق نیاز پیش کی اس وقت قربانی اس طرح دی جاتی تھی کیونکہ آپ نے تین سال کا ایک بچھڑا لیا اور تین سال کی بھیڑ لی اور ایک جنگلی کبوتر لیا اور ایک پالتو لیا اور ان سب کے بجز پرندوں کے ذبح کرکے ہر ایک کے دو ٹکڑے کیے اور قبل اس کے کہ مذبح قائم کیا جائے اور گوشت کھانے والے پرندے خون پینے کے لیے ذبیحوں پر برابر منڈلا رہے تھے کہ ایک الٰہی آواز سنی گئی جو آپ سے کہہ رہی تھی کہ آپ کی اولاد چار سو سال تک اپنے پڑوسی مصر سے جنگ سے دوچار ہوگی لیکن اس عذاب کے بعد وہ اپنے دشمن پر غالب آئیں گے اور جنگ میں کنعانیوں پر چھا جائیں گے اور ان کی زمینوں کے اور ان کے شہروں کے مالک بن جائیں گے۔

خلیل اللہ نے اللہ سے ایک بیٹا مانگا

ابراہیم بلوطۃ عجیج کے قریب رہتے تھے جو ارض کنعان سے دور نہ تھا یہ حبرونیین کا ایک شہر تھا جہاں آپ کو اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کے

خیال نے ستایا آخر کار آپ نے اللہ سے ہاتھ پھیلا کر ایک بیٹا مانگا اور اللہ نے آپ کو حکم فرمایا کہ اس سلسلہ میں وہ اسی طرح یقین رکھیں جس طرح انہوں نے اللہ کے حکم کی کہ عراق سے ہجرت کر جاؤ تعمیل فرما کر خیر پر یقین رکھا تھا۔

ہاجرہ کے حمل قرار پانا اور سارہ کو نگاہ حقارت سے دیکھنا

اور سارہ نے اللہ کے حکم سے آپ کے فراش کے لیے اپنی ایک مصری لونڈی ہاجرہ حاضر کی کہ شاید اللہ اسی سے اولاد عطا فرمادے۔ پھر جب وہ حاملہ ہوگئیں تو انہوں نے سارہ کو نگاہ حقارت سے دیکھنے کی جراءت کی اور بیگمات کی سی ہیئت بنالی گویا ابراہیمؑ کا تمام اثاثہ ان کے بیٹے کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوا تھا ملے گا پھر آپ نے ان کو سارہ کے حوالہ کر دیا کہ وہ انہیں سلیقہ سکھائیں لیکن ہاجرہ نے اپنی ذلت برداشت نہیں کی اور بھاگ کھڑی ہوئیں اور اللہ سے دعا مانگی کہ وہ اپنی رحمت سے ان کا متولی بن جائے اسی حال میں جب کہ وہ صحرا ہی میں تھیں کہ اللہ کے پاس سے ان کے سامنے ایک فرشتہ ظاہر ہوتا ہے اور انہیں حکم کرتا ہے کہ وہ اپنے سید اور سیدہ کی طرف واپس چلی جائیں اور ان سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے خوش ہوں گی بشرطیکہ اپنی بڑائی کو بھول جائیں کیونکہ ان پر یہ آفت اسی لئے ٹوٹی ہو کہ وہ اپنی سیدہ کے ساتھ زبان درازی کرتی تھیں اور اس نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ اپنے رب کا کہنا نہ مانیں گی تو ہلاک ہو جائیں گی لیکن اگر وہ اپنے گھر چلی جائیں گی تو ایک ایسے بچہ کی ماں بن جائیں گی جو اس سرزمین کا مالک ہوگا پھر انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنے سید اور سیدہ کے پاس لوٹ آئیں اور ان دونوں نے آپ کا قصور معاف کر دیا پھر تھوڑی سی مدت کے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے اسمٰعیل رکھا یعنی اللہ سے سنا ہوا کیونکہ اللہ نے ان کی دعا سن لی تھی۔

اسمٰعیلؑ کی پیدائش کیوقت خلیل اللہ کی عمر اور اسحٰق کی بشارت کے وقت آپکی عمر

جب اسمٰعیل پیدا ہوئے

تو ابراہیم کی چھیاسی سال کی عمر تھی اور جب آپ ۹۹ سال کے ہو گئے تو آپ کو رب نے دیکھا اور آپ کو ایک بیٹے کی خوش خبری سنائی جو سارہ سے ہو گا اور حکم فرمایا کہ اس کا نام اسحٰق رکھنا اور وحی فرمائی کہ بڑی بڑی قومیں اور بادشاہ اس کی نسل سے پیدا ہوں گے اور وہ جنگ کے ذریعہ کنعان کے تمام علاقہ پر صیدا سے مصر تک قابض ہو جائیں گے اور ان پر ختنہ کرنا فرض ہے تاکہ دوسری قوموں سے نہ ملیں اور پیدائش کے دوسرے دن ختنہ کرا دی جائیں ہم آگے چل کر اپنی رسم ختنہ کے اسباب بھی بیان کرینگے

اور ابراہیم نے اسمٰعیل کے بارے میں پوچھا کیا وہ زندہ رہے گا؟ حق تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ وہ زندہ رہے گا اور اسے عمر دی جائے گی اور وہ بڑی بڑی قوموں کا باپ ہو گا آخر کار آپ نے اپنے رب کا ان نعمتوں پر شکر ادا کیا اور آپ کی اور تمام گھر والوں کی اور تیرہ سالہ اسمٰعیل کی ختنہ ہوئیں جبکہ ان کے والد ۹۹ سال کے تھے۔

یوسیفوس کا حضرت لوط پر الزام

پھر یوسیفوس سدوم کی تباہی کا واقعہ بیان کرتا ہے اور صغیر تک لوط کی نجات کا واقعہ بھی اور صغیر کو سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے صغیر کہا گیا پھر کہتا ہے لوط کی دونوں بیٹیوں کو بنی نوع انسان کی تباہی کا ڈر ہوا چنانچہ اپنے باپ سے انہوں نے (معاذ اللہ) دو بیٹے جنے ایک کا نام موآب رکھا جس کے معنی ہیں باپ سے اور دوسرے کا عمان رکھا جس کے معنی ہیں خاندان کا بیٹا انہیں دونوں کی اولاد مشرقی اور جنوبی شام میں پھیلی ہوئی ہے۔

سارہ کا عزم کہ ہاجرہ کو معہ بیٹے علیحدہ کر دیا جائے

پھر یوسیفوس اسحٰق کی ولادت کا اور آٹھویں دن ان کی ختنوں کا ذکر کرتا ہے اور یہ بھی کہ عرب تیرھویں سال تک ختنوں میں تاخیر کرتے ہیں جیسے ان کے باپ اسمٰعیل کی اس عمر میں ختنہ ہوئیں پھر لکھتا ہے کہ سارہ نے پھر ہاجرہ کو اور ان کے بیٹے کو ہٹانے کا ارادہ کیا چنانچہ وہ دونوں صحرا کی طرف نکل گئے اور قریب تھا کہ تنوب کے ایک درخت کے

نیچے بچہ پیاس کے مارے مرجاتا اگر رب کا فرشتہ بچہ کی ماں ہاجرہ کو ایک قریب والے چشمہ کی خبر نہ دیتا۔

کیا اسمٰعیل کی شادی ماں کی قوم میں ہوئی؟

یوسیفوس لکھتا ہے اور جب بچہ جوان ہو گیا تو اس کی مصری والدہ نے اپنی قوم میں شادی کر دی اور اس سے اس کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے یعنی نبایوث، قیدار، عبدئیل، مبسام، مشمع، ادوم، ماسم، قدوم، تیمان، جتور، نافش اور قدماس۔ یہ لوگ عراق سے لے کر بحراحمر تک تمام علاقہ پر قابض ہو گئے اور نباتیین (نبطیین) کے نام سے مشہور ہو گئے یہی وہ ہیں جن کے نام پر تمام عرب نامزد ہیں اول تو عرب کی شان عظمت کے اظہار کے لیے دوسرے حضرت ابراہیمؑ کی شہرت کی وجہ سے

خلیل اللہ کی قطورہ سے شادی اور اس سے اولاد

پھر بعد میں ابراہیمؑ نے قطورہ سے شادی کی جس سے چھ بیٹے پیدا ہوئے جو کاموں میں قوی اور فہم میں انتہائی تیز تھے یعنی زمبران، جزار، مدان، مدیان، نوشباق اور سوس۔ پھر ابراہیمؑ نے انہیں اور ان کے بیٹوں کو اپنے لیے ٹراگ لوڈی ٹس ([illegible]) پر مقامات ومنازل تلاش کرنے کے لیے بھیجا اور بلاد العربیۃ السعیدہ میں بھی جو بحراحمر تک پھیلے ہوئے ہیں

افریقہ کی وجہ تسمیہ

کہا جاتا ہے کہ افرون بن مدان نے لوبیا پر حملہ کیا اور اپنی حسن تدبیر سے اس پر قابض ہو گیا اور اس کے پوتے وہاں بس گئے اور انہوں نے اس کا نام افریقہ رکھا

یوسیفوس کے بیانات میں تضاد

پھر یوسیفوس نے ابراہیمؑ کے قصہ کو آپ کی وفات پر ختم کر دیا ہے لکھتا ہے کہ اسحٰقؑ و اسمٰعیلؑ نے آپ کو حبرون کے مقبرے میں سارہ کے پڑوس میں دفن کیا اور سارہ کے اخیر قصہ میں لکھ چکا ہے کہ کنعانیوں نے سارہ کو عوام کے خرچ سے

نیکی کے طور پر دفن کرنے کی پیش کش کی تھی لیکن ابراہیمؑ نے اخراہیم سے چار سو مثقال کی زمین خرید کر اس میں سارہ کو دفن کیا۔

(۲) ابن عبری

ابن عبری عیسائی قدمائے مورخین کا امام جیسے یوسیفوس اسرائیلی جہت سے قدیم مورخین کا امام ہے اسی طرح ابوالفرج بن ہارون ابن عبری، مؤلف مختصر الاول (وفات ۱۲۸۶ء) عیسائی جہت سے اس موضوع پر قدیم مورخین کا واحد امام ہے کیونکہ یہ سریانیہ گرجے کے اماموں میں سے ہے جس کے پیروکار ابراہیمؑ کے وطنوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور میلاد کی پہلی صدی سے اس کی تقلیدی خبروں کو یاد رکھتے ہیں

کیا آدم سے عابر تک سریانی زبان رہی؟ یہ بنی اسرائیل کے اولیاء، بزرگوں کے بارے میں لکھتا ہے ہمارے ائمہ میں سے باسلیوس اور افریم کا خیال ہے کہ آدمؑ سے لے کر اس عابر تک لوگوں کی زبان ایک ہی تھی یعنی سریانی تھی اور اسی زبان میں اللہ نے آدمؑ سے کلام فرمایا۔

سریانی کی تین زبانوں کی تقسیم یہ زبان تین زبانوں میں تقسیم ہو گئی جن میں فصیح زبان آرامی ہے جو رھا، حران اور بیرونی ملک شام کی زبان ہے دوسری زبان فلسطینی ہے جو دمشق، کوہ لبنان اور باقی اندرونی شام کی زبان ہے اور ان میں بھونڈی زبان کلدانی بنطی ہے جو اثور (اشور) کے پہاڑیوں کی اور عراق کے عوام کی زبان ہے۔ اور یعقوب رہاوی کہتا ہے کہ زبان لگاتار عبری ہی رہی حتیٰ کہ بابل میں زبانیں گڈمڈ ہو گئیں۔

زمین کا بٹوارہ

"اور فالغ بن عابر کے ارعو پیدا ہوا جب کہ اس کی عمر سبعینی (یہ یونانی زبان میں تورات کا ترجمہ ہے جس کے ترجمہ میں ۷۲ علماء شریک ہیں) کی رائے کی رو سے ۱۳۰ سال تھی اور یہودیوں کی رائے کی رو سے ۳۰ سال اور اس کے تمام ایام ۴۳۴ سال ہوئے جب وہ ۱۴۰ سال کا ہوا تو زمین دوسری بار اولاد نوح میں تقسیم کی گئی یعنی بانٹی گئی۔ چنانچہ اولاد سام کے حصہ میں آباد دنیا کا وسط یعنی فلسطین، شام، اشور، سامرہ، بابل، فارس اور حجاز آیا اور اولاد حام کے حصہ میں داہنی جانب کا سارا علاقہ یعنی جنوب جس میں افریقہ، زنج، مصر، نوبہ، حبشہ، سندھ اور ہند شامل تھے، آیا اور اولاد یافث کے حصہ میں جربیا دشمال، آیا جس میں اندلس، افرنجہ، یونان کا پورا علاقہ، صقالیہ، بلغار، ترک اور آرمن شامل ہیں، آئے۔ فالغ کی وفات کے بعد اس کی اولاد میں اور اس کے بھائی یقطان کی اولاد میں لڑائی بھڑک اٹھی اور لوگ حفاظت کے لیے مضبوط و مستحکم قلعے بنانے لگے۔

اور ارعو بن فالغ کے سارو غ پیدا ہوا جبکہ سبعینی کی رائے کے مطابق اس کی عمر ۱۳۲ سال تھی اور یہودیوں کی رائے کے مطابق ۳۲ سال تھی اور اس کے تمام ایام ۳۳۹ سال ہیں

ارعو کے زمانہ میں پختہ اینٹیں بنائی گئیں

پھر جب ارعو ستر سال کا ہوا تو لوگوں نے کہا آؤ گارے سے اینٹیں بنائیں اور انہیں آگ میں پکا کر پختہ بنائیں پھر ان سے فضا میں ایک بلند عمارت بنائیں اس طرح ہمارا ذکر باقی رہے گا اور ہم روئے زمین پر فنا نہ ہوں گے پھر جب انہوں نے اس سلسلہ میں علاقہ شنعار (سامرہ) میں کوشش کی اور لوگ نمرود بن کوش قات کے خروج سے (جو علاقہ بابل میں سب سے پہلا بادشاہ تھا اور جس نے آسمان کی گول شکل دیکھ کر تاج بنوا کر اپنے سر پر رکھا تھا اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ اس کا تاج آسمان سے اترا ہے، اس عمارت کو اٹھانے لگے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا

یہ لوگوں کے عمل کی ابتدا ہے اور وہ جس کام کا اہتمام کریں گے اس سے عاجز نہ رہینگے عنقریب میں ان کی زبانوں میں تفرقہ ڈال دوں گا تاکہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھے چنانچہ اللہ نے ان کی جمعیت روئے زمین پر منتشر فرمادی اور تند و تیز آندھیاں بھیج کر اس عمارت کو گرادیا اور اس میں سرکش نمرود مر گیا اور لوگوں کی زبانیں متفرق ہو گئیں اسی لیے اس جگہ کو بابل کے نام سے پکارا جانے لگا یعنی وہ جگہ جہاں زبانوں میں تبلبل (اختلاط) پیدا ہوا نمرود نے تین شہر بسائے ارخ دخیلیا یعنی رہا، نصیبین اور مدائن

ایوب صدیق کا جہاد

اور سارو رغ بن ارعو کے ناحور پیدا ہوا جبکہ اس کی عمر سبعینی کی رائے کے مطابق ۷۹ سال اور یہودیوں کی رائے کے مطابق ۲۹ سال تھی اس کے تمام ایام ۲۰۱ سال ہیں اس کی عمر کے ۲۵ویں سال اور ذاکنعانی کی رائے کے مطابق ایوب صدیق کا جہاد پیش آیا

سدوم، عامورا اور صاعر کی داغ بیل

اور ارمونیس شاہ کنعان نے اپنے دو بیٹوں کے ناموں پر سدوم اور عامورا بسائے اور ان کی ماں کے نام پر صاعر بسایا

خلیل اللہ کے باپ کا نام اور آپ کی پیدائش و وفات

اور تزح بن ناحور کے ابراہیم پیدا ہوئے جبکہ اس کی عمر دونوں راویوں کے مطابق ستر سال تھی اور اس کے تمام ایام ۲۷۵ سال ہیں آپ شہر حران میں فوت ہوئے اور موزنوس شاہ فلسطین نے ابراہیم کی ولادت سے بیس سال قبل شہر دمشق بسایا لیکن بقول یوسیفوس اسے عوص بن ارام نے بسایا تھا یہیں سے سبعینی اور عبرانی تاریخیں متفق ہوتی ہیں۔

اسحٰق کی پیدائش

اور ابراہیم بن تزح کے اسحٰق پیدا ہوئے جبکہ آپ کی عمر سو سال تھی اور آپ ۱۷۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

پندرہ سال کی عمر میں پندول پیعبد دعا اور اس کی قبولیت

اور جب

آپ ۱۵ سال کے تھے تو اللہ نے پرندوں کے سلسلہ میں آپ کی دعا قبول فرمائی یہ پرندے کلدانیوں کے کھیت خراب کر دیتے تھے اور ان کی کھیتیاں چاٹ جاتے تھے

خلیل اللہ نے ایک بت خانہ میں آگ لگادی

اور ابراہیمؑ نے کلدانیوں کے شہر میں ایک بت خانہ جلادیا آپ کا بھائی حاران آگ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ شعلوں کی لپیٹ میں آکر جل گیا اسی لیے ابراہیمؑ اپنے باپ ترح کے ساتھ اور بھائی ناحور کے ساتھ اور لوط بن حاران کے ساتھ جو جلنے والے بھائی کے بیٹے تھے بھاگ کھڑے ہوئے جب کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور حران پہنچے اور وہاں ۱۴ سال تک مقیم رہے۔

خلیل اللہ کی مختصر سوانح

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر آپ سے کلام فرمایا آپ ان گھروں میں سے جو آپ کے بزرگوں کے گھر ہیں اس جگہ منتقل ہو جائیں جہاں میں آپ کو حکم دوں آخر کار آپ اپنی بیوی سارہ کو اور بھتیجے لوط کو لے کر سرزمین کنعان کی طرف چل پڑے اور کدرہ معمر کے سلاطین سے جنگ کی اور انہیں زیرنگیں کر لیا لڑائی سے واپسی کے دوران آپ بڑے کاہن ملکیزدق سے ملے اور اس کے سامنے زمین بوس ہوئے اور اسے مال غنیمت کا دسواں حصہ دیا اور آپ کو اس نے برکت کی دعائیں دیں ۸۵ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ میں آسمان کے تاروں کی طرح اور سمندر کے ذرات کی طرح آپ کی نسل بڑھاؤں گا آپ نے اللہ کے اس وعدے پہ پورا پورا بھروسہ کیا اسی سال آپ مصر میں داخل ہوئے اور فرعون کے اور آپ کی بیوی سارہ کے حسن کے بارے میں کان بھرے گئے جب اس نے سارہ کے بارے میں ابراہیمؑ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ میری علاتی بہن ہیں اخیافی نہیں آپ اس میں جھوٹے نہ تھے کیونکہ سارہ آپ کے چچا کی بیٹی تھیں اور آپ نے اپنے اور ان کے دادا کو جو ایک ہیں باپ کے قائم مقام رکھ کر یہ بات فرمادی تھی۔ لیکن فرعون اپنے لیے سارہ کو خلوت میں لے گیا حتیٰ کہ اسے تحقیق سے معلوم ہوا کہ سارہ آپ کی بیوی ہیں چنانچہ اس نے انہیں آپ کے پاس بھیج دیا اور ساتھ میں

بیش و بے بہا عطیات بھی روانہ کر دیئے جن میں ایک لونڈی ہاجرہ مصریہ بھی تھیں اور یہ حکم کر دیا کہ انہیں میرے علاقہ سے نکال دیا جائے ایسا نہ ہو کہ پھر برا خیال میرے دل میں آ جائے۔

چونکہ سارہ سے ابراہیمؑ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انہوں نے اپنی لونڈی ہاجرہ آپ کو ہبہ کر دی آپ نے اس سے صحبت کی اور اس سے آپ کا بیٹا اسمٰعیلؑ پیدا ہوا اور ہاجرہ اپنی سیدہ سارہ کو حقیر سمجھنے لگیں اور بیٹے کی وجہ سے ان پر فخر کرنے لگیں اس پر سارہ نے انہیں ناراض ہو کر صحرا کی طرف بھگا دیا پھر رب کا فرشتہ ہاجرہ کو دیکھتا ہے اور کہتا ہے اپنے رب کی رحمت سے نا امید نہ ہونا کیونکہ اللہ نے اس بچہ میں برکت ودیعت فرمائی ہے جب اس نے اس کے والد ابراہیمؑ سے کلام فرمایا ہے اور برکت کی دعا کا خاتمہ سریانی زبان میں اس طرح تھا داکبرتہ طب طب یعنی میں نے اسے بہت بہت عظمت عطا فرمائی ہے

واکبرتہ طب طب میں ایک لطیف نکتہ ہے

میں عرض کرتا ہوں کہ حسنِ اتفاق سے ان الفاظ میں ایک عجیب نکتہ ہے جس کا انکشاف ہمارے زمانہ میں ہوا ہے یعنی اگر حساب جمل سے اس کے حرفوں کے ہندسے جمع کئے جائیں تو ۶۵۶ھ ہوتے ہیں یہی خلافت عباسیہ کی مدت ہے جس کے اخیر میں آخری خلیفہ قتل کیا گیا اور آل اسمٰعیل کے سلطان اعظم کا زوال ہوا۔

جب ابراہیمؑ کی سو سال کی عمر ہوئی تو سارہ سے آپ کے اسحٰقؑ پیدا ہوئے اور جب اسحٰق کی ۱۹ سال کی عمر ہوئی تو ابراہیمؑ انہیں کوہِ نابو پر اللہ کے لیے قربانی کے لیے لے گئے لیکن اللہ نے انہیں ایک بھیڑ کا فدیہ دے کر چھڑا لیا جو ایک درخت کے پاس موجود تھا یہ فدیہ حضرت یسوع مسیح کی مثال ہے جنہوں نے اپنا نفس فدیہ میں پیش کر کے دنیا کو چھڑا لیا اسی لیے آپ نے انجیل مقدس میں فرمایا ابراہیم کو میرا دن دیکھنے کی آرزو تھی آخر کار آپ نے اسے مشاہدہ کر لیا اور خوش ہوئے

کہتے ہیں اسی سال ملکیزدق نے اور علیم کی عمارت مکمل کی جب اسحٰق ۸۰ سال کے ہوئے تو ان کی والدہ سارہ ۱۲۷ سال کی ہو گئی تھیں اس وقت ابراہیم نے شاہ ترک کی بیٹی قنطورا سے شادی کر لی اور جب اسحٰق ۸۰ سال کے ہوئے تو ابراہیم کا خاندانی غلام یعازر حران گیا اور وہاں سے رفقہ زوجۂ اسحٰق کو لایا اور جب ابراہیم فوت ہو گئے تو اپنی بیوی سارہ کی قبر کے پاس اس دہرے غار میں جو آپ نے عفرون حبشانی سے خریدا تھا طوفان کے لوٹنے کے ڈر سے دفن کر دیئے گئے۔

(۳) ابوالفداء

ہم اسلامی مورخین میں سے ابوالفداء کو چنتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تاریخ آٹھویں صدی میں لکھی اور پہلے موسوعی بڑے بڑے مورخوں پر اعتماد کیا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ایام عراق علیا اور قدیمی اشور سے رابطہ رکھنے ہی میں گذارے اور وہاں تاریخی کتابوں کے مطالعہ ہی میں مشغول رہے لہذا تاریخ ابراہیمؑ کی تلخیص میں ان سے زیادہ کوئی ماہر نہیں اور نہ کوئی اپنے زمانہ کی کتابوں کے حوالوں سے ان جیسا تعاقب کر سکتا ہے۔ آپ حضرت ابراہیمؑ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

ابوالفداء کی طرف سے سیرت کا خلاصہ

آپ ابراہیم بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروغ بن رعو بن فالغ بن عابر بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہیں انہوں نے عمود نسب سے قینان بن ارفخشذ ساقط کر دیا ہے بعض کے نزدیک وہ اس وجہ سے ساقط کر دیا گیا ہے کہ جادوگر تھا اور شالح بن ارفخشذ کہہ دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت کی رو سے شالح بن قینان بن ارفخشذ ہے اس لیے اس نسب میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ ابراہیمؑ اہواز میں اور بقول بعض بابل (عراق) میں پیدا ہوئے آزر پدر ابراہیم بت تراش و بت فروش تھا اور ان کو بیچنے کے لیے ابراہیمؑ کو بھیج دیا کرتا تھا اور ابراہیم یہ آواز لگا کر انہیں بیچا کرتے تھے انہیں کون خریدتا ہے جو نہ نقصان

پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ نفع پہنچانے پر۔ پھر جب اللہ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیں تو آپ نے اپنے باپ کو توحید کی دعوت دی لیکن اس نے آپ کی دعوت ٹھکرا دی اور آپ نے اپنی قوم کو بھی دعوت دی پھر جب آپ کی دعوت پھیل گئی اور نمرود بن کوش کے گوش میں بھی پہنچ گئی (جو اس علاقہ کا حکمران تھا بعض کے نزدیک نمرود عراق و ماحول کا ضحاک کی طرف سے حاکم تھا اور بعض کے نزدیک مستقل بادشاہ تھا) تو اس نے خلیل اللہ کو بہت بڑی آگ میں پھنکوا دیا مگر آگ آپ کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی اور آپ چند دن کے بعد آگ سے صحیح سالم نکل آئے اس پر آپ کی قوم کے کچھ آدمی آپ پر نمرود سے ڈرتے ہوئے ایمان لے آئے اور سارہ بھی ایمان لے آئیں جو آپ کے چچا ہاران کی صاحبزادی تھیں۔

پھر ابراہیمؑ اور آپ پر ایمان لانے والے اور کفر کے باوجود آپ کا باپ اپنی قوم کو چھوڑ کر حران کی طرف ہجرت کر گئے اور ایک مدت تک وہاں قیام پذیر رہے پھر ابراہیمؑ مصر گئے جب کہ مصر کا بادشاہ یعنی ان کے زمانہ کا فرعون بعض کے نزدیک سنان بن علوان اور بعض کے نزدیک طولیس تھا اس نے سارہ کے حسن کی شہرت سن کر سارہ کو بلوا لیا اور ابراہیمؑ سے ان کے بارے میں پوچھا فرمایا یہ میری بہن ہیں یعنی اسلامی بہن پھر اس فرعون نے ان کے ساتھ بد ارادہ کیا لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کے ہاتھ پیر خشک کر دیئے۔ پھر جب اس نے وہ ارادہ ترک کر دیا تو اللہ تعالےٰ نے اسے درست کر دیا پھر اس نے یہی ارادہ کیا پھر اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ وہی کیا آخر کار اس نے سارہ کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ ان کی یہ شان نہیں کہ یہ ایسا کام کریں اور ان کی خدمت کے لیے ایک لونڈی ہاجرہ انہیں دے دی سارہ اسے لے کر ابراہیمؑ کے پاس آئیں پھر آپ مصر سے شام پہنچے اور رملہ اور ایلیاء کے درمیان مقیم ہو گئے سارہ کے اب تک اولاد نہیں ہوئی تھی انہوں نے آپ کو اپنی لونڈی ہبہ کر دی آپ اس سے ہم بستر ہوئے پھر آپ کے ان سے اسمٰعیلؑ

پیدا ہوئے عبرانی میں ابراہیمؑ مطیع اللہ (اللہ کے فرمانبردار) کے معنی میں ہے۔ چھیاسی سال کی عمر میں آپ کے اسمٰعیل پیدا ہوئے سارہ غمگین رہتی تھیں اللہ نے انہیں اسحٰقؑ بیٹے عطا فرمایا جب کہ سارہ نوے ۹۰ سال کی تھیں پھر سارہ نے ہاجرہ سے اور ان کے بیٹے اسمٰعیل سے غیرت کی اور بولیں لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہوگا اور ابراہیمؑ سے درخواست کی کہ ان دونوں کو ان کے پاس سے ہٹا دیں چنانچہ ابراہیمؑ ہاجرہ کو اور ان کے بیٹے کو حجاز کی طرف لے کر روانہ ہوئے اور ان دونوں کو مکہ میں چھوڑ دیا اسمٰعیل وہیں پلے بڑھے اور آپ نے جوان ہو کر قبیلۂ جرہم کی ایک عورت سے شادی کر لی۔ ہاجرہؓ کا مکہ ہی میں انتقال ہوا پھر اسمٰعیل سے ملنے ان کے والد ابراہیمؑ آئے اور دونوں نے کعبہ تعمیر کیا یعنی اللہ کا حرمت والا گھر بنایا پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنے فرزند کی قربانی پیش کریں ذبیح میں اختلاف ہے کہ آیا وہ اسحٰقؑ تھے یا اسمٰعیلؑ اور اللہ نے انہیں ایک مینڈھا دے کر چھڑا لیا ابراہیمؑ بیوراسب یعنی ضحاک کے آخری عہد حکومت میں تھے اور شاہ افریدون کے آغاز عہد حکومت میں اور نمرود اس کی طرف سے عراق کا حاکم تھا ابراہیمؑ کے دو بھائی حاران اور ناحور بن آزر اور تھے حاران کے لوطؑ ہیں اور ناحور کے بتوئیل ہیں اور بتوئیل کے لابان ہیں اور لابان کی بیٹیاں لیا اور راحیل ہیں جو حضرت یعقوب کی بیویاں ہیں جس کے زعم میں ذبیح اسحٰق ہیں اس کی رائے ہے کہ مقام ذبح شام میں ایلیا (بیت المقدس) سے دو میل دور تھا اور جس کی رائے میں ذبیح اسمٰعیل ہیں (یہی صحیح ہے) ان کے نزدیک مقام ذبح منیٰ ہے جو مکہ کے پاس ہے۔ ان کلمات میں بھی اختلاف ہے جن سے ابراہیمؑ کو آزمایا گیا بعض کے نزدیک ہجرت و ختنہ اور ذبح فرزند ہیں اور بعض کے نزدیک اور ہیں۔ ابراہیمؑ ہی کی زندگی میں ہاجرہ کی وفات کے بعد سارہ فوت ہوئیں اور اس میں اختلاف بھی ہے اور سارہ کی وفات کے بعد آپ نے ایک کنعانی عورت سے شادی کی جس سے آپ کے چھ بیٹے پیدا ہوئے چنانچہ حضرت ابراہیم کے بیٹے آٹھ ہوئے اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ اور چھ کنعانی عورت سے

سیرت اسمٰعیل

پھر یہ مورخ سیرت اسمٰعیل و اسحٰق کی طرف لوٹتا ہے چنانچہ حضرت اسحٰق کے بارے میں لکھتا ہے کہ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت ابراہیم کی عمر ۱۶ سال کی تھی اور جب اسمٰعیل تیرہ سال کے ہوئے تو اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ نے پاکی حاصل کی اور جب سو سال کی عمر میں آپ کے ہاں اسحٰقؑ پیدا ہو گئے تو آپ اسمٰعیلؑ کو اور ان کی والدہ ہاجرہ کو مکہ لے گئے کیونکہ سارہ غیرت کی وجہ سے ہاجرہ کو برداشت نہ کر سکیں اور آپ سے درخواست کی کہ اسمٰعیلؑ کو اور ان کی ماں کو یہاں سے لے جائیے کیونکہ لونڈی کا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ وارث نہیں ہو سکتا اور مکہ میں اسمٰعیلؑ کے ساتھ عربوں میں سے جرہم قبیلہ بس گیا اس سے پہلے یہ قبیلہ مکہ کے قریب رہتا تھا پھر جب مکہ میں اسمٰعیل بس گئے تو اس قبیلہ کے لوگ ان سے گھل مل گئے اور اسمٰعیلؑ نے قبیلہ جرہم کی ایک دوشیزہ سے شادی کر لی جس سے ان کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے اور جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو کعبۂ اقدس بنانے کا حکم فرمایا تو آپ شام سے روانہ ہو کر اسمٰعیل کے پاس مکہ معظمہ پہنچے اور فرمایا اسمٰعیل! اللہ نے مجھے اپنا گھر بنانے کا حکم فرمایا ہے اسمٰعیلؑ بولے آپ رب کے حکم کی تعمیل فرمایئے ابراہیمؑ نے فرمایا اور اللہ نے یہ حکم بھی فرمایا ہے کہ تم میری (اس کی تعمیر پر) مدد کرو بولے پھر تو میں ایسا کروں گا پھر آپ کے ساتھ اسمٰعیل کھڑے ہوئے اور ابراہیم بیت اللہ کو چننے لگے اور اسمٰعیل آپ کو پتھر اٹھا کر دینے لگے اور یہ دعا مانگنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم سے یہ عمل قبول فرما بلاشبہ تو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے حضرت ابراہیمؑ ایک پتھر پر کھڑے ہو کر بیت اللہ بنا رہے تھے یہی پتھر مقام ابراہیم کہلاتا ہے بنائے ابراہیمی پر بیت اللہ قائم رہا حتیٰ کہ ۳۵ سنہ میلادِ نبوی میں قریش نے اسے منہدم کیا حضرت ابراہیمؑ نے جب کعبہ تعمیر فرمایا ہے تو آپ کی عمر سو سال سے کافی تجاوز کر چکی تھی اس لیے اس میں اور ہجرت میں تقریباً ۲۷۹۳ سال ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اسمٰعیل کو قبائل یمن کی طرف رسول بنا کر

بھیجا اور عمالیق کی طرف بھی۔ اور اسمٰعیلؑ نے اپنی بیٹی کی شادی عیص بن اسحاق سے کر دی یعنی اپنے بھتیجے سے اور اسمٰعیلؑ ۱۳۷ سال کی عمر میں مکہ میں فوت ہو گئے اور اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس حطیم میں مدفون ہیں آپ کی وفات حضرت ابراہیم کی وفات کے ۴۸ سال بعد ہوئی۔

سیرت کلیم اللہ

پھر مورخ سیرتِ موسیٰ کلیم اللہ کی طرف منتقل ہوتا ہوا لکھتا ہے اور موسیٰؑ کی ولادت ۴۲۵ سال گزر جانے کے بعد ہوئی یہاں تک کہ بیت المقدس کی تباہی عہد بخت نصر کے تقریباً بیسویں سال بتاتا ہے جو وفاتِ موسیٰؑ سے نوسو نناواں سال ہے۔

تتمہ

دینی مصادر و مراجع کا وزن

یہاں تک دینی مصادر اور قدیم تاریخ کے وہ حوالے ختم ہوئے جن میں سیرت ابراہیم کا ذکر تھا یہی مصادر و مراجع وہ بنیادی پتھر ہیں جن پہ جدید زمانہ کی ہر چیز قائم ہے خواہ کھدائیوں سے نکلے ہوئے آثار قدیمہ ہوں یا ان پہ مورخین کے حواشی ہوں ہمارا فرض ہے کہ اس عمارت کی طرف جو ان پتھروں پہ اٹھائی جانے والی ہے منتقل ہونے سے پہلے ان بنیادی پتھروں کی طاقت کی مقدار معلوم کریں۔

دینی اساس مورخین کی علمی اساس سے زیادہ قوی ہے

چنانچہ ہمارے اندازے کے مطابق آج یہ اساس، بیسویں صدی سے قبل کی مورخین کے پاس والی علمی اساس سے زیادہ قوی ہے کیونکہ گذشتہ صدی میں یہ بدعت عام تھی کہ دینی تواریخ میں علمی تواریخ بننے کی صلاحیت نہیں مانی جاتی تھی اور یہ بات کافی تھی کہ کسی حادثہ کو بیان کیا جائے اور اسے کسی خارق عادت سبب کی طرف منسوب کر دیا جا جس کا انجام یہ ہوتا تھا کہ مورخین کہہ دیا

کرتے تھے کہ اس حادثہ کا وجود ہی نہیں اور نہ عقل میں یہ بات آتی ہے اور وہ سبب میں شک ہی پر قناعت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ بحث کا رخ ایک دوسرے سبب کی طرف پھیر دیا کرتے تھے جو طبعی تعلیلات میں داخل ہوتا تھا۔ اور یہ کہنا کافی تھا کہ فلاں نبی تقریباً تین سو سال زندہ رہا جس کا نتیجہ نکلتا تھا کہ لوگ اس کے وجود ہی کو نہیں مانتے تھے چہ جائیکہ وجود کے بعد اس کی مخصوص عمر کے یا اس سے کم عمر کے قائل ہوں۔ جدید بحث کے معیار میں یہ ساری چیزیں بدل گئیں یا ان کا بدل جانا واجب ہوگیا کیونکہ یہ علاوہ دین کے خلاف ہونے کے نفس علم ہی کے خلاف ہیں۔ آج یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ دینی خبریں اُن تاریخی احکام کے ثابت کرنے میں جو جدید دلائل سے متاخرین کی رائے میں صحیح ہیں انکشافات اثریہ اور مقارفات علمیہ سے بڑھ گئی ہیں۔

ایک مثال اس کی ایک مثال سامی اجناس کی اپنی نشو و نما میں وحدت ہے، کیونکہ موجودہ زمانہ کے علماء نے یہ وحدت مختلف لغتوں کے میل جول سے اور بشری نسلوں کے علم پر اخیری لیکچروں سے اور آثار مدفونہ پر اور چھوڑے ہوئے ہیکلوں پر تحریروں کی تفسیر سے پہچانی ہے یہ تمام لیکچر پچھلے زمانہ کے ایجادات میں سے ہیں آج سے سو سال قبل ان سے علماء نے قابل بھروسہ کوئی دلیل پیدا نہیں کی تھی۔

اقوام سامیہ کی زبانوں میں ایک وحدت اصل پائی جاتی ہے اگر کوئی عالم اس علم کے حکم واندازوں کا احترام کرتا ہے تو اسے یہ سمجھنا بھی فرض ہے کہ اقوام سامیہ کی زبان اپنی وحدت اصول میں بلاشبہ مستند ہے اور ایک گہری جڑ اور مستحکم سند رکھتی ہے کیونکہ جب یہ قومیں اس وحدت کے زیر اثر گفتگو کیا کرتی تھیں تو اس وقت ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ بھلے چلے ہیں اور ایک زمانہ کے بعد لوگ کھود کھود کر آثار مدفونہ نکالیں گے کیونکہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ لوگوں کے

دماغوں میں ہزاروں سال قبل اس قسم کا خیال آیا ہو اگر اقوام عالم کا قابل وثوق کوئی مرجع نہ ہوتا تو یہ کہاں سے معلوم ہوتا کہ ان سب کا تعلق ایک ہی اصل سے ہے حالانکہ علم کا چھوڑ دینا اور اسے شمار نہ کرنا جائز نہیں۔

دینی خبروں کو ہمارے ہم عصر بھی نہیں مانتے

اس طرح سے گذشتہ صدی سے علم میں یا مدعیان علم میں جو ہر اس خبر کو نہیں مانتے جس کا معجزات وخوارق عادات امور سے تعلق ہو یہ بدعت پھیلتی چلی آرہی ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ فلاں علاقہ کو یا فلاں شہر کو اللہ تعٰ نے تباہ کردیا کیونکہ اس کے باشندے بگڑ گئے تھے اور انبیاء کی تعلیمات کے خلاف کام کیا کرتے تھے تو فوراً ہی یہ مدعیانِ علم چھوٹ پڑتے ہیں کہ نہیں ایسا نہیں ہوا اور تمام واقعہ کو غلط قرار دے دیتے ہیں اور صاف کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کے جغرافیہ میں نہ وہ شہر ہے نہ اس میں بگاڑ ہے اور نہ انبیاء کا وجود ہے اور یہ تمام باتیں لغو ہیں یا اوہام و خیالات ہیں لیکن آج ان شہروں کے جن کی قدیم زمانہ میں تباہی کے سلسلہ میں دینی خبریں تواتر سے آتی ہیں ایسے تاریخی واقعات ثابت ہوگئے ہیں جن میں شک کی گنجائش ہی نہیں

زمین سے برآمد ہونے والے آثار عتیقہ سے انکشافات

وادی اردن سواحل بحر احمر اور عرب کے جنوبی شہروں کے ریتوں کے تودوں کی لگاتار کھدائی سے برابر ایسے آثار عتیقہ برآمد ہوتے جارہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں کبھی بڑے بڑے خوفناک زلزلے آئے تھے اور ان میں غار تھے اور یہ ایسی آسمانی ہولناک مصائب کا شکار رہ چکے ہیں جو ان خبروں کے مطابق ہیں جو دینی کتابوں نے ان کی آبادی اور بربادی کے متعلق بتائی ہیں اور جس زمانہ میں یہ ان مصائب کا شکار ہوئے وہ اسی زمانہ کے قریب ہے جس میں انبیائے کرام کی موجودگی بتائی گئی ہے اور یہ ثبوت طبیعی حوادثات (زلزلوں اور آندھیوں) ہی پر موقوف نہیں بلکہ اجتماعی دلائل اس کی تصحیح وتصدیق کرتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں اور ان پر گفتگو کرنے والوں کو

ہدایت کرتے ہیں کہ عدم قبول و انکار میں جلدی نہ کریں اور ٹھنڈے دل سے پوری سنجیدگی سے سوچیں اور سمجھیں۔

سواحل بحر احمر کے باشندے تواریخ سے آگاہ نہ تھے

بحر احمر کے سواحل پر رہنے والے ان تواریخ سے آگاہ نہ تھے جو یونانی اور لاتینی میں لکھی گئیں پھر وہ قرون وسطیٰ میں مٹ مٹا گئیں اور اپنا نام و نشان تک کھو بیٹھیں حتیٰ کہ پھر ان کی تجدید ہوئی اور انگریزوں میں اور موجودہ زمانہ کی یورپی زبانوں کے جاننے والوں میں پھیلیں۔

ساحلی باشندوں میں تجارتی شہروں کا ذکر

ہاں بحر احمر کے سواحل پر قدماء ان شہروں کا تذکرہ کرتے ہیں جو تجارت کے لیے مال کا ذخیرہ کر لیا کرتے تھے اور خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور رشوتوں اور فائدوں کے بڑھانے میں حد سے زیادہ بڑھ جایا کرتے تھے ظاہر ہے کہ یہ خبریں ان کے پاس یونانی یا لاطینی ذرائع سے نہیں پہنچیں لہٰذا ایک قابل اعتماد ذریعہ کو ماننا پڑتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ ایک امین عالم اس میں شک کرے۔

ایک مثال سے وضاحت

مثلاً ابرہہ اشرم (ہاتھی والے) کی شکست کی خبر ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے کہ وہ مع اپنے لشکر کے تباہ ہو گیا تھا اور چھوٹے چھوٹے پرندوں نے اس پر کنکریں برسائی تھیں۔ ابو عبداللہ عکرمہ مولی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کنکروں سے ان میں چیچک کی بیماری پھوٹ پڑی تھی اس چیچک کی خبر انہوں نے بھی دی ہے جو اس واقعہ کی تائید میں نہیں یعنی یونانی اور رومانی مورخین نے قسطنطنیہ کا ایک وزیر پروکوب Procobe لکھتا ہے کہ چھٹی صدی کے نصف میں قبل از میلاد مصر میں یہ بیماری پیدا ہوئی۔ اسی طرح بروس (Bruce) جو اٹھارہویں صدی میں حبشہ گیا تھا لکھتا ہے کہ حبشیوں کی تاریخوں میں ابرہہ کے مرتد ہونے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ وہ مکہ سے اس وقت لوٹا جب اس کے لشکر میں چیچک کی بیماری

پھیل گئی اور کئی یونانی مورخ لکھتے ہیں کہ ابراہہ نے مکہ پر ایسی فوج سے چڑھائی کی جس میں چار ہاتھی تھے لیکن وہاں سے اس کی فوج کے گنتی ہی کے آدمی لوٹے کیونکہ اس وبا سے کثرت سے فوجی مر گئے تھے۔ لہذا ان تاریخی حوالوں سے اور ان جیسے امور سے ایک اہل علم بآسانی سمجھ جاتا ہے کہ پرانے مصادر کسی ایسی اصل پر قائم ہیں جس کا ترک کرنا جائز نہیں اور توقع ہے کہ مستقبل میں اس کی آج سے زیادہ وضاحت ہو جائے۔

لمبی عمروں کا مسئلہ

لمبی عمروں کا مسئلہ بھی زیر بحث ہے اور تاریخی کسباق میں اپنی جگہ پر قائم ہے اس میں بھی قدیم یا جدید تاریخ پر کوئی قابل اعتراض بات نہیں اور عمروں کے مسئلہ پر بیسویں صدی سے قبل کافی غور و خوض کیا جا چکا ہے اور غور و فکر کرنے والوں میں یہ سوال اٹھ چکا ہے کہ آیا سالوں کا حساب اگلوں اور پچھلوں میں ایک ہی ہے یا الگ الگ حساب ہیں انہوں نے اس سلسلہ میں ایام تخلیق کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے کہ عالم چھ دن میں پیدا ہوا یعنی ان دونوں سے وہ دن مراد نہیں جو طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ خود سورج چوتھے دن پیدا کیا گیا اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں ایام بمعنی ادوار ہیں جن کا طلوع وغروب آفتاب سے کوئی تعلق نہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ قدماء کے نزدیک سال کے دور اس مانے جاتے تھے زراعیہ راس اور دیوانیہ راس۔ اس حساب کی رو سے کبھی کبھی ایک سال میں دونوں راس جمع بھی ہو جایا کرتے تھے

سال بمعنی قمری سال

بعض کا گمان ہے کہ قدماء کے نزدیک سالوں کا حساب ہلالوں کے حساب کی طرح ہے۔ اس خیال کا مشہد شاعر ابوالعلاء معری بھی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

ورأیت الحمام یاتی علی العا	میں نے دیکھا کہ دنیا پر موت آتی ہے خواہ کوئی بادشاہ
لم من قاھر ومن مقھور	ہو یا عام شخص
وادّعوا للمعمرین اموراً	لوگ بڑی عمروں والوں کے لیے چند امور کا دعویٰ کرتے
لست ادری ماھن فی المشھور	ہیں مجھے معلوم نہیں کہ وہ امور مشہور قول میں کیا ہیں؟
اتراھم فیما نقضی من الایا	کیا تمہارا خیال ہے کہ انہوں نے اپنے گذرے ہوئے

مرعدا واسنیهم بالشهور — ایام کے سلسلہ میں اپنے سال مہینوں سے شمار کئے ہیں،
کلما لاح للعیون هلال — جب کبھی آنکھوں کے سامنے ہلال نمودار ہوتا تو زمانوں
کان حولا لدیهم فی الدهور — میں ان کے نزدیک وہ سال ہوتا۔

یہ گمان صحیح نہیں کیونکہ قدما ایک ایسے زمانہ سے قمری اور شمسی سالوں کا حساب جانتے ہیں جو تاریخ کے ماقبل تک لوٹتا ہے۔

بعض حضرات کی جدت

بعض لوگوں نے اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں مقدر عمریں قبائل کی اور دعوات نبویہ کی عمریں ہیں آج تک بات راس العشیرہ کے نام کے ساتھ جاری ہے جس سے مقصد پورا قبیلہ ہوتا ہے یا ابن مشرق، ابن مغرب، ابن یورپ اور ابن امریکہ کہا جاتا ہے اور تمام قبائل مراد ہوتے ہیں اور تاویل سے ان مذاہب پر ہر کتابی مذہب کے لوگ ہم خیال ہیں اور یہ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں ہی پر منحصر نہیں بلکہ اس میں تمام مذاہب کے علماء شریک ہیں۔

ارباب تاویل کا دو باتوں پر اتفاق

ہمیں یہاں ان تاویلوں کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہم نے انکی تحقیق ان کے مقامات پر رکھ کر اس لیے کی ہے کہ ان ارباب تاویلات میں سب کا دو باتوں پر اتفاق ہے اول تو اس پر کہ عہد قدیم کی کتابوں میں عمروں کے اندازے اسی نسبت سے بڑھتے ہیں جس نسبت سے راویوں کی خبروں کے اور عمر والوں کے زمانوں کے درمیان بُعد بڑھتا ہے اگر ان دونوں زمانوں میں بعد قریبی ہے تو اندازہ عمر معتاد سے زیادہ قریب ہے

ایک ضابطہ

عہد قدیم کی تحریر کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کو تقریباً سات صدیاں گذر گئی تھیں اور حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کو گیارہ صدیاں اس لیے اندازے سے حضرت موسیٰؑ کی عمر ۱۲۰ سال ہوتی ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۱۷۵ سال اور اندازہ اس سے بھی زیادہ بڑھتا جاتا ہے جوں جوں زمانہ قدامت میں تاریخ کے ماقبل بڑھتا ہے۔

لمبی عمروں کے اندازوں میں اختلافات صحیح ہیں

لہٰذا اس قاعدے سے

عمروں کا اندازہ عہدوں کی تحریر کے وقت کے اور دونوں عہدوں میں وقفہ کے وقت کے ثابت کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے اس لیے لمبی عمروں کے اندازے میں اگلوں اور پچھلوں کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے صحیح ہے اور پرانی کتابوں کا اندازِ شمار غلط نہیں بلکہ اس سے قیاس و موازنہ پر مدد ملتی ہے دوسرے سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ہمارے اور پہلوں کے درمیان زمانوں کا حساب عمروں کے حساب کی طرح مختلف نہیں مثلاً ابن اثیر اپنے تمام مصادر پر بھروسہ کر کے لکھتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کو ہجرت محمدیہ سے پہلے تقریباً دو ہزار سات سو ترانویں (۲۷۹۳) سال گذرے ہیں اور یہ اندازے زمانوں اور وقفوں کو افراد کی عمروں کے طول کی بہ نسبت طویل ثابت نہیں کرتے کیونکہ یہ حساب علمائے آثار و علمائے طبقات الارض کے حساب سے قریب قریب ہے جو وقفوں کا طبقات الارض کی پیدائش کے معیار سے اور جیولوجی کے ظواہر کے تسلسل سے اندازہ لگاتے ہیں۔ عنقریب یہ مسئلہ بھی آنے والا ہے کہ علمائے آثار کے اندازوں میں تفاوت اس تفاوت سے کم نہیں جو ابن اثیر کے اندازے میں اور ان تمام علماء کے اندازوں کے درمیان ہے۔

تاریخ کی کسی متواتر خبر کا انکار امانتِ تاریخ کے خلاف ہے

بہرحال ان تمام

مسائل میں جو بھی قطعی رائے قائم کی جائے لیکن یہ "تاریخ کی امانت کے خلاف ہے کہ کوئی اس کی متواتر خبروں کا انکار کر بیٹھے خصوصاً زمانوں کی اور دعوتوں کی خبروں کا۔ اقوامِ عالم کی تواریخ کے لیے پہلی اسنادیں ہمیشہ ایک قوی اساس رہیں گی جس پر دلائل انکار پر دلائل ثبوت کو ترجیح حاصل ہے۔

اس وزن کے ساتھ ہم مصادرِ اثریہ سے ان کے مابعد کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور اس اساس پر اعتماد کرتے ہیں پھر یہ اعتماد اس کے مانع نہیں کہ ہم قبولیت کے

درجات و میزانِ ترجیح میں اسنادوں میں فرق کریں ہم فی الجملہ مصادر آثاریہ پر گفتگو سے منتقل نہ ہوں گے جب تک ہم ان میں ایک ایسا مصدر شامل نہ کر دیں جو اپنی قوت خاموشی کے ذریعہ (بیان و وضاحت کے ذریعہ نہیں) بڑھاتا ہے ظاہر ہے کہ عمداً خاموشی بہت سے معانی پر دلالت کرتی ہے اور کبھی کبھی تو یہ میزان صدق میں اس کلام سے زیادہ دلالت کرتی ہے جو محل تورید و محال میں ہو

تاریخ کا عمداً سکوت ایک صحیح چیز پر دلالت کرتا ہے

جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ بعض تاریخیں عمداً بعض خبروں سے خاموش ہیں تو ہم ایک صحیح چیز پا جاتے ہیں جو ہم پر ان خبروں کو ظاہر کر دیتی ہے جن سے خاموشی اختیار کی گئی ہے خصوصاً اس صورت میں جب ہمیں سکوت کا سبب بھی معلوم ہو جائے۔

یہودیوں کے مصادر عربوں کی دینی حالات سے قطعی طور پر خاموش ہیں اور یہ ساتویں صدی قدیم کے ہیں یہ مصادر جان بوجھ کر اولادِ اسمٰعیل کو اس وعدہ کے حقوق سے محروم رکھتے ہیں جو حضرت ابراہیم سے اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ آلِ اسحٰقؑ کے لیے ہے

عربوں کا اولاد اسمٰعیل ہونا تاریخ سے ثابت ہے

ان حالات میں عربوں کی حضرت اسمٰعیل کی طرف نسبت تاریخی ہے اور مقرر و ثابت ہے اور مصادر یہودیہ کے لکھے جانے کے وقت بھی (جن میں نعمت موعودہ اولاد اسحٰقؑ منحصر کر دی گئی ہے) اس میں انکار کی گنجائش نہ تھی اگر عربوں کی حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف نسبت اس زمانہ (مصادر یہودیہ اولیٰ کی تدوین کے زمانہ) میں ایک تاریخی ثابت شدہ حقیقت نہ ہوتی تو یہودیوں کو اولادِ اسمٰعیل و اولاد اسحٰقؑ میں فرق کرنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ اتنا ہی کہنا کافی تھا کہ وہ نعمت موعودہ عام اولاد ابراہیمؑ کا حصہ ہے تاکہ اس وعدے سے وہ نکل جائیں جو یہودی نہیں۔ اور ابراہیمؑ کی طرف یہودیوں کی نسبت کا کوئی منکر نہیں

لیکن عربوں کی ابراہیمؑ کی طرف نسبت ایک تاریخی اور ثبت حقیقت ہے اس لیے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا اس لیے یہاں پہنچ کر دامن چھڑانے کی کوئی صورت ہی نہیں بجز اس کے کہ اولاد اسمٰعیل و اولاد اسحٰقؑ میں فرق کیا جائے۔

عربوں کے اولاد اسمٰعیل ہونے کی ایک اور دلیل

اور مزید سن لیجیے یہودی کاہن عربوں سے دینی بغض رکھتے تھے دنیوی عداوت کا تو ذکر ہی چھوڑ دیجیے اگر عربوں کی دینی زندگی نہ ہوتی جس کی بنا پر کاہن ان سے عداوت رکھتے تھے تو انہیں کافی تھا کہ ابراہیمؑ کے وعدے کو ان کی مومن اولاد میں منحصر کر دیتے اور مشرک اولاد کو جو اللہ کو واحد نہیں مانتے اس سے خارج کر دیتے اس استثناء سے عرب ابراہیمؑ کے روحانی ورثہ سے نکل جاتے انہیں اس استثناء سے زیادہ کوئی اور ضرورت ہی نہ تھی۔

نسبی اور دینی خطرے کے حسد کے علاوہ کوئی اور چیز ہی نہ تھی جو کاہنوں کو مجبور کرتی کہ نعمت موعودہ اولاد ابراہیمؑ کو چھوڑ کر صرف اولاد اسحٰق میں منحصر کر دی جائے۔

کاہنوں کے نسب کو سمیٹنے کی وجہ

یہ ملاحظہ کیا جا چکا ہے کہ کاہن جب کبھی اپنے اقتدار پر اور بالخصوص اپنے معبد کے اقتدار پر آنچ آتی دیکھتے تھے تو رفتہ رفتہ نسب کو سمیٹنے کی کوشش کیا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک عام وعدے کو یعقوبؑ کی اولاد کے لیے یعنی آل اسحٰقؑ کے لیے خاص کر دیا اور کہہ دیا کہ اسرائیلی ہی یعقوب کی اولاد میں کوئی اور نہیں اور اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب تھا پھر یہودی حکومت دو حکومتوں میں بٹ گئی شمالی حکومت کو مملکۂ اسرائیل کہا جاتا تھا اور جنوبی حکومت کو مملکتِ یہودا اب معبد کے کاہن کہنے لگے کہ نعمت موعودہ آل داؤد میں منحصر ہے اب سے ایک طویل زمانہ قبل لاوی دینی ریاست کو اپنے میں منحصر سمجھتے تھے غیر میں نہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ لاوی موسیٰ کلیم اللہ کا قبیلہ ہے لہٰذا آل اسمٰعیل کا استثناء کم از کم ساتویں صدی قدیم سے عبث نہیں اس کا موجب ضرور دینی اور دنیوی حسد ماننا پڑے گا جس نے اس استثناء کا خیال

پیدا کیا اور عربوں کے دینی احوال پر خاموشی اختیار کرنے کی دعوت دی کیونکہ اس سے حسد کا خطرہ تھا جسے کاہن خوب سمجھتے تھے۔

حسد و عداوت کا سبب

غالباً حقیقی عداوت کا سبب یہوا پر ایمان اور ایل (معبود) پر ایمان کے درمیان تھی کیونکہ قدمائے عرب کے معبودوں میں یہوا کوئی معبود نہ تھا ان میں تو ایل (الٰہ) کا اور (اللہ تعالیٰ) کا چرچا تھا اور یہودی عربوں کی طرح ایل کی عبادت کرتے تھے اسی لیے ان کے نام اسماعیل، اسرائیل اور بتوئیل وغیرہ رکھے جاتے تھے پھر جب ابراہیمؑ کی طرف نسبت کے سلسلہ میں نسب میں تشابہ پیدا ہوا اور عبادت میں بھی کیونکہ الٰہ پر دونوں متفق تھے تو کاہنوں نے پوری کوششوں سے ایک راہ سے ترجیح دی اور ایک راہ سے استثناء کیا چنانچہ نعمت موعودہ آلِ اسحٰقؑ میں پھر آلِ یعقوب میں پھر آلِ داؤد میں منحصر کر دی کیونکہ یہودیوں کی ان جیسے حالات میں عام طور پر یہی عادت ہے۔ بہرحال اس تاریخ پر خاموشی اختیار کرنے میں جو بھی راز ہو، ہو لیکن عربوں کی اسمٰعیلؑ کی طرف نسبت قدیم ہے، جس کا کسی بھی حیلہ سے نہ یہودی انکار کر سکتے ہیں اور نہ عرب لہٰذا اگر عرب کوئی جدید نسبت گھڑنا چاہیں تو گھڑ نہیں سکتے بجز اس نسبت کے جس کی رو سے وہ لونڈی کی طرف منسوب ہیں اور ان کے غیر سیدہ کی طرف۔ اگر یہودیوں کے بس میں نسب چھپانا ہوتا تو وہ کبھی غیروں کو ابراہیمؑ کی طرف منسوب نہ ہونے دیتے لہٰذا عربوں کی ابراہیم کی طرف نسبت کوئی اختراعی اور اختیاری مسئلہ نہیں بلکہ ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے اور اسی اساس پر اس پر گفتگو کرنا ضروری ہے اور یہیں سے اس کی تاریخی قیمت ہے جسے ہم سیرت خلیل میں قوی اسنادوں کے ساتھ ملحق کر رہے ہیں۔

عہد قدیم میں پوری تورات موجود نہیں

ان واقعات کے سلسلہ میں جن پر خاموشی برتی گئی ہے ہنوز بحث کا ایک گوشہ باقی ہے یعنی ہم ابھی ان مرجعوں کی طرف اشارہ کریں گے جن کو عہد قدیم کی کتابوں نے ذکر کیا ہے لیکن ان کا ان کتابوں میں اور نہ دوسرے

اسرائیلی مرجعوں میں کوئی اثر باقی نہیں لہذا عہد قدیم کی کتابوں میں تمام کی تمام مسلمہ تورات نہیں کیونکہ وہ کتابیں جن سے بنی اسرائیل کے انبیاء نے شہادتیں پیش کی ہیں اسفار تورات میں تمام کی تمام نہیں پائی جاتیں جیساکہ بہت سے ان شواہد سے جن کو ہم اس سیاق میں بیان کرنے والے ہیں واضح ہے کتاب الایام الاول کے اختتام پر کاتب کہتا ہے: "شاہ داؤد کے اگلے پچھلے امور سفر اخبار صموئیل رائی میں ناثان نبی کی خبروں میں، اسرائیل کی خبروں میں اور جاد رائی کی خبروں میں معہ آپ کے ہر ملک و جبروت کے اور ان اوقات کے جو آپ پر اور اسرائیل پر گذرے اور روئے زمین کے ہر ملک پر گذرے تمام کے تمام لکھے ہوئے ہیں۔" یہاں یہ سوال ہے کہ عہد قدیم کی کتابوں کے زمانہ میں تاریخی کتابیں مدون نہیں ہوئیں کیونکہ ان کتابوں میں کتاب صموئیل تو موجود ہے لیکن ناثان نبی کی کتاب موجود نہیں اور نہ رائی جاد کی۔ کتاب اخبار الایام الثانی کی نویں اصحاح میں ہے کہ سلیمان کے اگلے اور پچھلے باقی امور یا تو ناثان نبی کی خبروں میں لکھے ہوئے ہیں یا اخیا شیلونی کی نبوت میں اور یربعام بن نباط پر رڈی یعدو رائی میں" اوپر گذر گیا کہ ناثان کی کتاب موجود نہیں اسی طرح نبوءۃ اخیا شیلونی اور رڈی یعدو رائی نہ انفرادی طور پر موجود ہیں اور نہ کسی دوسری مشہور کتاب سے ملی ہوئی موجود ہیں کتاب الملوک الاول کی چودھویں اصحاح میں ہے لیکن یربعام کے باقی امور کہ وہ کس طرح لڑا اور کس طرح غالب آیا۔ سفر اخبار الایام لملوک اسرائیل میں لکھے ہوئے ہیں اور ریعشا کے بقیہ امور اور اس کے اعمال و جبروت سفر اخبار الایام لملوک اسرائیل میں لکھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ کتاب الملوک میں ان امور میں سے ایک امر بھی نہیں اور نہ دوسرے تاریخی امور میں سے کسی امر کا ذکر ہے جن کی طرف اشارہ آیا ہے جو تیس کتابوں کی طرف لوٹایا گیا ہے ان میں سے ایک کا بھی نام و نشان نہیں ان امور میں سے بعض امور اللہ کی طرف منسوب ہیں جیساکہ کتاب العدد کی اکیسویں اصحاح میں ہے جہاں کاتب کہتا ہے: "اسی لیے کتاب حروب میں کہا گیا ہے، رب درمیانی زمینوں میں، اور کون کی وادیوں میں اور وادیوں کے بہاؤ میں ہبہ کرتا ہے،"

یا جیسا کہ کتاب یشوع کی دسویں اصحاح میں ہے :" اس وقت یشوع نے رب سے کلام کیا جب رب نے اموریین کو بنی اسرائیل کا امام سپرد کیا اور اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے فرمایا کہ اے سورج جبعون پر ہمیشہ رہ اور اے چاند وادی ایلون پر ہمیشہ رہ پھر سورج قائم رہا اور چاند ٹھہر گیا حتیٰ کہ قبیلہ نے اپنے دشمن سے انتقام لے لیا کیا یہ سفر یاشر میں لکھا ہوا نہیں ؟" حالانکہ کتابوں کے محفوظ ذخیرہ میں کتاب یاشر نہیں جس کی طرف مذکورہ بالا دونوں عبارتوں میں اشارہ ہے اسی طرح ثانی کتاب صموئیل میں اس کی طرف اشارا ہے جہاں لکھا ہے :" اور داؤد نے یہ مرثیہ شاؤل اور اپنے بیٹے یغرباثان کے لیے پڑھا اور کہا اگر آل یہودا نغمۂ قدس سیکھنا چاہیں تو وہ سفر یاشر میں لکھا ہوا ہے " اور بہت سی کتابوں سے جیسے عزرا کی چوتھی کتاب سے اور حکیم فیلون کی کتابوں سے اور گرجے کے قدیم پادریوں کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجگانہ اسفار کے علاوہ اور بھی اسفار حضرت موسیٰؑ کی طرف منسوب تھے غرضیکہ اس موضوع میں خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیلی کتابیں بعض خبروں سے خاموش ہیں اور اپنی محفوظ کتابوں میں انہوں نے تمام مسائل نہیں گھیرے اس لیے کسی تاریخی مسئلہ پر اس بنا پر معترضوں کے اعتراضات جائز نہیں کہ وہ ان کتابوں میں مذکور نہیں جب یہ تسلیم ہے کہ تاریخ سلیمان و آل سلیمان کی بعض دستاویزیں فنا ہو گئیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان سے زیادہ پرانی کتابیں بھی فنا ہو سکتی ہیں جیسے وہ کتابیں جن میں عہد ابراہیمؑ کی خبریں محفوظ تھیں کیونکہ وہ حضرت موسیٰؑ کی کتابوں سے صدیوں پہلے کی ہیں اگر ہم ان تمام باتوں سے قطع نظر کر لیں اور بالفرض یہ نہ مانیں کہ بہت سی خبروں سے خاموشی اختیار کی گئی ہے اور بہت سی خبریں ضائع ہو گئی ہیں تو جس مسئلہ پر قدیم کتابوں کے مقابلہ کے وقت اختلاف صحیح نہیں

وہ مسئلہ یہودیوں کی کتابوں کے نقص کی وجہ سے ہے حتیٰ کہ مملکت اسرائیل کے پڑوسی ملکوں کی خبروں میں نقص کی وجہ سے بھی کیونکہ ان شہروں کی خبریں اسلامی کتابوں میں بھرپور ہیں یہودیوں کی کتابوں میں نہیں اس کے ثبوت میں یہی کافی ہے کہ یہودی کتابوں میں کہیں بھی عاد و ثمود کا ذکر نہیں اور قرآن کریم ان کے ذکر میں منفرد ہے پھر عربی لٹریچر میں بھی ان قوموں کا ذکر ہے اگر بطلیموس کے جغرافیہ میں عاد و ثمود کا نام نہ آتا تو خرافات کی رٹ لگانے والوں کے لیے انہیں خرافات میں شامل کر لینا آسان ہوتا مگر یہ نام (عاد Dadita ثمود Thamudita) بطلیموس کے جغرافیہ میں موجود ہیں اور ان کے مقامات جیسا کہ ایک بڑے جغرافیہ کے عالم نے بتایا ہے مملکت اسرائیل سے دور نہیں پھر جب بطلیموس نے ان قوموں کے بارے میں سنا تو عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ عہد قدیم کی کتابوں کے زمانہ میں یہ مجہول ہوں بلکہ عقل تو یہ کہتی ہے کہ آل اسمٰعیلؑ کے متعلق ہر پیغام سے خاموشی مقصود ہے۔ اس لیے آثار قدیمہ اور جدید مورخین کے حواشی کی طرف منتقل ہونے سے پہلے ان تمام باتوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

کھدائی سے نکلنے والے آثار اور ان پر حواشی

شہر اور ان کے باشندے

عربی اور سامی قبائل کے شہر عرب میں ہیں

سامی بلکہ سچ پوچھو تو عربی قبائل کے شہر جزیرہ نمائے عرب میں ہیں اسی جزیرے سے بعض قبائل ہجرت کر گئے ہلال خصیب کے جو وادی فرات اور بحر ابیض متوسط کے

درمیان ہے، شہروں میں جا بسے تھے اور اس جزیرہ کے جنوب سے کچھ قبائل حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور افریقہ میں جا بسے تھے۔

ہجرت کا راستہ

غالب گمان یہ ہے کہ ہجرت کا راستہ جنوب جزیرے سے شمال جزیرے کی طرف بحر ہند، پھر خلیج فارس پھر نہر فرات کے محاذ میں انتہائے شمال تک ہے بعض مورخین کی رائے کے مطابق ارباب ہجرت کا سب سے پہلا قافلہ تیسویں صدی قدیم میں روانہ ہوا پھر اسی راستہ سے لگاتار قافلے تاریخ کے مابعد تک ہجرت کر کے گذرتے رہے:

مختلف قبائل کی وقفوں سے ہجرت

چنانچہ اشوری، اکادی، بابلی اور کلدانی بالعبد وقفوں سے یکے بعد دیگرے ہجرت کرنے والی قومیں ہیں اور ان کے درمیانی وقفے ۶ سو سے لے کر ایک ہزار تک کے فاصلہ والے ہیں اور ان میں سب سے پرانی وہ قوم ہے جو شمال میں بس گئی تھی کیونکہ شمالی علاقے جو دو نہروں کے درمیان واقع ہیں انتہائی زرخیز اور قابل زراعت و چراگاہ ہیں برخلاف جنوبی علاقہ کے کیونکہ وہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا اور ایک طویل زمانہ تک پانی میں ڈوبا رہا پھر جب اس سے پانی ہٹ گیا تو اس کے گوشوں میں زرخیر وآباد علاقہ نہروں کی وادی کا درمیانی حصہ ہے کیونکہ ان کے سواحل پر شہر بس گئے اور ان شہروں میں تجارت وزراعت کے ذریعہ ہر نعمت کی فراوانی ہو گئی تھی۔

اور شمالی عراق سے سابق مہاجرین کے قبیلے صحرائے شام میں آ گئے اور صحرائے سینا کے قریب بحر ابیض متوسط کے سواحل پر بھی۔

فلسطینی قبائل کی اکثریت مشرق سے آئی

لہٰذا جو عربی قبائل فلسطین میں شمال سے

لے کر جنوب تک بسے ہوئے ہیں ان میں کی اکثریت مشرق سے آئی جنوب سے نہیں

اسلام سے پہلے حجاز و بحر احمر کے ساحلی راستہ سے کوئی بڑی ہجرت ثابت نہیں

آثار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حجاز و بحر احمر کے سواحل کے راستہ سے اسلامی دعوت سے قبل کوئی بڑی ہجرت واقع ہوئی ہو۔

اس کا سبب یہ ہے کہ حجاز (جیساکہ سب کو معلوم ہے) ایک ایسی وادی ہے جو کھیتی باڑی کے قابل نہیں اس لیے اس کے باشندوں میں سے ایسے لوگ نہیں تھے جو ایک بڑی جماعت میں شامل ہو کر شمالی شہروں پر جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے یہاں کے باشندے زیادہ تر تجارت کے لیے ان قافلوں کے ساتھ جو آتے جاتے رہتے تھے سفر کیا کرتے تھے اور ان میں سے شمال میں بجز گنتی کے لوگوں کے کوئی سکونت پذیر نہ ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود یہ ایک ایسا راستہ تھا جو قدیم تجارتی راستوں سے کٹا ہوا نہ تھا کیونکہ قافلوں کی یمن و عقبہ کے درمیان آمدورفت بحری راستہ کی بہ نسبت خشکی کے راستہ سے زیادہ آسان ہے پھر ان کے پاس کشتیوں کی بھی کمی تھی اور عرب اپنے سفر میں اونٹوں پر اعتماد رکھتے تھے جن کو وہ صحرا کی کشتی کے نام سے پکارتے تھے کئی بار ایسا بھی ہوا ہے کہ شمالی عرب جنوب میں گھس آئے ہیں جب حملہ آوروں کے سامنے انہیں اپنے وطن میں رہنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دی یا انہیں زلزلوں اور گرنیوالی بجلیوں کے مصائب سے دوچار ہونا پڑا اور یہ آسمانی حوادث ان مقامات میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جیساکہ اب تک ان کے باقی آثار سے ظاہر ہوتا ہے۔

یمن عربی زبان کا اولین سرچشمہ ہے

اسی لیے مورخین کی رائے ہے کہ یمن عربی زبان کا

سب سے پہلا سرچشمہ ہے یہاں حجاز کے جدید و قدیم مورخین کی رائیں ایک ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ خالص عرب یمن والے ہیں پھر ان سے ملحق عرب مستعربہ ہیں۔

اس ترتیب پر تبصرہ

لیکن یہ ترتیب اگرچہ نسب کی راہ سے صحیح ہو جاتی ہے لیکن عربی کے ارتقار کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ یمن کی قدیم عربی میں جلاء، فصاحت اور نظام قواعد اس قدر نکھرا ہوا نہیں جس قدر حجاز کی عربی میں ہے پس عربی زبان کا جو دورہ جزیرہ نمائے عرب میں اقصائے جنوب سے لے کر عراق کے اقصائے شمال تک پھر عراق و بحر متوسط کے مابین حصہ وسطیٰ تک ہے سرزمین حجاز اس کا انتہائی نقطہ ہے اور یہ زبان برابر ہر منزل پر فائدہ اٹھاتی رہی اور نکھرتی رہی

عرب و ہلال خصیب میں عربی اقوام کی زبان ایک تھی

علاوہ ازیں ان آثار عتیقہ سے جو دسویں صدیوں (قدیم) سے باقی ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ جزیرہ نمائے عرب میں اور ارض ہلال خصیب میں عربی اقوام کی زبان ایک تھی۔ البرائیٹ اپنی کتاب (Archeology of Palestine) (ہر) احافیر (فلسطین کے آثار عتیقہ) میں لکھتا ہے مشہور سامی زبانوں میں اکادیہ سب سے زیادہ قدیم ہے پھر اشوریہ ہے پھر بابلیہ ہے اور سامیہ شرقیہ اور سامیہ غربیہ ہے اور یہ دو عضوں میں بٹی ہوئی ہے شمالی عربی اور جنوبی عربی یعنی معینیہ، سبئیہ، اور اشوبیہ اور اس کے ساتھ مختلف لہجے ہیں جن میں سے بعض قدیم ہیں اور بعض جدید ہیں ان تقسیمات میں سے ہر تقسیم اصطلاحی ہے اور اس میں اہ بہ نسبت اس فرق کے جو ہندی گوامانی زبانوں میں ہے جن پر علماء پچھلی ایک یا ڈیڑھ صدی سے بیان دے رہے ہیں، بہت کم فرق ہے کیونکہ پرانی سامی زبانیں بجز اکادی زبان کے

اصل و نطق میں اس قدر قریب ہیں کہ ہر لہجہ اپنے قریب والے لہجہ کے قریب ہے اور ایک لہجہ سے دوسرے لہجہ کی طرف انتقال اسی طرح ہے جیسے آج فرانسیسی اور جرمنی لہجوں میں ہے۔

عبری اکابر کے آغاز عہد میں لہجوں میں معمولی سا فرق ہے

جب دوسرے ہزار قدیم کے شروع میں عبری بزرگوں کا زمانہ شروع ہوا تو زبانوں میں فرق اس سے زیادہ نہ تھا جیسا کہ اس زمانہ میں عربی کے اصل لہجوں میں فرق ہے اور خود اکادی زبان دوسری مغربی سامی زبانوں سے اس سے زیادہ علیحدہ نہیں تھی جتنی علیحدگی جدید مالٹی اور عراقی زبانوں میں پائی جاتی ہے علم مقارنۂ دینیہ کے علماء اس قسم کے دعوے کو پہلے عربوں کی عبادتوں کے تقارب سے ثابت کرتے ہیں۔

کنعانیوں کے معبود ایل کے مختلف اسماء

چنانچہ استاد اندرسون عہد قدیم کے مجموعہ میں اور جدید درسوں The Old Testament & Modern Study میں لکھتا ہے کہ کنعانیوں کا اعلیٰ معبود (ایل) مغربی سامی اقوام میں متعدد ناموں سے پوجا جاتا تھا یعنی شرای، ایل علیون، سالم، صادق، حداد کے ناموں سے انجنل کی رائے ہے کہ اسم یہوا ان اسماء میں سے ایک اسم ہے مگر یہ عہد موسیٰؑ میں متروک تھا اسے حضرت موسیٰؑ نے اپنی دعوت سے زندہ کیا پھر اسم یہوا دوسرے صیغوں سے مل گیا خصوصاً اورشلیم میں ایل علیون سے۔ اور یہ امتزاج آسانی سے تکمیل کو پہنچ گیا کیونکہ یہ ایک معبود کا عنوان ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ اس زمانہ کی توحید محض فکری توحید نہ تھی بلکہ ایک رب کو تمام دیگر ارباب پر غلبہ دینے والی توحید تھی۔

اسم یہوا کی شہرت

وولی Woolly جو تاریخ ابراہیمؑ کے

اہم مباحث میں بڑا حصہ لینے والا ہے، لکھتا ہے کہ اس کا غالب احتمال ہے اگرچہ یقینی ثبوت نہیں کہ شام کے بعض شمالی قبائل میں حضرت موسٰی کے زمانہ سے بہت پہلے اسم یہوا مشہور تھا (Abraneenahy w alla)، بظاہر لوگ اُس زمانہ میں جس میں سو مزامیر کے بعد ۳۵ ویں مزمور لکھی گئی ہے جو حضرت داؤد کی طرف منسوب ہیں، یہوا کی اس طرح صفت بیان کیا کرتے تھے کہ وہ تمام معبودوں کو منتشر کرنے والا ہے۔

یہوا کی صفت

یہودیوں کا یہ خیال نہ تھا کہ وہ دوسرے قبائل سے علیحدہ ہیں

اسی طرح یہ ظاہر ہے کہ اسرائیلی، مصر سے نکل جانے کے بعد یہ خیال نہیں کیا کرتے تھے کہ وہ دوسرے قبائل سے ممتاز ہیں بلکہ ان کے دلوں میں یہ بات آیا کرتی تھی (جیساکہ سفرِ تثنیہ کی پہلی اصحاح میں ہے)، کہ رب نے ان سے بغض رکھنے کی وجہ سے انہیں سرزمین مصر سے نکال دیا تاکہ انہیں عموریین کے ہاتھوں میں دیدے اور ان کے ہاتھوں سے ہلاک کردے۔

وحدت اصل ولغت موجب اشتباہ ہے

اسی طرح یہ ظاہر ہے کہ وحدتِ اصل و وحدتِ لغت ایک قبیلہ یا ایک خاندان کے نام میں اشتباہ میں ڈال دیتی ہے چنانچہ عہد قدیم کا یہوا کا نسخہ مغربی اردن کے باشندوں کو کنعانی کہتا ہے اور نسخہ الوہیم انہیں عموریین کے نام سے پکارتا ہے جیساکہ سفرِ قضات کی پہلی اصحاح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے ہمارے لیے اس فصل میں اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم پرانے سے پرانے تاریخی زمانہ سے عربی نسل میں اس تشابہ کو ظاہر کردیں۔

ہجرت کے بعد خلیل اللہ سے توحید میں جھگڑنے والے کون ہیں

ہم کسی کتاب میں کوئی ایسی خبر نہیں پاتے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت ابراہیم ؑ کے وطن سے نکل جانے کے بعد کون آپ سے عقیدۂ توحید میں جھگڑتا ہے آپ کے راستہ میں مقامی مختلف عبادتیں تھیں اور مقامی ارباب بھی مختلف تھے اور ان لوگوں کا حال اولیاء اور قدیسین کے حال کی طرح تھا توحید پر ایمان رکھنے والی قوموں میں ہر زاویہ کے لوگ انہیں شفیع سمجھتے تھے اور مخصوص سمت کے باشندے اپنے اولیاء اور قدیسین کو افضل سمجھتے تھے کبھی یہ لوگ اپنی سمت چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جاتے تھے اور اس جگہ کے اولیاء اور قدیسین کو شفیع سمجھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہی اس جگہ حقدار مانے جاتے تھے لیکن الاہیت کا عقیدہ ایک ہی تھا یا قریب قریب تھا اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت خلیل اللہ ملک صدیق کی توقیر نہ فرماتے اور الٰہ علیون کی نیاز نہ دیتے جیساکہ سفر تکوین میں ہے۔

قبائل میں عصبیت کی پیدائش

ان قبائل کے درمیان دین و عصبیت کے اختلافات نے

اس وقت زور پکڑا جبکہ عبریوں کی ایک جماعت کے دماغ میں یہ بات بیٹھی کہ وہ ہی تن تنہا حضرت ابراہیم ؑ کی پسندیدہ اولاد ہیں ان کا یہ دعوے نیا تھا اور یہ حضرت موسےٰ ؑ کے سینکڑوں سال کے بعد سنا گیا اسی سلسلہ میں سفر تثنیہ میں ہے " تم اپنے بھائیوں اولاد عیسو کی سرحد سے گذر رہے ہو جو سعیر میں مقیم ہیں وہ تم سے ڈرتے ہیں لہٰذا سخت احتیاط برتو ان پر بھیڑ نہ کرو کیونکہ میں ان کی زمین میں سے تم کو ایک قدم بھر بھی زمین نہیں دوں گا اور میں نے عیسو کو میراث کے طور پر کوہ سعیر دے دیا ہے یعنی طعام جس کو

تم ان سے کھانے کے لیے چاندی سے خریدو گے اور پانی جسے تم پینے کے لیے ان سے چاندی سے خریدو گے اور جب تو اولاد عمون کے محاذ کے قریب ہو تو ان سے عداوت نہ رکھ اور نہ ان پر ہجوم کر کیونکہ میں تجھے سر زمین اولاد عمون میں سے کچھ میراث کے طور پر نہ دوں گا اور میں نے وہ اولاد لوط کو دی ہے اور وہ بھی رفائیین کی زمین شمار کی جاتی ہے وہ وہاں آمنے سامنے بسے ہوئے ہیں لیکن عمونی انہیں زمزمی کہہ کر پکارتے ہیں یہ عناقیوں کی طرح ایک بڑا، بہت اور طویل خاندان ہے انہیں ان کے رب نے ان کے آگے سے ہلاک کر دیا چنانچہ انہوں نے ان کو بھگا دیا اور آج تک ان کی جگہ پر بسے ہوئے ہیں ...،،

اصول عربیہ سے پیدا ہونے والے قبائل کا حال

اسی طرح ان خاندانوں کا حال تھا جو اصول عربیہ سے متفرع تھے لیکن وہ تنہا ہلال خصیب کے مقامات پر یا نہروں کے درمیان نہ تھے کیونکہ یہ مقامات مشرق، مغرب اور شمال سے آنے والوں کے مفتوحہ علاقے تھے اور ان میں جو معلوم تاریخ کے زمانوں میں حوادث پیش آئے اسی قسم کے حوادث ان زمانوں میں پیش آئے تھے جنہیں تاریخ نے نہیں پایا۔

اس علاقہ میں آنے والی دوسری قومیں

یہاں ایک قوم سومری مشرق سے آئی اور کچھ لوگ حبشی مغرب سے آئے اور کچھ مجہول حضرات شمال سے آئے جن کو مورخ کبھی سومری بتاتے ہیں اور کبھی حبشی۔ سومری عموماً مغول کی اصل سے ہیں بہر حال خواہ وہ مغول سے ہوں یا کسی اور فرقہ سے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سامی یا عربی نسل سے نہیں کیونکہ ان کی عزدی (Aggiutinatine) زبان تھی جو اپنے اصول و قواعد میں سامی اشتقاقی زبانوں سے بہت دور

تھی اور سامی زبانوں ہی سے عربی زبان ہے۔ ان کو تصویروں اور مورتیوں کے اور سرزمین بابل وغیرہ میں عربی تصویروں اور مورتیوں کے درمیان مقابلہ سے خط و خال میں اور خصوصی امتیازات میں نمایاں فرق واضح ہے۔ طبیعتوں اور عادتوں کے بعید فرق کا تو ذکر ہی کیا ہے لیکن بجز اس نام کے جو قدیم عربوں نے ان کے لیے استعمال کیا ہے یعنی سومری کے یہ کسی اور نام سے نہیں پہچانے جاتے یعنی سمر الرد س (سروں کا سایہ) جیسا کہ ان کے وصف میں آثار میں آیا ہے۔

حبشی کون تھے

حبشی زیادہ تر آرین تھے جو طلوع تاریخ سے قبل مشرق سے ایشیائے کوچک میں آ بسے تھے یقیناً ہلال خصیب پر سامی قوموں کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد یہ ایشیائے کوچک کی طرف آئے اور حبشی سامیوں پر غالب نہ آسکے ورنہ یہ ان زرخیز علاقوں کو چھوڑ کر آگے نہ بڑھتے۔

عموری کون تھے

بعض جدید مورخ کہتے ہیں کہ عموری بھی اُن قوموں سے ہیں جو سامی عربی نسل کی طرف منسوب نہیں ان مورخین میں مشہور (Sayce) علامہ سایس بھی ہیں اس سلسلہ میں ان کی دلیل یہ ہے کہ رعمسیس کے معبد پر ان کی تصویریں رنگ و قامت میں ایشیائے عربی کی دوسری قوموں کی تصویروں سے جداگانہ ہیں لیکن یہ دلیل لغت کے آگے اور اس کے آگے کہ ان کے درمیان اور اس قطر کے درمیان جہاں سے فرض کرنے والے ان کا آنا فرض کرتے ہیں ربط منقطع ہے، ٹھہر نہیں سکتی۔

عموری یورپ سے بھی براہ افریقہ نہیں آئے

عقل میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ وہ یورپ سے براہ افریقہ آئے ہوں اور وہ خالی ہو پھر انہوں نے فلسطین و شام کا علاقہ

پسند کر لیا ہو اسی طرح نہ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ راستہ میں پڑنے والے لوگوں سے لڑتے بھڑتے اور ان پر فتح حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھے ہوں اور ان علاقوں میں نہ بسے ہوں اور ان کی زمینیں انہیں کے لیے چھوڑ آئے ہوں صحیح اندازے سے قریب یہی ہے کہ وہ پرانے زمانہ میں مشرق سے وادیٔ فرات کے پاس آئے غالباً یہ مشہور علاقہ امرو جو وہاں واقع تھا اسی کی طرف منسوب ہیں اور رنگ و قد کے فرق کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ کبھی ثابت نہیں ہوا کہ عربی ماحول کے لیے پرانے زمانوں سے گندمی رنگ اور پست قد کا ہونا لازم چلا آرہا ہے اجناس جنوب میں عموری قوم کے علاوہ عمالقہ بھی ہیں جو طول قامت میں مشہور ہیں

دجلہ و فرات کے اور ہلال خصیب کے درمیانی علاقہ کے باشندے

دجلہ و فرات کی وادی کے اور ہلال خصیب کے شہروں کے باشندوں کے اعتبار سے یہ مجمل بیان ہے چنانچہ دجلہ کے مشرق سے لے کر بحر ابیض متوسط کے ساحل تک عربی قبائل پھیلے ہوئے ہیں جن میں مقیم بھی ہیں اور خانہ بدوش بھی اور یہ آپس میں چراگاہوں اور گھاٹوں پر لڑتے بھڑتے بھی رہتے تھے جب وہاں مقامات تنگ ہو جاتے تھے یا جنوب سے جدید آنے والے آجاتے تھے۔

ان قبائل پر کس کی حکومت تھی؟

ان قبائل پر اقتدار اعلیٰ حکومت عراق کو حاصل تھا خواہ اشوریوں کی حکومت ہو یا اکادیوں کی یا بابل والوں کی اور ان سب سے پہلے عراق پر سومریوں کی حکومت تھی یہ مقیم و خانہ بدوش قبائل دجلہ و فرات کے مقامات ہی میں رہتے تھے اور ان کے حکام فرعون کی طرف سے مقرر کر دیئے جاتے تھے بسا اوقات بعض قبائل عادات و عبادات میں مصریوں کی ریس کیا کرتے تھے بعض اوقات بعض قبائل گھاس تلاش کرتے ہوئے یا تجارت کی غرض سے مصر بھی پہنچ جایا کرتے تھے اور مصریوں کی عادات و عبادات کو اپنا لیا

کرتے تھے لیکن طویل زمانہ کے باوجود اتحاد زبان و مکان و عادات ہی غالب تھا اسی لیے مصری حکام جو مغربی ایشیا پر حکمران تھے فرعون کو خط مسماری میں پکی ہوئی اینٹوں کی تختیوں پر لکھا کرتے تھے جیسے بابلی اور اشوری لکھا کرتے تھے

قبائلی کبھی اپنی حکومت بھی قائم کر لیا کرتے تھے

بارہا ایسا ہوا ہے کہ حکومتوں کی کمزوری کے زمانہ میں زبردست قبائل حکومت کے خلاف جنگ چھیڑ دیا کرتے تھے اور اسے شکست دے کر اپنی حکومت قائم کر لیا کرتے تھے ایسا وادی فرات میں عموریوں اور عیلامیوں نے کیا ہے اور ان چرواہوں نے بھی جو وادی نیل میں ہیکسوس کے نام سے مشہور رہیں۔

تاریخ خلیل اللہ کا حکومتوں کے قیام سے ارتباط

تاریخ خلیل اللہ ان حکومتوں کے قیام سے اور ان قبائل کے اپنی جگہ کو چھوڑنے سے مرتبط و متصل ہے یعنی جب کبھی کوئی قبیلہ اپنی حکومت قائم کر کے اسے جما لیتا تھا تو دوسرے قبائل اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جایا کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت مسلسل اور مستحکم ہنگاموں کی رہین منت ہے جو نظاموں کی تبدیلیوں سے، عادات و کیفیتوں کے تغیرات سے اور قدیم کی جگہ جدید کے آنے سے پیدا ہوا کرتے ہیں جن میں آنے والے معمول بہ نظام اور جانے والے متروک نظام کے درمیان مصالحت و سودے بازی ہوا کرتی ہے۔

کسی حادثہ کی یقینی تاریخ نہیں ملتی

لیکن ہم کثرت آثار عتیقہ کے باوجود ان میں کوئی ایسی خبر نہیں پاتے جو کسی حادثہ کی یقینی تاریخ معین کر دے تفتیش کرنیوالوں نے ازراہ تقریب و ترجیح اور موازنہ کر کے ان کی تاریخ نکالی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں بڑی بڑی حکومتیں متحدہ حکومتیں نہ تھیں بٹی ہوئی

تھیں اور بیک وقت تین تین اور چار چار بلکہ اس سے بھی زیادہ حکمران ہوتے تھے اگر کوئی مفتش ان امراء کی یکے بعد دیگرے ترتیب قائم کرنا چاہے تو آثار جدید سے اس پر یہ بات منکشف نہ ہو گی کہ وہ ایک زمانہ میں تھے۔

ایک مثال

اس پر بہت سی مثالوں میں سے ایک یہ مثال بھی ہے کہ سراغ رساں، حمورابی حکومت کا زمانہ ۱۹۴۰ ق معین کیا کرتے تھے پھر اینڈرے پیرٹ (Andre Parrot) کے آثار (ماری) کی رو سے یہ زمانہ مکمل ایک صدی قبل تقریباً ۱۸۴۰ ق کا ثابت ہوا کیونکہ لوگوں نے ایسے سلاطین کو پالیا جو اس کے ہم عصر تھے اور وہ ان کو اس کے وطن میں یا اس سے سابق شمار کرتے تھے اور مصر میں گمان کیا جاتا تھا کہ خاندانوں کی ترتیب یکے بعد دیگرے ہے پھر ہم زمانہ نقوش سے ظاہر ہوا کہ بارہواں، تیرھواں اور چودھواں خاندان ایک ہی زمانہ میں تینوں ساحلی اور میدانی علاقوں کے درمیان حکمران تھے اور جو اصلاحات اقلیم شلال میں پایۂ تکمیل کو پہنچیں ہکسوس معاصرین کی کوششوں کا نتیجہ نہ تھیں اور انہیں ہکسوس میں سے وہ بھی ہیں جو تحفے تحائف سلاطین صعید کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

بنی حسن کے معبد پر ایک ہکسوسی رئیس کی تصویر

پٹری (Petrie)

مورخ لکھتا ہے کہ جو تصویر بنی حسن کے معبد پر ہے وہ ہکسوس کے ایک رئیس کی تصویر ہے اور یہ کلمہ ہیک بمعنی امیر اور شور قبیلہ کا نام، سے مرکب ہے اور یہ کلمہ (خیان ادشر) کے مشابہ ہے جو کرنک کے تیسرے معبد تحوتمس پر شمالی سلاطین کے اسماء کے درمیان کندہ ہے۔

اسم خیان قابل غور ہے

یہ اسم خیان اس لائق ہے کہ قارئین کرام یہاں ٹھہر کر غور کریں کیونکہ یہ اسم ریان کے قریب قریب ہے جیسے عرب کے قدیم مورخین سلاطین رعاۃ کے اسماء میں

شمار کرتے ہیں حکمران خاندانوں کے زمانوں کے اس تداخل کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اوقات حوادث کو اور ان کے متعلقہ امیر کے نام کو معین کرنے میں مورخ کو اشتباہ ہو جاتا ہے۔

بحری سمت میں ہکسوس کب آئے

بحری سمت میں آئے ہوئے ہکسوس کو ایک زمانہ گذر گیا

یہ لوگ یہاں چارے کی اور ضیافت کی تلاش میں آئے تھے اور ان میں ملک گیری کی جرأت نہ تھی اگر ان کی حکومت کے زمانہ سے پہلے ان کے آثار پائے جائیں تو اس سے حکومت کی تاریخ کی تعدیل لازم نہیں آتی کیونکہ ہکسوس مصر میں چارے کی تلاش میں آئے تھے اور خانہ بدوشی کے طور پر آنا اور ملک گیری کے لیے لشکر جرارے کر آنا اور حکومت واقتدار حاصل کرنا دو جداگانہ چیزیں ہیں

ہکسوس کے حملہ کا سبب

ان کے حملے کی وجہ یہ ہے کہ فراعنۂ صعید نے ان کے بارے میں دور اندیشی اس لیے چھوڑ دی تھی کہ وہ باہمی نزاع کی وجہ سے ملک کی حفاظت سے اور دور اندیشی سے غافل رہے۔

ہکسوس کی تاریخ معین کرنے والے مورخین کی رائے غلط نہیں

اسی طرح ان مورخین کی (جنہوں نے فلسطین کے آثار عتیقہ سے ہکسوس کی تاریخ معین کی ہے جو علاقۂ مصر پر ان کی حکومت کی تاریخ سے الگ ہے) رائے کو غلط قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جنوب فلسطین پر ہکسوس کا حملہ مصر کے بحری سمت میں ان کی حکومت کے قیام سے پہلے ہے لہٰذا شہر اریحا کے تفتیش کرنے والوں کو اس کے باقی آثار عتیقہ سے معلوم ہوا کہ یہ شہر تین بار زلزلوں سے اور آتش فشاں پہاڑوں کے انگاروں سے تباہ ہو چکا ہے اور انہیں عمارتوں کی ہیئتوں سے اور ٹھیکروں کے نقوش سے اور طبقات الارض کی

بنا وٹوں پر اثرات تحلل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان حوادث میں سے ہر حادثہ کی تقریبی تاریخ کیا ہے انہوں نے تیسرے دور میں ہکسوس کے مقبرے پائے جن کے ذریعہ وہ سرزمین کنعان میں ہکسوس کے زمانہ کی تعیین بآسانی کر سکے یعنی ان کا زمانہ ۱۷۵۰ق کے لگ بھگ تھا انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اریحا کا نواب مصر سے جنگ کرنے کے لیے ہکسوس سے مل گیا تھا اور ان لوگوں نے اس کے ساتھ مل کر تنخواہ پر ایک ملازم رکھا تھا جس کو کاتب وزیر کہا جاتا تھا تاکہ وہ غلہ کے ذخیروں کی اور کھیتوں کی دیکھ بھال رکھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصر و عراق کی حکومتوں پر ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جس میں وہ زوال و پستی کا شکار تھیں جس نے چرواہوں اور خانہ بدوش قبائل کو ان پر حملہ کرنے کی جرأت دلائی اور ان کے ان علاقوں میں قدم جمائے اس لیے مصر پر ہکسوس کا حملہ بابل پر عیلام و عمور کے بدوی قبائل کے حملہ کے زمانہ میں ہوا اور مصر کے راستہ میں جو علاقہ واقع تھا وہ عمالقہ، حیثی، یبوسی اور عموری قوموں میں بٹا ہوا تھا اور ان میں عبرانیوں کا ذکر نہیں ہے۔

یہ ہکسوس کون ہیں جن کا زمانہ متعین کیا گیا ہے

لیکن علمائے تفتیش نے

جن ہکسوس کا زمانہ ۱۷۵۰ق متعین کیا ہے انہیں از راہ تحقیق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ ہکسوس کون ہیں ہاں انہوں نے خط سیر سے جس پر وہ شکست کھا کر مصر سے نکل کر گامزن ہوئے تھے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ اپنے وطن شمال شام میں لوٹ گئے تھے اور یہ بھی کہ راجح یہی ہے کہ یہ آرامی اور حیثی اقوام کے پرانے ملے جلے لوگ تھے اور ان کا مصر میں قیام ڈیڑھ صدی سے زیادہ نہ رہا پھر مصریوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان شہریوں کو تباہ کر دیا جنہوں نے ان کے ساتھ مل کر مصر پر حملہ کیا تھا جن میں سے ایک شہر اریحا بھی ہے اس میں مفتشین نے بہت سے نگوں میں انگوٹھی کا ایک ایسا نگ بھی پایا ہے جس پر خامیس یا خمس

قاہر ہکسوس کندہ ہے اس تاریخ تک عبریوں کا جو غود کو بنی اسرائیل کہتے ہیں مصر کے راستہ والے قبائل میں کوئی نشان نہیں ملتا اور ان کا کسی تاریخی اثر میں سنہ ۱۲۲۰ ق سے پہلے نام و نشان نہیں پایا جاتا۔

فرعون مرنفتاح اپنی فتوحات بتاتا ہے

اس اثر میں فرعون مرنفتاح عسقلان، جزیرہ، یوانام اور اسرائیل پر اپنے تادیبی حملہ کی خبر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے اسرائیل کا استیصال کر دیا ہے اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں چھوڑا اس خبر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے بعد جو بت یادگار کے طور پر رمسیس ثالث کے عموری، فلسطینی اور حبشی اقوام سے سنہ ۱۱۹۰ ق میں انتقام کے بعد نصب کئے گئے ان میں اسرائیل کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم کا مدفن

از راہ تحقیق اس وقفہ سے پہلے حضرت ابراہیم کا زمانہ ہے چنانچہ بارہویں صدی قدیم سے لے کر ۱۸ ہویں صدی قدیم تک ابراہیمؑ و اولاد ابراہیمؑ کی جنوب کے علاوہ رجیرار کے پاس یا اس کے پیچھے جنوب میں، کوئی اور قیام گاہ نہ تھی اور اس وقت ان کا حبرون میں قیام نہ تھا اسی لیے ڈاکٹر کامبیل اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ ابراہیمؑ حبرون میں مکفیل کے غار میں اور شکیم کے قریب دفن نہیں کئے گئے لیکن جو لوگ آپ کی طرف منسوب ہیں انہوں نے اس مدفن کو اس لیے ذکر کیا کہ ان کا دعوٰے ان کی حکومت میں جائز قرار دیا جائے اور دو ابراہیموں کے مانے بغیر چارا نہیں جن میں سے بعد والا پہلے سے ایک طویل زمانہ کے بعد ہے

ڈاکٹر کامبیل کی رائے پر تبصرہ

اس مفروضہ میں ڈاکٹر کامبیل بہت دور چلا گیا چنانچہ وہ اس ابراما کے طرف اشارہ کرتا ہے جو آثار بابلیہ میں آتا ہے یہ اسم کھیتی کے سلسلہ میں ایک قصہ کے اثناء میں آتا ہے قصہ یہ ہے کہ ابراما نے کسی کاشتکار سے ایک بیل کرائے پر لیا۔

لیکن سیرت خلیل میں اس ابراما کا کوئی تعلق نہیں۔ ڈاکٹر کا ملیل آثار عتیقہ میں دوسرے نام بھی دیکھتا ہے جو اس اشتقاق کے قریب قریب ہیں جن میں سے ایک ابرم راما بھی ہے یہ ڈاکٹر صاحب کی رائے کے بموجب امرراپی بھی ہو سکتا ہے جو بعینہ اموراپی ہے بلاشبہ یہ اموراپی ان عموریین کے بزرگوں میں سے ہے جو بابل کے حاکم تھے اور ان میں سے ایک شاخ بیت المقدس کی مالک تھی اور انہیں کے پڑوس میں حبرون تھا پھر جب عموری اور عبری خلط ملط ہو گئے اور عبادت وسیادت میں مشترک ہو گئے تو عبری اپنا نسب اس دادا کی طرف چڑھا کر لے گئے جو حبرون میں مدفون ہے اور اسے ابراما کہتے ہیں اور یہ کہہ دیا کہ ان کی قبر ارض اصلاد کے سلاطین سے مال سے خریدی گئی تھی لہذا یہاں اس ابراما کے دفن میں نہ زیادتی ہے اور نہ محض دعویٰ ہے

کیا ابراہام اور ابرام دو شخص ہیں

دو ابراہیموں کے قصہ کی طرف ایک مفتش کاتب بھی مجبور ہوا ہے جو اس مثال پر اپنے مفروضات میں غلو نہیں کرتا یعنی لیونارڈ کی سیاحت پر جو کتاب ابراہام کا مصنف ہے اور پچھلے انکشافات والا ہے اس نے اس کو ترجیح دی ہے کہ ابراہام اور ابرام دو جداگانہ شخصیتیں ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ بابلی شہروں میں دادا کے نام پر پوتے کے نام رکھنے کا کثرت سے رواج تھا جیسا کہ ایک ہی خاندان کے سلاطین کے ناموں کے مقابلہ سے معلوم ہو جاتا ہے پھر جب ابراہیمؑ کے خاندان میں ایک بزرگ ابرام کے نام سے گذرے ہیں جیسا کہ بہت سی روایات میں آتا ہے تو قرین قیاس یہی بات ہے کہ ان کے زمانہ کے بعد والے لوگوں نے دونوں کی خبریں گڈمڈ کر دی ہیں اور دونوں کی عمروں کے مجموعہ کو ملا کر حضرت ابراہیم کی عمر ۱۷۵ سال قرار دی ہے یہ بعید نہیں کہ پچھلے عبریوں نے دو ابراہیموں پر گفتگو کی ہو ایک ابراہیم پر نہیں لہذا اس پوشیدہ تاریخ ہی نے طائفہ

عبریہ کے دعوے کے اختلاط پر اختلاط بڑھایا یعنی اس طائفہ کے دعوے پر جو خود کو ابراہیمؑ کی طرف منسوب کرتی ہے یہ اضافہ اور کر دیا کہ وہی آپ کی اولاد ہے جو زمین و آسمان میں آپ کی وارث ہے اور یہ بھی کہ عہد ابراہیمؑ ہی سے وہ سرزمین فلسطین کی وارث ہے حالانکہ یہ عہد موسیٰؑ میں فلسطین میں چراگاہیں اور گھاٹ پیسوں سے خریدا کرتے تھے اور فلسطین میں داخل نہیں ہو سکتے تھے البتہ اس وقت داخل ہوئے جب عموری، حیثی اور ہکسوس میں کمزوری آگئی۔

خانہ بدوشوں کے لیے حکومت موجب مصائب ہے

تاریخی عام حقائق میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ملک خانہ بدوش قبائل کے لیے مصائب کا پیش خیمہ ہے چنانچہ جب حیثی اور ہکسوس برسر اقتدار آئے تو ضائع ہو گئے اور جلاوطن کر دیئے گئے اور جب عموریوں نے بابل پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو گئے تو بابل اور بیت المقدس سے جلاوطن کر دیئے گئے اور جب خود عبری بیت المقدس میں داخل ہوئے اور وہاں برسر اقتدار آئے تو وہ بھی ضائع ہو گئے اور دھتکار دیئے گئے اور انہیں انہیں مصائب نے آگھیرا جنہوں نے پہلے قبائل کو آگھیرا تھا لہٰذا ملک ان میں سے ہر قبیلہ کی موت ہے یہ تمام قبائل پھلتے پھولتے رہے حتیٰ کہ برسر اقتدار آئے اور اس کے ذریعہ اپنے اخیری زمانہ کو پہنچ کر ختم ہو گئے۔ اسی طریقہ پر عموری، کنعانی اور حیثی زندگی بسر کرتے رہے اور ان کے ساتھ تھوڑے سے کمزور عبری بھی جو اس علاقہ کے اقصائے جنوب میں تھے لہٰذا حضرت ابراہیمؑ کا وطن سینا کے پاس حجاز کے شمال میں تھا اور جنوب بہ نسبت شمال کے آپ کے لیے مفتوح و آسان تھا جہاں طاقتور قبائل میں سے بعض بابل پر اور بعض مصر پر حملہ کے لیے پر تول رہے تھے تو انہیں ان کی سرزمین سے جلاوطن کرنے سے زیادہ آسان

یہ امر تھا کہ آپ جہاں ہیں وہیں رہیں یا انتہائی جنوب میں چلے جائیں اور سرزمین حجاز کا رخ کرلیں یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ بعض ہوشیار اشخاص جن کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کا حجاز کی طرف جانا ایک بناوٹی چیز ہے اور اعجوبہ ہے، اب وہ صحیح زاویۂ نگاہ سے گمان کرتے ہیں کہ یہی صحیح اندازہ ہے البتہ اعجوبہ آپ کا جنوب سے شمال کی طرف جانا ہے۔

لغت

کیا خلیل اللہ عربی تھے اور عربی بولتے تھے

بعض لوگوں کے نزدیک یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ ان سے کہا جائے کہ حضرت ابراہیم عربی تھے اور عربی زبان بولتے تھے لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو کسی نادر مفروضہ کی یا شاذ تفسیر کی محتاج نہیں ہاں اصلی واقعہ کی تصویر ہے البتہ نادر مفروضہ یہ ہے کہ مورخ اس حقیقت سے ہٹ جائے تاکہ حضرت ابراہیمؑ کو ایک ایسی قوم کی طرف منسوب کردے جو آپ کی وہ قوم نہیں جس سے حقیقۃً آپ ہیں۔

عربی بولنے کا مطلب

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ وہ عربی بولتے تھے جیسے آج ہم لکھے پڑھتے ہیں اور اسے جاہل شعراء کے اور ان ہم عصر قدمائے عرب کے کلاموں میں مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں اور آپ کے زمانہ سے لاحق زمانوں میں چوتھی یا تیسری صدی قدیم تک دنیا میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو یہ عربی لکھتا یا بولتا ہو بلکہ مطلوبہ عربی زبان سے ان اقوام کی زبان مراد ہے جو جزیرۂ نمائے عرب میں رہتی تھیں اور اس زمانہ میں عرب سے اور عرب کی طرف ہجرت کیا کرتی تھیں بلاشبہ یمن سے لے کر عراق، شام، فلسطین اور سیناء کی حدود تک ایک ہی زبان تھی یہ زبان ایک زمانہ تک یونان کی غلطی کی وجہ سے

(کہ ان سے نام رکھنے میں لغزش ہوئی) سریانی کے نام سے مشہور رہی کیونکہ وہ شمالی شام کو اشوریہ یا اسوریہ کہتے تھے اس لیے عربی زبان کا نام حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے طویل زمانہ پہلے سے اس جگہ کے نام پر جہاں جزیرہ نمائے عرب میں بعض نو وارد قبائل پرانے زمانہ سے مقیم تھے" سولیانیہ یا سریانیہ مشہور ہو گیا۔

سریانی زبان میں کئی زبانوں کی ملاوٹ

بعض زبانوں میں اس سریانی زبان میں کئی لغتیں مل گئی تھیں جن میں صرف اتنا ہی اختلاف باقی رہ گیا تھا جتنا اختلاف اسلامی دعوت سے قبل عرب کے مختلف قبیلوں کے لہجوں میں تھا یہ لغتیں ارام کنعان، ادوم، موآب اور مدیان کی اور ان کے ہمسایہ قبائل کی تھیں جو عراق و سیناء کے درمیان پھیلے ہوئے تھے۔

کیا عبریت اور یہودیت مترادف ہیں؟

لوگوں کو اس سے زیادہ اس بات کو سن کر تعجب ہوتا ہے کہ خلیل اللہ عبری نہ تھے... ایک طویل زمانہ سے لوگ یہ سمجھتے چلے آرہے ہیں کہ عبریت اور یہودیت مترادف کلمے ہیں لیکن صحیح معنی میں یہ دونوں مترادف نہیں تقریباً بیسویں صدی قدیم میں لفظ عبری کا اطلاق صحرائے شام کے ایک خانہ بدوش اور بڑے قبیلہ پر ہوتا تھا ان قبائل کے بعض افراد ایسے بھی تھے جو تنخواہ دار فوجیوں کی طرح ادھر ادھر حسب موقع و محل اور حسب مناسبت کاموں پر لگے ہوئے تھے اسی معنی میں لفظ عبری، ابری اور ہبیری اور وہ جو تلفظ میں ان کلمات کے قریب ہے تل عمارنہ، فلسطین، ایشیائے کوچک اور عراق کے آثار عتیقہ میں آتا ہے اور اسی معنی میں مسماری اور فرعونی رسم الخط میں ہے اس زمانہ میں یہودیوں کا وجود بھی نہ تھا۔

خود یہودیوں کے نزدیک عبری کنعانیوں کی لغت مانی جاتی تھی

جب یہودی معرض وجود میں آئے اور اسرائیل کی طرف منسوب ہوئے تو وہ خود عبریت کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ کنعان کی لغت ہے پھر عبریہ ارامیہ سے مل گئی جو فلسطین و عراق کے درمیان تمام قبیلوں کی زبانوں پر غالب تھی لیکن ارامیہ شرقیہ اور ارامیہ غربیہ میں قدرے فرق رہا اور عبریہ ایک مستقل لہجہ بن گئی جس کے بعض حرفوں کے تلفظ میں اختلاف ہے جس طرح اس زمانہ میں بعض قبائل ش و ک کے تلفظ میں یا میم و لام کے تلفظ میں مختلف ہیں۔ سفر قضات کی بارہویں اصحاح میں ہے جلعاد کے آدمی اس سے کہتے تھے کیا تو افرائیم سے ہے؟ اگر وہ کہتا نہیں تو اس سے کہتے اچھا شبولت کہہ تو وہ کہتا سبولت پھر اسے پکڑ کر ذبح کر ڈالتے تھے جب موآب کا مشہور پتھر برآمد کیا گیا تو اس کی تحریر عبری تحریر کے بہت قریب پائی گئی یہ نویں صدی قدیم تک لوٹتی ہے یہ پتھر شاہ موآب میسا بن شموس نے نصب کرایا تھا اس میں لکھا ہے کہ معبود شموس (سورج) نے اسرائیل کے معبود پر اس کی مدد کی اور یہ بھی کہ اس نے بعل معون کا معبد بنوایا اور دوسرے مقام پر (اشتار شموس کو) ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے یہوا کی محرابیں اپنے رب معبود کے آگے گھسیٹیں اور یہ رب جفا اور عذاب کے بعد اس سے راضی تھا۔

تمام شہروں میں معبودوں کے نام ایک ہی ہیں

یمن، عراق، شام اور فلسطین کے آثار علیقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان تمام شہروں میں معبودوں کے نام واحد ہیں چنانچہ ان کی گفتگو میں بعل، رب، ایل اور صادق ہر ایک بمعنی عطا کرنے والا، ہبہ کرنے والا ہے اسی تشابہ سے فلسطین میں ملکی صادق اور

معین وحضرموت میں ایل صادق ہے۔

ابراہیمؑ و حجاز کے درمیان تعلق کی ایک دلیل

حضرت ابراہیمؑ و حجاز کے تعلق پر

سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسم بعل تمام قبائل کے دینوں میں کثرت سے معبود پر لفظ بعل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ بجز ان قبائل کے جو حضرت ابراہیمؑ کے اور ان کے حلفاء کے دین پر ہیں کیونکہ ان قبائل میں معبود پر بعل کا اطلاق مکروہ ہے اور اسے یہ مرکب اسماء میں (معنی سے قطع نظر کر کے) نام کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

کیا بعل یہو بعل سے بگڑا ہوا ہے

جزیرہ عرب کے تمام دینوں میں بعل کا نام آتا ہے بجز دین کعبہ کے یا دین حجاز کے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال کہ ہبل یہو بعل سے بگڑا ہوا ہے بلا معقول دلیل وقرینہ کے ہے کیونکہ بعل (رب) کے نام میں تصحیف کلمہ کا کوئی معنی نہیں جبکہ آج تک لغت میں اس کا معنی سید یا شوہر ہے اگر کلمہ بھولا بسرا بھی ہوتا تو بھی تصحیف میں کوئی غرابت نہ تھی لیکن یہاں تو وہ ذو معنی اور مشہور ہے اس لیے اس کی تصحیف معبود صنم کے معنی میں غیر معقول ہے۔ اس سے بھی زیادہ بعید یہ قول ہے کہ ہبل کلمۂ یہوا اور کلمۂ بعل سے تراشا ہوا ہے کیونکہ دعوت یہوا، دعوت بعل کی ضد ہے جس کا یہوا پر ایمان ہے اس کا بعل پر نہیں اور جس کا بعل پر ایمان ہے اس کا یہوا پر نہیں الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یہوا حجازی یا جنوبی عربی سے ماخوذ ہے لیکن جو بہر کیف اسے شہادت میں انفرادی اور بعل کے ساتھ ترکیبی صورت میں کسی ثابت شدہ اثر معین اس کلمہ کی مثالیں پیش کرنی چاہئیں مگر کوئی ثابت اثر ہے نہیں۔

کیا ابرام اب اور رام سے مرکب ہے

بعض اس قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ ابرام اب

(باپ) اور رام (دوست رکھا) سے مرکب ہے اور ابراہیم بمعنی حبیب اللہ ہے اور آپ کی یہ صفت، صفتِ خلیل اللہ کے موافق ہے۔ مر جلیوث کے نزدیک یہ بعید ہے کہ رام رفعت کے مادہ سے ہو جیسے رامہ اس شہر کو کہتے ہیں جس میں اونچی اونچی عمارتیں ہوں اس کی جمع رام آتی ہے جیسے ساعۃ کی جمع ساع، حالۃ کی جمع حال اور حانۃ کی جمع حان آتی ہے مر جلیوث گلیسر (Glaser) سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ حمیری بادشاہ شر حبیل یعفور نے سدِ مآرب پر ایک پتھر پر بعل اسماء والارضین (آسمانوں اور زمینوں کا سردار) کندہ کرایا ہے۔ اس کے زعم میں یہ اللہ کا اسم ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ میلاد کی پانچویں صدی کے نصف سے وہ توحید کو پہچانتے ہیں۔

عربی لہجوں میں تقارب

اور ڈسوڈ (Dussaud) سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ وہ نبطی آثار عتیقہ جو ہجرت سے تیسری صدی قبل تک لوٹتے ہیں ارامی اور فصیح عربی زبان میں گہرے تقارب پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے بھی بہت زیادہ پرانے زمانہ میں جس کی تاریخ دو ہزار سال قدیم کی طرف لوٹتی ہے عربی زبانوں یا لہجوں میں تقارب دیکھا گیا ہے کیونکہ حرف تعریف اور متکلم و غائب کی ضمیریں اور نفی و نہی کے کلمات اور افعال کی گردانیں عربی اور اشوری زبانوں میں جن کی طرف سریانی زبان منسوب ہے مشترک ہیں جیسا کہ اوپر گذر گیا اسی تقارب نے استاد دویرتی کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ وہ دمقی الیشوع کا ترجمہ حبیب اللہ سے کرے کیونکہ یہ لفظ مقہ بمعنی محبت، ایل بمعنی اللہ اور ضمیر اضافت سے مرکب ہے پھر قلبی آیا اور اس نے یہ رائے قائم کی کہ یہ اسم زمانہ اور صفت میں خلیل ابراہیم کے نام کے موافق ہے اور خلیل ان سلطانوں میں سے تھے جنہوں نے خلیج فارس کے پاس جنوبی عراق پر حکومت کی ہے۔ کیونکہ وہاں یعنی اور

کلدانیین ہیں، خلیلؑ کے قیام کے سلسلہ میں اقوال تواتر سے آتے ہیں اور اس لیے بھی کہ اسم دمقی الیشوع بابل کے آثار میں ان چند بادشاہوں کے درمیان آتا ہے جو سلاطین ساحل یا ارض بحریہ کے سلاطین کہلاتے تھے اور یہ ان کی ایک اصطلاح ہے جس کا اطلاق ان سمتوں کے رہنے والے عربوں پر کیا کرتے تھے۔

لغت و کتابت کا تقارب معترضین کے اعتراض کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے

لغت و کتابت میں یہ تقارب ہمارے اعتقاد کے مطابق اس گہرے اختلاف کو چور چور کر دیتا ہے جو اسلام پر اعتراض کرنے والوں میں اور اسلام سے دفاع کرنے والوں میں خلیل اللہ کے اور آپ کے باپ کے ناموں کے سلسلہ میں داخل ہو گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام آزر بتایا گیا ہے اسلام پر اعتراض کرنے والوں نے کہا ہے کہ یہ نام غلط ہے بلکہ آپ کے والد کا نام تارح تھا جیسا کہ عہد قدیم میں آتا ہے اس پر بعض مسلمان مفسروں نے لفظ آزر کو محض اعراب یا ایک ایسا مفہوم قرار دیا ہے جو معترضین کی تنقید کو باطل کر دیتا ہے اور انہوں نے لفظ آزر کو جو غلط کہا ہے اس کی تردید کرتا ہے۔

لفظ آزر کو غلط بتانا بے بنیاد ہے

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول اسماء پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزر کو غلط بتانا بے بنیاد ہے کیونکہ حضرت ابراہیم سرزمین اشور سے ہجرت کر کے سرزمین کنعان میں آبسے تھے اور اسرائیلی کتابوں کے شارحین نے کئی جگہ لکھا ہے کہ پہلے باپوں کی ان کے قبیلوں یا شہروں کی طرف نسبت کر دی جاتی تھی مثلاً مصر کا بیٹا، یورپ کا بیٹا، فرزندان مشرق، فرزندان مغرب اور فرزندان وادی نیل وغیرہ چونکہ حضرت ابراہیمؑ نسب کے

اعتبار سے اشوری ہیں اس لیے یہ انتہائی قرین قیاس ہے کہ تارح اور آزر ایک ہی شخصیت کے نام ہوں خواہ یہ اس کے علم ہوں یا اس کے پہلے کسی دادا کے علم ہوں جس کی طرف قوم اشور منسوب ہے پرانے زمانہ میں یہ عام رواج تھا کہ قوم کسی قدیم دادا کی طرف منسوب کر دی جاتی تھی جیسے آج عدنانی یا قحطانی کہا جاتا ہے آج تک عراق و شام میں اسم اشور کی تحریر و تلفظ پر سرسری نگاہ اس احتمال کو ہمارے قریب کر دیتی ہے اور قوی بنا دیتی ہے (اگرچہ یہ احتمال پہلی نظر میں ذرا بعید سا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اشور کبھی ازور کبھی اثورہ، کبھی اثور اور کبھی اسور لکھا جاتا ہے۔

یونانی یا کا تلفظ واو اور یا کے درمیان کیا کرتے تھے

ظاہر ہے کہ قریبی زمانہ تک سامی زبان کے حروف علت نہیں لکھے جاتے تھے اور یونانی ز(جنہوں نے اسم اسوریہ وطن ابراہیمؑ کے لیے نہر عراب سے لے کر فلسطین تک استعمال کیا ہے، یونانی یا کا تلفظ واو اور یا کے درمیان کیا کرتے تھے اسی لیے لیبیا کو لوبیا لکھا جاتا ہے اور ملک شام کو یورپ کی زبانوں میں سیریا اور مشرقی زبانوں میں سوریا بولا جاتا ہے۔

صحیح تلفظ آزر ہی ہے باقی الفاظ بگڑے ہوئے ہیں

اسی طرح ظاہر ہے کہ بہت سے سامی زبان بولنے والے تارح کو تیرح پڑھتے ہیں اور جو حا کا مخرج نکالنے پر قادر نہیں وہ تیرا اور تیرہ پڑھتے ہیں ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عین قرین قیاس ہے کہ اتور اور آتیر کو تیرہ اور تیرح کی طرف پھیر دیا گیا ہو یہ لفظ تاریخ یوسیفوس میں بلا حاء کے آیا ہے اور تاریخ یوسبیوس میں اثور آیا ہے جو یونانی زبان میں لکھی ہوئی ہے تورات میں دو نام بمعنی امیرہ آتے ہیں سارح (تکوین ۴۶) سار یا سارہ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے

کہ صحیح تلفظ آزر ہے جس نام سے قدیم اسور مشہور ہے اور تیرہ اور تیرح ان لوگوں کا تلفظ ہے جو اتیرہ اور اتیرح لکھتے ہیں اور اتور واو و یاء کے درمیان بولتے ہیں۔

تلفظ میں اختلاف کی ایک مثال

صاحب مزہر اصمعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ دو شخصوں نے لفظ صقر (باز) میں اختلاف کیا ایک نے کہا صاد سے ہے اور دوسرے نے کہا سین سے ہے آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے آنے والے شخص کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں آنے والے نے یہ فیصلہ کیا کہ نہ صقر ہے نہ سقر ہے بلکہ زقر ہے قلی، بقلی اور رسلی لیسلی وغیرہ کے تداخل کا مسئلہ بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔ جب ایک ہی عربی لہجہ کے حرفوں میں یہ اختلاف ہے تو یقینی طور پر اس لفظ کو جس کے سین، زا یا تا اور ثا میں ان زبانوں میں جن کے درمیان بہت دوری ہے غلط بتانے کا کوئی محل نہیں بہر حال آزر بمعنی اسور کی طرف حضرت ابراہیمؑ کی نسبت کے سلسلہ میں جو قول بھی مانا جائے وہ اس قول سے قریب ہے کہ آپ کے والد کا نام بوجہ عَم کے یا سستی کے تارح تھا۔ اور اس پر تاریخ یا جغرافیہ کے واقعات سے کوئی دلیل نہیں اور نہ اشتقاق سے

مسلمانوں نے تاریخ ابراہیم یہودی کتابوں سے نہیں لی

ان باتوں سے

سیرت خلیل کے مبحث میں ایک واضح فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ کہ اسلام میں تاریخ ابراہیمؑ یہودی کتابوں سے نہیں لی گئی جیسا کہ بعض جلد باز غیر اسلامی راویوں کا خیال ہے ورنہ آپ کے والد کو تارح یا تیرح یا تیرہ یا ان کے مشابہ کسی تصحیف شدہ لفظ سے نامزد کرنا آسان ہوتا اور کسی توجیہ پر بھی آزر نام صحیح نہیں ہوتا بلکہ یہ تو منجملہ دیگر دلائل کے اس بات پر ایک دلیل ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعوت یہودی مصادر سے حجاز نہیں پہنچی

اور سب سے بڑی دلیل جو مباحثِ لغت سے پیدا ہوتی ہے وہ حجازی یا نبطی یا نباتیین کی (جو آل اسمٰعیل میں سے نبات کی طرف منسوب ہیں) زبانوں میں گہرا تقارب ہے۔

قدیم عربی لہجوں میں یکسانیت

چنانچہ لغویوں نے پرانے عربی لہجوں میں جو ماقبل اسلام تک باقی تھے بہت کچھ یکسانیت ثابت کی ہے لہٰذا اس یکسانیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے درمیانی تقارب کا قیاس زمانہ پر کیا جاتا ہے مکان پر نہیں کیونکہ کبھی دو ہمسایوں میں بھی انتہائی اختلاف پایا جاتا ہے اور کبھی دو قوموں میں جن میں سے ایک اقصائے شمال میں رہتی ہے اور ایک اقصائے جنوب میں انتہائی قریبی تشابہ پایا جاتا ہے چنانچہ حمیری، جزیرۂ عربیہ کے اقصائے جنوب میں رہتے ہیں اور اشوری عراق کے اقصائے شمال میں لیکن حمیری اور اشوری زبانوں میں تشابہ حمیری اور مکہ والے قریش کی زبانوں سے بہت زیادہ ہے حالانکہ یمن و حجاز کی درمیانی مسافت بہت قریب ہے۔ لہٰذا حجازی زبان یمنی زبان سے ترقی کرتی ہوئی نہیں آئی بلکہ یہ بتدریج قدیم عربی سے اشوری، پھر ارامی، پھر نبطی پھر قریشی زبان بنی اسی راہ سے نبطیوں اور قریشیوں کی زبانوں میں تقارب ہے ان میں یہ تقارب یا تو زمانہ میں ہے یا درجاتِ ادوار میں۔ اور یہ وہ تقارب نہیں جس کا اندازہ فرسخوں اور میلوں سے لگایا جاتا ہے۔

حجازیوں کی نبطیوں سے قرابت کی دلیل

مباحثِ لغت کی رو سے اس پر کہ حجازیوں کی نبطیوں یا نباتیوں سے جو فرزندان اسمٰعیل ہیں قرابت ہے یہ سب سے بڑی دلیل ہے یہ رشتے داری اہل نسب کی یا علمائے اسلام کی ایجاد کردہ نہیں یہ تو وہ واقعی قرابت ہے جسے لغت و ثقافت کی اسنادوں

محفوظ کیا ہے اور جیسے آثار قدیمہ کے پتھروں نے اور انکشافات جدیدہ نے ثابت کیا ہے۔

اہل انساب کی روایات کے احترام کرنے کا سبب

اس باب میں اہل نسب کی

روایات کا احترام اس لیے بھی کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے وہ حقیقت پالی تھی جسے اخیر زمانہ میں علمائے آثار عتیقہ نے کھدائی کے ذریعہ پہچانا ہے چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ہم طائفۂ قریش نبط سے ہیں یہ دلائل تواصل کی اور لغت کی راہ سے تھے اور کتابت کی راہ سے یہ دلیل ہے کہ شاعر منتصر بن منذر مدینی کہتا ہے ؎

ملوک بین حطیٍ وسعفصَ فی الندیٰ + وہوز ارباب الثنیۃ والحجر + مجلس میں ہوز حطی اور سعفص کے درمیان بادشاہ گھاٹی والے اور حطیم والے ہیں۔

نسب پر نسابوں کا اور علمائے آثار کا اجماع ہے

مسئلہ کتابت میں اختلاف ہے

کیونکہ یہ ایک طاری ہونے والی شے ہے جس کو حجازیوں سے گنتی ہی کے لوگوں نے سیکھا تھا رہا نسب اور بنا تیین کی نباتت تک اس کا مرجع سو اس میں اہل نسب کی روایات میں اور علم آثار عتیقہ کی تحقیقات میں موافقت موجود ہے۔

قافلوں کی گذرگاہوں والے شہر

تاریخ کی الجھنوں کا منشا

تاریخ کے اکثر مبہم امور مورخین کے پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ وہ تاریخ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں گویا وہ سالوں اور دنوں کے شمار

کرنے کے لیے ہندسوں کا حساب ہے یا گویا وہ مقامات و نشانات کا نقشہ ہے یا گویا وہ حوادث و اخبار کا دفتر ہے لیکن اگر وہ ایک ہی اصول کے ماتحت اس کا مطالعہ کرتے یعنی اس اصول کے ماتحت کہ تاریخ انسانی نفوس کا ایک وصف ہے اور اس کی خبریں، حوادث، نشانات، مقامات اور سال و ایام جو اس میں شمار کئے جاتے ہیں وہ انسانی نفوس کے وصف کے تابع ہیں تو اس میں ابہام باقی نہ رہتا یا اگر ابہام باقی بھی رہتا تو کسی مجہول سبب کی وجہ سے باقی رہتا مورخین پر رسالت نبویہ کے بہت سے حالات مبہم رہے کیونکہ انہوں نے رسالت کے مجموعہ میں مشترک حالت پر نظر نہیں ڈالی یعنی اس نفسانی حالت کا مطالعہ نہیں کیا جس پر اقوام عالم ایک ہی طریقہ پر رہتی ہیں اور یہ ان کا وہ طور ہے جہاں بدویت و شہریت کا سنگم ہوتا ہے انسان رسالت نبویہ کے لیے کسی حالت میں کبھی ایسے تیار نہیں ہوئے جیسے اس وقت وہ اس کے لیے تیار ہوئے جب کہ انسان بدویت و شہریت کے درمیان کھڑے تھے تاریخ سے کسی نبی کی ایسی رسالت ثابت نہیں ہوتی جو دیہات چھوڑ کر محض شہر ہی میں ہو یا آبادی کو چھوڑ کر الگ تھلگ صرف صحرا ہی میں ہو رسالتیں ہمیشہ انہی شہروں میں پائی گئیں جن کے آس پاس صحرا ہیں یا اس صحرا میں جو شہروں کے قریب ہے اسی لیے وہ شہر جن سے قافلے آتے جاتے ہیں یا وہ جو ان کے حکم میں ہیں تعلیمات نبویہ کے عین مناسب ہیں اور تحریکات دینیہ کے زیادہ حقدار ہیں۔

رسالت کے سلسلہ میں بعض پیچیدہ سوالات

حق تعالیٰ نے اقوام سامیہ کو رسالت کے لیے کیوں مخصوص فرمایا؟

رسالت کا ہند میں یا چین میں یا علاقۂ یورپ میں ظہور کیوں نہیں ہوا؟

ان رسالتوں کا ایک دائرہ کیوں بنا جس کے آخری نقطہ کے لیے وسط عالم میں ایک قوم تیار ہوئی جو قرآن کریم کے بیان کی رو سے درمیانی قوم ہے؟ یہ سوالات پیچیدہ ہیں اور ہمیشہ پیچیدہ رہیں گے جب تک ہم ان نفسانی احوال کو نہ پہچانیں جن پہ انسان شہریت و بدویت کے درمیان ہوتا ہے انفرادی طور پر شہریت و بدویت سے ان حالات کا علم نہیں ہوتا بلکہ دونوں شعوروں کا سنگم اور دونوں معاشروں کا امتزاج ضروری ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس طریقہ پہ دونوں معاشروں میں ان شہروں کے علاوہ جن پہ قدیمی شہریتیں قائم ہیں اور جو ایک طویل زمانہ تک صحرا اور مدنیت کے اور تمدن والے اطراف کے جامع رہ چکے ہیں کسی دوسرے شہر میں امتزاج ہوا ہو گویا یہ شہر اس مقدس امانت کے لیے امین بنا کر ہی پیدا کئے گئے ہیں پھر رسالتیں اس قسم کے شہروں میں آئیں اور ان شہروں نے انہیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلایا لہذا اُن ادوار میں سے جو اقوام وازمنہ میں بٹے ہوئے ہیں ان کا یہ دور سب سے بڑا ہے۔

اس قسم کے شہروں میں رسالت کی صلاحیت

وہ شہر جن میں قافلوں کی آمد و رفت رہتی ہے یا جو صحرا سے قریب ہیں کیوں رسالت کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ اس لیے کہ احوال نفسیہ جس قدر ان میں بھرپور ہوتے ہیں اتنے مسلسل آبادیوں کی شہریت میں نہیں ہوتے، نہ الگ تھلگ صحرا میں ہوتے ہیں اور نہ ان کے اچھے یا برے اسباب کسی دوسرے ماحول میں تکمیل کو پہنچتے ہیں جیسے اُس شہر میں تکمیل کو پہنچتے ہیں جس کے چاروں طرف صحرا ہو اور اس میں مسلسل آبادی ہو اور جو شہر آبادی سے کٹا ہوا ہوتا ہے اس میں یہ پھولتے پھلتے نہیں ہم اس مختصر سے بیان میں ایسے حصوں میں ان کے پھولنے پھلنے کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہیں اور

دونوں بالمقابل طرفوں پر روشنی ڈال کر ہم اس درمیانی نقطہ پر لوٹ آئیں گے جہاں یہ دونوں مل جاتے ہیں۔

متمدن شہروں جھوٹے مدعیان نبوت کا اور کاہنوں کا پایا جانا

جس حصہ میں مدنیت اور مظاہر مدنیت لگاتار ہوتے ہیں ان میں جھوٹے مدعیانِ نبوت اور کاہن پائے جاتے ہیں انبیائے کرام اور مجاہد رسول نہیں پائے جاتے کیونکہ اس قسم کے حصہ میں عرف پھیل جاتا ہے اور اجتماعی اخلاق عروج پر پہنچ جاتے ہیں اور نظام قوانین و معاملات جم جاتے ہیں یہاں کے باشندے، قدامتِ معاشرہ، قدامتِ ثقافت اور تعلیمی کالجوں کی راہ سے دینی عقائد سیکھنے میں پہل کر جاتے ہیں بلکہ یہ قطر بدویت سے قبل ہی عقیدۂ توحید تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ بڑی بڑی حکومتیں شروع میں ایک ایسے قبیلہ سے پیدا ہوتی ہیں جو اپنے سے چھوٹے قبائل پر غالب آجاتا ہے پھر ان قبائل کے اجتماع سے ایک بڑی قوم پیدا ہو جاتی ہے جو اپنے سے چھوٹی قوموں پر غالب آجاتی ہے پھر ان قبائل واقوام کے امتزاج سے ایک بڑی حکومت جنم لے لیتی ہے جس سے شہریت کو عروج حاصل ہوتا ہے اور یہ حکومت مزعومہ توحید پر ایمان لانے میں پہل کر جاتی ہے بشرطیکہ ایک ہی عبادت میں سب شریک ہوں جسے وہ قوم ان پر فرض کر دے اور جس کی عبادت مختلف عبادتوں پر غالب ہو چنانچہ قوی قبیلہ والے کمزور قبائل پر اپنے دیوی دیوتاؤں کی عبادت لازم کر دیتے ہیں جیسے ان پر اپنے امیر کی اطاعت لازم ہے پھر ان قبائل سے ایک بڑی قوم پیدا ہوتی ہے جو اپنی ماتحت قوموں پر اپنے دیوی دیوتاؤں کی اور دین کی اطاعت زبردستی ٹھونس دیتی ہے یہی سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ سب کا ایک ہی معبود ہو جاتا ہے اور ایک ہی دین۔ اور ایک زمانہ تک اسی کی

وحدانیت وسیادت پر ان کا ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ تعدد الٰہ مٹ کر ایک ہی معبود قرار پا جاتا ہے اور ان کی یہ مخصوص توحید جم جاتی ہے۔

متمدن حکومتوں میں اپنی مزعومہ توحید پر پہل

تمدنی حکومت جو ان بنیادوں پر قائم ہوتی ہے ایمان وحدانیت پر سابق ہو جاتی ہے لیکن اس میں دینی مسئلہ کاہنوں کے اقتدار کی طرف لوٹتا ہے جو انبیائے کرام کے دشمن ہیں اور ان کی عداوت بالکل ظاہر ہے حتیٰ کہ ان اقوام میں بھی جو ایک بعید زمانہ سے رسالتوں کو سیکھنے کی عادی ہیں چنانچہ جب بنی اسرائیل میں کہانت کا زور جڑ پکڑ گیا تو خود کاہنوں ہی میں سے دعویداران نبوت کا اور دعوت انبیاء کے منکروں کا ظہور ہوا جن کے زعم میں کاہنوں کے علاوہ کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا تھا عہد قدیم کی کتابوں میں سے پچھلی کتاب کے مصنف زکریا لکھتے ہیں "لشکروں کا رب فرماتا ہے میں روئے زمین سے بتوں کا نام مٹا دوں گا جن کا بعد میں ذکر بھی نہ رہے گا اور جھوٹے نبیوں کو بھی اور ناپاک روح کو بھی روئے زمین سے مٹا دوں گا اگر کوئی نبوت کا جھوٹا دعوے کرے گا تو اس کے ماں باپ اس سے کہیں گے کہ تو زندہ رہنے کے قابل نہیں کیونکہ تو نے رب کے نام سے جھوٹ بولا اگر کوئی نبوت کا دعوے کرے گا تو نبوت کے دعوے کے وقت اس کے والدین اسے آڑے ہاتھوں لیں گے اور اس دن یہ ہوگا کہ انبیاء میں سے ہر دعویدار نبوت اپنے خوابوں سے ذلیل ہوگا اور وہ دھوکہ دینے کی غرض سے بالوں کے کپڑے نہیں پہنیں گے بلکہ وہ (جھوٹا نبی) کہے گا میں نبی نہیں ہوں میں تو محض ایک کاشتکار ہوں کیونکہ ایک شخص نے مجھے بچپن سے پالا وہ اس سے پوچھے گا تیرے ہاتھوں میں یہ زخم کیسے ہیں تو وہ جواب دے گا یہ وہ ہیں جن سے

میرے ہاتھ احباب کے گھروں میں زخمی ہوئے۔“

دنیوی لالچ سے نبی کے پیچھے پڑنا

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی کاہن تخت و تاج کی حمایت ہاتھ دھو کر نبی کے پیچھے پڑ جاتا ہے جیسا کہ کاہن امصیاہ نے کیا جب اس نے عاموس نبی کو ڈانٹا اور انہیں بیت ایل سے نکالے جانے کی دھمکی دی: ”بیت ایل کے کاہن امصیاہ نے یربعام شاہ اسرائیل کو یہ پیام بھیجا کہ اسرائیل کے گھر کے عین وسط میں عاموس نے آپ کے خلاف فتنہ اٹھایا ہے آپ زمین کو طاقت نہ دیں کہ وہ اس کے تمام اقوال اٹھالے کیونکہ یہ ہے جو عاموس نے کہا ہے: ”یربعام تلوار سے مرے گا اور اسرائیل کو وطن سے بے وطن کیا جائے گا“ پھر امصیاہ عاموس سے کہتا ہے ”اے دیکھنے والے جا اور یہوداہ کے علاقہ میں بھاگ کر چلا جا اور وہاں روٹی کھا اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر لیکن بیت ایل میں لوٹ کر نہ آ کہ پھر تو اس میں (جھوٹی) نبوت کا دعوےٰ کرے کیونکہ یہ مقدس ملک ہے اور بادشاہ کا گھر ہے“ پھر عاموس نے جواب میں امصیاہ سے کہا نہ میں نبی ہوں اور نہ نبی کا بیٹا بلکہ میں ایک چرواہا ہوں مجھ پر گولر ٹپک رہے تھے پھر مجھے رب نے بھیڑوں کے پیچھے سے پکڑا اور مجھ سے رب نے کہا جا اور میری قوم اسرائیل کا نبی بن“

ولی عہدی میں اختلاف کے زمانہ میں کاہنوں کی اور انبیاء دو جداگانہ جماعتیں

کبھی ولی عہدی میں اختلاف کے زمانہ میں کاہن اور انبیاء دو جماعتوں میں بٹ جاتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ میں ہوا جب ادونیاہ بن داؤد تخت کو غصب کرنے کے لیے اٹھا: ”اور اس نے اپنے لیے گاڑیاں اور رتھ سوار اور پچاس آدمی تیار کئے جو اس کے آگے آگے تھے لیکن اسکے

باپ نے ناراض ہو کر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اور وہ انتہائی خوبصورت بھی تھا اور اس کی بات ابیا ثار کاہن کے ساتھ تھی رہے ناتان نبی سو انہوں نے اسے نہیں بلایا۔"

سیاست کے سودے میں پسندیدہ معبود پر ایمان

مختلف اوقات میں ایسا بھی ہوا کہ سیاست کی سودے بازی پسندیدہ معبود پر ایمان تک پہنچ گئی پھر بادشاہ اس کی عبادت چھوڑ کر بعل کی پرستش کرنے لگے اور اس کی مورتیاں بنوالیں پھر آخاب شاہ اسرائیل نے صیدا کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی اور وہ چلا اور بعل کی پرستش کی اور اس کے آگے سجدہ کیا اور بیت البعل میں بعل کے لیے ایک مذبح قایم کیا جسے اس نے سامرہ میں بنایا تھا۔ حضرت داؤد کے ایک بیٹے نے بھی ایسا کیا لہذا رب کی آنکھوں میں آحاز اپنے باپ داؤد کی طرح سیدھا نہیں رہا" بلکہ سلاطین اسرائیل کی راہوں پر چل پڑا اور بعلیم کی پگھلی ہوئی دھات کی مورتیاں بنائیں" (سفر ملوک اول کی سولھویں اصحاح) نبی ارمیا مدعیان نبوت پر طعن کرتے ہیں کہ وہ معبود کے نام کے بھولنے میں موافق ہیں جس طرح ان کے باپ بعل کی وجہ سے میرا نام بھول گئے۔ یہ بھاڑ تاڑ ہوشع نبی کے زمانہ تک رہا جنھوں نے قوم اسرائیل کو یہوا کا پرستار اور اس کی دلہن سمجھ کر ان سے کہا تھا اسے بعل کے نام سے نہ پکارو اور بعلیم کے اسماء ان کے منہ سے نکال دیئے جائیں گے۔

مدعیانِ نبوت

یہ چیز بنی اسرائیل میں گھس آئی حالانکہ حکومت کا اور اس کے جمنے کا زمانہ ہنوز طویل نہ ہوا تھا اور ان میں سے اکثر چرواہے تھے جو صحرا میں خانہ بدوش رہتے تھے اور انہیں چرواہوں میں سے ایسے لوگ برابر

اٹھتے رہتے تھے جو وقتاً فوقتاً علی الاعلان نبوت کا دعوے کرتے رہتے تھے لہذا دعوتِ نبوت ایسی دعوت نہ تھی جو عام ہو اور پرانے شہروں میں کان اس کی طرف جذب ہوتے ہوں جبکہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سالوں سے لوگ اپنی رسموں، عادتوں اور بدکاریوں پر جمے ہوئے ہوں۔ ان شہروں میں یہ بات نادر نہیں کہ کاہنوں کو وحدانیت کی حقیقت معلوم ہو اور وہ قوم کو اس کے حال پر بت پرستی میں اور متعدد خداؤں کی پرستش میں پھنسی ہوئی چھوڑ دیں اور قوم کے لیے ہر علاقہ میں ایک جداگانہ خدا بنالیا جائے اور وہ اسی کی پرستش میں منحصر رہے اور کاہن عیدوں میں اور موسموں میں حکومت کے بڑے بڑے مراسم ادا کرنے کے لیے جن میں اصحاب تاج و تخت اور بڑے بڑے کاہن حاضر ہوتے ہیں حکومت کے بڑے معبود کی طرف دوڑیں۔ جب شہروں میں جو مرکزِ تہذیب و تمدن ہیں فساد عام ہو جائے تو اس کے حل کرنے کے لیے یا تو تشریع و قانون کا مسئلہ ہے یا تنظیم و تدبیر کا۔ بسا اوقات بگڑے ہوئے اخلاق جھنجھوڑنے ہی سے بدل جاتے ہیں کیونکہ ان کی شریعت سے یا ایک باقاعدہ نظام سے اصلاح ہو جاتی ہے۔

دینی تحریکات میں شہریت کا موقف

دینی تحریکات کے متعلق موقفِ شہریت کی واضح مثال مصری علاقہ میں شاہ اخناتون کی تحریک ہے کیونکہ اخناتون کی توحید کے سلسلہ میں، تحریک اس زمانہ میں انتہائی عروج پر تھی اور وہ تنزیہ معبود میں اس حد تک پہنچ گئی تھی جسے آج تک مشرقی یا مغربی شہروں میں بعض قومیں نہ پاسکیں لیکن یہ تحریک قوانین و فرامین کی راہ سے آئی اور پائدار ثابت نہ ہوسکی اور جب وہ بادشاہ جس نے طاقت کے زور سے یہ تحریک پھیلائی تھی ختم ہو گیا تو اس تحریک نے بھی دم توڑ دیا اور پھر شہریت اپنی سابق حالت پر لوٹ گئی گویا وہ جانے والے بادشاہ کے زمانہ میں ذرا سی

دیر کے لیے بھی اپنی سابق راہ سے نہیں ہٹی تھی۔

مسلسل آبادی اور منقطع صحرا رسالت کیلئے نامناسب ہے

اس بیان سے صاف ظاہر ہے

کہ مسلسل آباد علاقے رسالت و نبوت کے لیے مناسب گہوارے نہیں ان صحرا، کا تو ذکر ہی کیا ہے جن کے اور آبادی کے درمیان پورا پورا انقطاع ہو اگر رسالت کے سلسلہ میں صحرا، کا حال مسلسل آبادی کے حال کے مثل نہیں تو اس سے عمدہ اور آسان بھی نہیں بلکہ بدتر ہے اس قسم کے صحرا میں کوئی شریعت نہیں پھلتی پھولتی بلکہ یہاں تو ظلم و زیادتی کا دور دورہ ہوتا ہے یہاں تو بجز لوٹ کھسوٹ کے یا دوسروں کے حملے کو دفع کرنے کی صلاحیت کے قبیلوں کا کوئی اور کام نہیں یہ قبائل کبھی کبھی ہمسائگی کے آداب پر باہمی سمجھوتہ بھی کر لیتے ہیں اور صلح کر لیتے ہیں گویا یہ سمجھوتہ ان عملی تدابیر میں سے ہے جو طبقۂ فضیلت و عقیدت تک نہیں پہنچتیں۔ صحرا میں بسا اوقات بعض لوگ شجاعت، سخاوت، میدان جنگ سے متعلقہ فضائل اور سیادت و ریاست سے وابستہ اوصاف سے بھی آراستہ ہوتے ہیں لیکن ان جنگجو قبائل کا جو آبادی سے کٹے ہوئے ہیں، حقوق، فضائل صالح اخلاق اور استقامت کو پہچاننا جن کو یہ معبود کے نام پر پھیلاتے ہیں اور جن کی وحی نذرِ فلک سے سنتے ہیں تخیل ہی سے ماوراء ہے چہ جائیکہ قابل غور ہو بلاشبہ بدویت میں ایسے حالات پہچانے جاتے ہیں جو عقیدۂ توحید کے قریب قریب ہوتے ہیں لیکن یہ حالات اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب دیہات کے باشندے ہمسایہ شہر والوں کے لیے معروف ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کی خبریں تاریخ میں شامل نہ ہوتیں۔

اس بداوت کی مثال جس میں توحید کی صلاحیت ہوتی ہے

لہذا اُس

بداوت کی حالت جس کے باشندے عقیدۂ توحید کی طرف مائل نظر آتے ہیں اس بدوی کی سی حالت ہے جو جنوں اور دیووں کی جو ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں عبادت سے ترقی کر کے اس معزز رب کی عبادت کی طرف آتا ہے جو حالت سیاحت و اقامت میں اس کی حفاظت کرتا ہے بداوت میں یہ حالت بدوی کو اس معبود پر جو ہر جگہ موجود ہے ایمان لانے کی طرف مائل کرتی ہے کیونکہ مقامی معبود پر ایمان لانا جو ایک ہی جگہ محصور و مقید ہو بیکار محض ہے جس سے اس کی طبیعت نفرت کرتی ہے اور وہ اس کی زندگی کے مقاصد کے مناسب بھی نہیں اور نہ وہ اس کی سلامتی کی جس کا وہ حالت سیاحت و اقامت میں خواہش مند ہے، ضمانت دیتا ہے۔

توحید و شرک کا امتزاج

بہت سے پرانے دیہاتی ایسے بھی ہیں جن میں توحید و بت پرستی کے عقائد اس طرح موجود ہوتے ہیں کہ سیاحت و اقامت والی دونوں حالتوں میں ان کے کام آئیں چنانچہ وہ اپنے لیے بت بنا لیتے ہیں اور انہیں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان بتوں سے اشارہ معبود حقیقی کی طرف ہوتا ہے۔

طرافین کی حقیقت

یہ بت اسرائیلی قبائل میں حضرت داؤدؑ کے زمانہ کے بعد تک باقی رہے یہ وہ مورتیاں تھیں جن کو وہ طرافین کے نام سے پکارتے تھے اور ہر گھر والے اپنے اپنے گھر میں انہیں نصب کر لیا کرتے تھے گویا خانگی لوازمات میں سے یہ بھی ہیں لیکن یہ توحید ان شہریوں کی توحید کی طرح ہے جن کا ذکر اوپر گذر چکا دونوں کی فضا رسالت نبویہ کے مناسب نہیں اس فضا کے لیے تو ایک ایسی چیز درکار ہے جو دیہاتوں سے بھی لی گئی ہو اور شہروں سے بھی اسی لیے اس کا وجود ان شہروں میں نہیں جو قافلوں کی گذرگاہ نہیں۔ اس کے لیے ایک ایسی زندہ خودداری کا ہونا ضروری ہے جو عقائد روشن رکھے اور عقائد کی

گہرائیوں میں اس بات کا احساس کرائے کہ عقیدہ اپنی حیات سے زندہ ہے اور اس کی انتہائی حد یہی نہیں کہ وہ معاشرے کی ایک تدبیر ہے یا حکومت کا ایک قانون ہے بلکہ وہ اللہ کا واجب الاطاعت فرمان ہے۔

تصدیق بسیط ہوتی ہے

تصدیق کا بسیط ہونا ضروری ہے جس میں تردد کی گنجائش نہیں ہوتی، نہ اسے لپیٹا جا سکتا ہے، نہ اس میں گھومنا اچھا ہے نہ اس کے کلمات قابل گرفت ہوتے ہیں اور نہ شعائر و احکام۔

ایمان سادہ اور خوشی کا معاملہ ہے

ایمان کے سلسلہ میں ایک ہی زاویۂ نگاہ میں مستغرق ہونا ضروری ہے جو نہ تکلف سے لاوا گیا ہو اور نہ تاویل والا ہو عقیدے کے جداگانہ حصے نہ کئے جائیں جن کو نصوص اور فتوے بانٹ لیں اور متون اور شروحات دست بدست لے لیں۔

عقائد کے اوصاف

عقائد ایسے ہونے ضروری ہیں جن کو بیک وقت بدلنے کی سہولت بھی ہو اور صعوبت بھی یہ وصف بدویت کے لیے آسان ہے اور شہریت میں آسان نہیں کیونکہ ایک بدوی کی زندگی میں تغیر اور نقل و حرکت سے زیادہ کوئی چیز نہیں اس لیے کہ وہ ہمیشہ عزم سفر پر پابرکاب رہتا ہے اور بدوی کی زندگی میں ثبات و دوام سے زیادہ کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ آبار اجداد کے زمانہ کا محافظ ہوتا ہے اس کے تمام فخر کا مدار اسی قدیمی اخلاقی ورثہ پر ہوتا ہے جو اس کے لیے اس کے بزرگ چھوڑ گئے ہیں۔

رسالت میں بدویت و شہریت کے حصے

رسالت نبویہ کے لیے فضا کو ساز گار بنانے میں بداوت کا یہی حصہ ہے جو اوپر گزرا اور شہریت کا حصہ اصول استقرار

درہائش، شرعی قوانین، معاملات کی حمایت، اور عوام کی ناراضی کے، جدید تحریکات کے اور انقلابی دعوتوں کے علل واسباب ہیں۔ یہ اسباب انہیں شہروں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جہاں عام طور پر قافلوں کی آمدورفت رہتی ہے خواہ ان کی اچھے مقامات سے آمد ہو یا برے مقامات سے دونوں صورتیں برابر ہیں۔ کسی نبی کی دعوت کے قیام کے سلسلہ میں ان شہروں کا حصہ لگاتار کئی زمانوں میں بھرپور رہتا ہے۔

دعوت نبویہ کے لیے ایک صالح سبب حرم مقدس کا قیام بھی ہے

ایک صالح سبب، جس کی وجہ سے قافلوں والے شہر کسی نبی کی دعوت کے لیے ساز گار ہوتے ہیں، حرم مقدس کا قیام بھی ہے یعنی ایک ایسی مقدس جگہ ہو جہاں آکر باہمی عداوتیں ختم ہو جائیں اور ہر مذہب کے لوگ وہاں آکر سلامتی کے ساتھ گلے مل لیں لہذا یہ سلامتی والا حرم محترم اپنی جائے وقوع کے اعتبار سے ان آثار والے شہروں میں سے ہے جن میں قافلوں کی آمدورفت رہتی ہے اور ان سے دنیا کے ہر گوشہ کی طرف راستے جاتے ہیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ سے ان کی طرف لوگ جوق درجوق آتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں اسی شہر کی (مکہ کی) طرح بالمقابل دو حکومتوں کے شہر آباد تھے جن میں دائمی عداوت رہتی تھی اور ان کی آتش عداوت کو کبھی کوئی چیز ٹھنڈا کرنے والی نہ تھی لگر یہ قافلوں کی آمدورفت رکھنے والے شہر اس سے مستثنیٰ تھے جیسے مغرب میں قیصر کی حکومت میں شہر تدمر اور مشرق میں کسریٰ کی حکومت میں شہر بعلبک تھا انہیں قیاصرہ اور اکاسرہ کی حکومتوں میں ہر زبان اور ہر عقیدے کے لوگ ملے جلے رہتے تھے اور ان میں وہ چیزیں پائی جاتی تھیں جن کا ان میں پایا جانا ضروری تھا یعنی باہمی نفرت وعداوت خواہ یہ انہیں ورثہ میں ملی ہوں یا ان میں شامل ہو جانے کی وجہ سے، یا عام مصالح کی وجہ سے

یا تجارتی تعلقات کی وجہ سے اگر ان میں کوئی ایسی پناہ گاہ نہ ہو جس میں آکر تمام سلامت و محفوظ رہیں اور کوئی ایسا حرم نہ ہو جس میں ہر عابد کے لیے عبادت کی گنجائش اور ہر حاکم کی ادائیگی کے لیے بھی، تو تعلقات کٹ جائیں اور باہر سے آنے والے ان پر لوٹ پڑیں اور تجارت تباہ ہو جائے اور منڈیاں اجڑ جائیں

بعض شہر ایسے بھی ہیں جو ایک ہی قوم پر قائم ہیں لیکن اس میں مختلف قبائل و خاندان ہیں اور ہر موقع اور موسم میں بعض بعض کی گردش کا منتظر رہتا ہے ان کے لیے کسی معلوم موسم میں کسی ایسے ایک موقع کی ضرورت ہے جس میں یہ تمام فرق بھلا دیئے جائیں اور لوگ معاملات و معاونت کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں جنگ و انتقام کے لیے نہیں۔ پس یہ حرمت والا زاویہ صالح اسباب میں سے ایک ایسا سبب ہے جن سے صحرا کے کنارے والے شہر حرمتوں کی حفاظت کے لیے اور بیع و مناسک کے اور تقدس کو سمجھنے کے لیے تیار ہوتے ہیں ان قافلہ والے شہروں کی فضیلت پر پرانے زبانوں سے عبادت کے لیے حرم کی رعایت میں خود لفظ بیعت ہی ایک کافی دلیل ہے اور ان مقدس مقامات میں اور اکرام، توقیر اور رعایت کے تصورات میں بطور ربط کے احترام کا لفظ ہی انہ راہِ دلیل کافی ہے۔

نبوت کا دوسرا صالح سبب

اسی طرح صالح اسباب میں سے باہمی حقوق برقرار رکھنا اور معاملات کے لیے قواعد کا وضع کرنا اور لینے دینے پر، فرائض ادا کرنے نہ کرنے پر اور اطمینان و بھروسہ کے ساتھ غیر موجود کے لیے اور دور کے عزیز کے لیے موجود و قریبی عزیز کے اعمال پر مختلف اور متحد حضرات کی تواضع کرنا بھی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی گمان کرے کہ ان حقوق و قواعد کا جن کو قافلہ والے شہروں میں لوگ پہچانتے ہیں ہر معاملہ میں اور ہر علاقہ میں احترام کیا جائے کیونکہ ان میں صاف گوئی کی بہ نسبت دھوکا زیادہ ہوتا ہے اور امانت کی بہ نسبت خیانت کثرت سے

پائی جاتی ہے لیکن یہ قابل نفرت حالات پر بھی شرکا پر معاملات کو لازم کر دیتے ہیں اور طاقتور شخص علی الاعلان ان کا انکار نہیں کر سکتا اور ان کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ کسی پر زیادتی کر سکتا ہے خواہ وہ اسی جیسا ہو یا کمزور ہو اور محفوظ العزت نہ ہو۔

ایک تاریخی مثال

اس پر تاریخی مثال مکہ معظمہ میں حرب فجار اور حلف فضول وغیرہ ہے اور مکہ مکرمہ قافلہ والے شہروں میں عظیم ہے اور ان کے لیے ایک عظیم نمونہ ہے

حرب فجار کا سبب

حرب فجار میں ہوازن کے نمائندے نے نعمان بن منذر کے قافلہ کو معروف و متفق علیہ دستور کے خلاف اپنی عزت و جاہ کا خیال کرتے ہوئے اور عربی اقوام میں نعمان کے مقام احترام کا اعتبار کرتے ہوئے اجازت دے دی تھی آخر کار اس کی وجہ سے ایک ایسی لڑائی بھڑک اٹھی کہ دونوں گروہوں کے آدمی اس میں بخوشی کود کود کر جانیں دینے لگے تھے حتیٰ کہ بعض نے میدان جنگ سے بھاگنے کے ڈر سے اپنے آپ کو رسیوں سے باندھ لیا تھا۔

حلف الفضول کا سبب

حلف فضول میں حلف کا سبب یہ تھا کہ زبید کا ایک شخص مکہ میں اپنا سامان بیچنے کے لیے لایا اسے عاصی بن وائل نے اس سے خرید لیا اور قیمت نہ دی اس پر زبیدی نے روسار کی جماعت سے مدد مانگی لیکن کسی نے اس کی مدد نہیں کی آخر کار یہ شخص صبح صبح جب سورج نکل رہا تھا کوہ ابوقبیس پر کھڑا ہوا اور چیخ چیخ کر فریاد کرنے لگا اس کی فریاد کے لیے چیخیں سن کر ہاشم، زہرہ اور تیم بن مرہ ابن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور تینوں نے قسم کھا کر یہ عہد کیا کہ وہ مظلوم کی متحد ہو کر ظالم کے خلاف مدد کریں گے جبتک ظالم اسے اس کا حق نہ دیدے پھر یہ تینوں عاصی بن وائل کے پاس گئے

اور اس سے زبیدی کا سامان چھین کر زبیدی کو دے دیا اسی سلسلہ میں ان میں سے ایک کہتا ہے ؎

سیعلم من حوالی البیت انا — بیت اللہ کے آس پاس والے جانتے ہیں کہ ہم ظلم قبول
اباۃ الضیم نمنع کل عار — کرنے والے نہیں اور ہم ہر عار کو روک دینے والے ہیں۔

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ قریش سے پہلے قبیلہ جرہم نے بھی اس قسم کا عہد کیا تھا ان میں سے تین شخصوں فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث نے قسم کھا کر یہ معاہدہ کیا تھا انہیں کے ناموں پر اس حلف کا نام حلف الفضول پڑ گیا پھر قریش نے بھی اپنی قسم کا یہی نام تجویز کیا کیونکہ دونوں قسموں کا مقصد ایک ہی ہے۔

اقوام نے ایک پایۂ تخت قایم کر کے ایک شاندار کارنامہ انجام دیا

اقوام نے جو کچھ سیکھا وہ تھوڑا نہیں کہ ایک ایسا دارالخلافہ قایم کر دیا جس کا دین احتیاط کے ساتھ سب نے قبول کر لیا اور اس میں وہ اس بات کے عادی بن گئے کہ اپنی تمام ذمہ داریوں اور عہدوں کو ایک معبود کی حمایت میں دیدیں یہ قطعاً جائز ہے کہ مختلف خداؤں کا ہونا اور ایک ہی جگہ میں متناقض دعووں کا پایا جانا اور ہر نوع کے عبادت خانوں کا ہونا ماوراء کی طرف لوگوں کی نگاہیں پھیر دے کہ لوگوں نے دین کو دل لگی اور مذاق بنا رکھا ہے خصوصاً ان نوواردوں کی آنکھوں کو جو دیہاتیوں سے گذرتے ہوئے آتے ہیں اور اپنی بساطت پر قایم ہوتے ہیں اور متضاد دعودں سے بچ سکتے ہیں۔

برائیوں کی کثرت دعوات نبویہ کو واجب کرتی ہے

ان شہروں میں قیام دعواتِ نبویہ کو واجب کرنے والی برائیاں بہت ہیں اور زوردار ہیں جوان شہروں کے

علاوہ دوسرے شہروں میں اس قدر کثرت سے اور زور وشور سے نہیں پائی جاتیں دیکھئے ان میں ایک انتہائی زوردار سبب اناج کو ذخیرہ کرنے کی اور گراں فروخت کرنے کی برائی ہے کیونکہ عالمی تجارت اگر یہاں کے اور وہاں کے شہروں پر موقوف ہو تو ہر تجارت شہر میں سرداروں کی ایک قلیل جماعت اور مالداروں کے ہاتھوں میں رہے گی اور مالدار حضرات مال کو منڈی میں نہیں لائیں گے اور چنگیوں کے اور چیزوں کے نرخوں کے گراں کرنے میں کامیاب ثابت ہوں گے اور باربردار گاڑیوں اور سواریوں اور پہرے دار سپاہیوں پر ٹیکس اور مزدوریاں بڑھانے میں بھی اب چیزوں کا ذخیرہ کرنے والے اس موقعہ کو غنیمت سمجھیں گے اور سیدھے سادے لوگوں کو دھوکہ دیں گے اور اصول وشرائع کی تاویلیں گھڑیں گے اور دائیں بائیں جانب سے آنے جانے والوں کو پکڑیں گے اور تاجر اور مال تجارت کو لانے لے جانے والے ان کا کوئی معقول بندوبست نہ کر سکیں گے کیونکہ وہ زمانہ پر قابض ہیں اور ان سے لڑنا کسی ایک حکومت کے بس کا نہیں جب تک کئی حکومتیں متحدہ محاذ قایم نہ کریں یا جب تک لڑائی میں مال خرچ نہ کیا جائے، اور محاصرہ ذخیرہ اندوزوں کے غصب کئے ہوئے مالوں پر اور مزید گرانی بڑھانے کا موجب ہوگا اور کبھی یہ ذخیرہ اندوز لالچ ودھاندلی میں آکر مبالغہ کر گذرتے ہیں کہ بلا ماپے تولے حکومتوں کو ذخیرہ ایک ہی بار دے دیتے ہیں اور بار بار کی زحمت سے بچ جاتے ہیں۔

شہر سلع یا بتراء کا واقعہ

انتیجونس، خلیفۂ سکندر نے اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ اہم شہر کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا یہ شہر سلع یا بتراء کہلاتا تھا انتیجونس نے اس پر دو حملے کئے

لیکن کامیاب نہ ہؤا اور اس پر ترا جان ایک بڑی طاقت کے ساتھ ٹوٹ پڑا اور اسے تباہ کر دیا اور اس سے راستہ بصریٰ کی طرف پھیر دیا اور اس کے آس پاس کے شہروں میں چھوٹے چھوٹے شہروں کے علاوہ کوئی شہر باقی نہیں چھوڑا۔ ان شہروں میں ظلم، بد معاملگی، غرباء سے چھینا جھپٹی اور عدل سے چشم پوشی میں سدوم مشہور تھا اس کے عدل و حکم کے بارے میں معرّی کہتا ہے

وای امریٔ فی الناس الفی قاضیا ولم یمض احکاما کحکم سدوم

لوگوں میں کس نے قاضی پایا کہ اس قاضی نے سدوم کے حکم کی طرح احکام نافذ نہ کئے ہوں۔

تاویل کی ایک مثال

اس فیصلہ کی شریعت کی تاویل گھڑنے کے سلسلہ میں ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے جس کا نام حضور تھا ایک اجنبی مسافر دیکھا جس کے سامان میں اسے ایک رنگین فرش پسند آیا یہ اسے اپنے گھر لے گیا تاکہ وہاں ایک رات ٹھہر جائے اور اس کا وہ فرش چرا کر چھپا لیا پھر جب اس مسافر نے اپنا رنگین فرش اس سے مانگا تو بولا تم نے خواب میں رنگین فرش دیکھا ہے اور خواب میں رنگین فرش دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ تم کسی کھیت میں کاشت کرو گے جس میں قسم قسم کی نباتات پیدا ہو گی پھر اسے قاضی کے پاس لے گیا تاکہ یہ شخص خواب کی تعبیر بتانے کی اسے اجرت دے قاضی نے اس مسافر کے خلاف فیصلہ کر دیا اور اس سے اجرت دلوائی۔

ظلم و تعدی کی دوسری مثال

ایک مثال یہ بھی ہے کہ کسی نے یعازر، خادم ابراہیمؑ کو چرا لیا پھر جب اس نے چرانے والوں کے گریبان پکڑے تو لوگوں نے اسے مارا اور ایک شخص نے اس کے پتھر کھینچ کر مارا اور اسے قاضی کے پاس لے گیا کہ میں نے اس کے فصد کھولی ہے اس کی اجرت مجھے دلوائیے پھر قاضی کے حکم سے اسی نے اسے یہ کہہ کر رہائی دلوائی کہ اس نے بھی اس کے

پتھر مارا تھا اور اس کا خون بہایا تھا پھر اس شخص نے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے اپنی اجرت معاف کر دی تاکہ تو وہ اجرت میرے قرض خواہ کو دیدے۔

سدوم کے قاضیوں کے نام

مشنا میں چند اسماء ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ اس یعازر نے سدوم کے قاضیوں کے جو نام بتائے ہیں وہ اسماء یہ ہیں شقارہ (جھوٹا) شقر اور ہ (مکار و حیلہ ساز) کذبان (غلط کو صحیح رنگ میں دکھانے والا) اور مضل وین (دیانت و عدالت سے ہٹنے والا) اس طرح کی عیاریوں کی اور تدلیس کی حکایتیں کتب مشنا اور مدراش میں کثرت سے منقول ہیں۔

مدین والوں کا سب سے بڑا ظلم و جرم

یہاں قارئین کرام کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ وہ سب سے بڑا جرم جو قرآن کریم نے اہل مدین کا اور حجر کے عام شہروں کا ذکر کیا ہے یہی ہے کہ ان میں لوگوں سے مال چھین لینے کی اور کم ناپ تول کی عادت تھی فرمایا

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝	یعنی ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو رسول بنا کر بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم والو اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی اور معبود نہیں اور پیمانے کو اور ترازو کو گھٹاؤ نہیں میں تم کو خیر (مال) میں دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر ایک دن کے ہمہ گیر عذاب کا ڈر ہے اور اے میری قوم والو پیمانے کو اور ترازو کو پورا پورا رکھو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور ملک میں فساد مچاتے ہوئے نہ پھرو۔

مالداری قسم قسم کے جرائم کی موجب ہے

یہی مالداری ان ذخیرہ اندوزوں کو یہ جنایت

کھینچ لائی ہے کہ انہیں ہر طرح کے فساد پر اکسا رکھا ہے اور ان کے شہروں میں ہر قسم کا فساد کھینچ لائی ہے اور دیہاتی قبائل کے فرزند ان فطرت کی آنکھوں میں ان مفاسد کی برائی خود غرضی جیسے رذائل کی پیدائش ہے اور ان کی اولاد کی جن کو وہ قبائل ان کی فطرت پر محفوظ رکھنا چاہتے ہیں) فطرت کو گندہ کرتا ہے قافلہ والے شہروں میں سے کوئی شہر ان کمینگیوں سے نہیں بچا حتیٰ کہ کتب مدراش کہتی ہیں کہ طوفان نوح اسی لیے آیا کہ آپ کی قوم میں خود غرضی کے جرائم گھس آئے تھے اور یہ بیت المقدس میں تو عام تھے جس زمانہ میں حزقیال نبی نے اپنی قوم کو جلاوطنی سے یا گرفتاری سے اور گھروں سے دھتکار کر نکالے جانے سے ڈرایا تھا۔

نبی کے بکریاں چرانے میں کوئی گہری حکمت ہے

بہر حال انہی تمام اسباب نے قافلہ والے شہروں کو انبیاء کی دعوتوں کے لیے تیار کیا کیونکہ نبوی دعوت ایک ایسی دعوت ہے جس کے اسباب آبادی وصحراء کے درمیان فراہم ہوتے ہیں اور اس کے لیے دونوں کا سنگم ضروری ہے اور وہ آبادی وصحراء کی صفات کی محتاج ہے آخر کسی گہری ہی حکمت کی وجہ سے نبی صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں اور کسی گہری حکمت ہی کی بنا پر قافلوں والے شہر میں نبی نوع انسان کی تاریخ میں ممتاز شخصیتیں پیدا ہوئیں دیکھو حکماء اور عابد کنفشیوس اور لوذا (بدھ) کی قسم کے چین وہند میں پیدا ہوئے لیکن ان ملکوں میں انبیائے کرام اور رسل عظام نہیں پیدا ہوئے کیونکہ نبوت ورسالت کی امانت اور ہے اور اصلاح وتعلیم کی اور ہم نے ایسا جوش عقیدت جو سرتاپا وجدان کو بھر دے اور پوری زندگی کو اپنے رنگ میں رنگ دے کہیں نہیں پایا جیسا ہم نے ان پیغمبروں کی تعلیمات میں پایا جو ان قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے جو دنیا کے اس درمیانی حصہ پر رہتی ہیں انہوں نے

انبیائے کرام سے عقائد اس طرح سیکھے گویا وہ زمین کو آسمان سے اس طرح ملا رہے ہیں جیسے گوشت اور خون ملا ہوا ہے اور وہ ان عقاید کو محض ادب و معرفت کا ایک نشان یا نصوص شریعت کی اور نظام شرع ایک نص یا سلوک کی راہوں میں سے ایک راہ ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ کچھ اور ہی سمجھتے تھے۔

تواریخ کس طرح پڑھائی جائے

میرا خیال ہے کہ اگر ہم مشرقی عرب میں اس حقیقت کی روشنی میں دینی تواریخ پڑھانے لگیں اور ان تواریخی حقائق کو شروع ہی سے پیش نظر رکھیں تو عجلت پسند حضرات (جو کبھی تو انکار کیا کرتے ہیں اور کبھی غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں) انکار و تردید کی جرأت نہ کریں بلکہ ان کے لیے ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح دینی دعوتوں میں تسلسل قایم کرنا آسان ہو جائے اور یہ بھی کہ تاریخ کی خالی جگہ کو پر کر دیں اور جہاں خالی جگہ نہ ہو وہاں جگہ کو خالی کرنے کی کوشش نہ کریں بعض فلکی علماء نے بڑا کر کے دکھانے والی دوربینوں کی ایجاد سے پہلے مجہول تاروں کے مقامات معلوم کر لیے تھے کیونکہ انہوں نے مداروں اور نجموں کے حساب سے فلک میں ان کے مواقع کا اندازہ لگا لیا تھا اسی طرح بعض کیمیا دانوں نے ان عناصر کے مقامات معلوم کر لیے تھے جو طبیعیات میں نہیں پائے جاتے تھے کیونکہ انہوں نے موجودہ عناصر میں ذرات کا اور ان کے اندر نواۃ کا اندازہ لگا لیا تھا۔

تسلسل تواریخ اور مقامات دعوت کا سراغ منکرین خلیل کی تردید کرتا ہے

اگر ہم دعوتوں کے تسلسل کا، ان کے مقامات کا اور ان کی تاریخوں کا سراغ لگائیں تو شک کرنے والوں کو یہ کہنے کی جرأت ہی نہ ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کا

وجود فرضی وجود ہے بلکہ انہیں کہنا پڑے گا کہ یہاں ایک ایسی جگہ ہے جسے ابراہیمؑ ہی بھر سکتے ہیں اور وہ بحث و مقارنت کے ذریعہ اور مقدمات سے نتائج نکال کر اور، اشور، بیت المقدس، جاشان، بتراء اور مکہ معظمہ میں ربط پیدا کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں اور آخیر کڑی اول کڑی پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ وضع و زمانہ کے اعتبار سے اول آخیر پر مقدم ہے ان تمام دعوتوں میں سے ہر ایک دعوت میں ایک رسول کی شخصیت کا ہونا ضروری ہے اور شہریت و بدویت کے دو عنصروں کا ہونا بھی ضروری ہے اور اجزا کی تکمیل بھی اور کٹے ہوئے اجزاء کا ملنا بھی لازمی ہے اور اپنے واحد طریقہ پر منازل ادوار کا عام ہونا بھی اس کا واحد طریقہ اُس طریقہ سے جسے دعوتوں کے اسباب نے وقتاً فوقتاً فراہم کیا ہے زیادہ عمدہ اور بہتر نہیں جیسے علم الافلاک میں تاروں کے مواقع متعین ہیں اور علم کیمیا میں عناصر کے۔

وجود خلیل کے لیے ایک جدید معیار

یا شاید ہم قریبی راہ سے نتیجہ تک پہنچ جائیں جبکہ ہم قیاس تاریخ پر اُس معیار کے ذریعہ بھروسہ کریں جو غلطی کو قبول نہیں کرتا وہ معیار یہ ہے کہ واقعات کو واقع اور عقل کے مطابق جانچا جائے یہ معیار حساب کے عملوں کے معیار کے مشابہ ہے اور صحیح و غلط میں فرق کر دیتا ہے ہمارا فرض ہے کہ جب کسی تاریخی واقعہ کا جائزہ لیں یا تاریخی واقعات کی کسی کڑی کو جانچیں تو اپنے دلوں سے یہ پوچھیں۔ کہ اسے کس طرح واقع ہونا چاہیے تھا پھر جب ہم اپنے لیے اس ترتیب پر جسے عقل قبول کرتی ہو اور واقع کے مطابق بھی ہو اس کا ایک خاکہ تیار کر لیں تو یہی خاکہ اس کی صحیح صحیح جانچ ہے اور جو کچھ اس سے نتیجہ معلوم ہو وہ اس طرح صحیح ہے جس طرح تاریخ کا وہ مستند حادثہ صحیح ہوتا ہے جو مشاہدہ میں نہ آیا ہو۔

دعوات نبویہ کے حقدار دجلہ و فرات ہی کے شہر ہیں

جب نبوت کی دعوتیں قافلہ والے شہروں کے ساتھ وابستہ ہیں تو قدیم زمانہ میں دجلہ و فرات کے شہروں سے کوئی دوسرا شہر ان دعوتوں میں سے ابتدائی دعوت کے لیے اولیٰ نہیں پھر اپنے اپنے مراتب درجات و وقوع کے اعتبار سے بین الاقوامی راستوں کے اعتبار سے اور مختلف تمدنوں کے مظاہر کے اعتبار سے دوسرے شہر ہیں

سابق حکومتوں کا مشہور نظام

لہٰذا دجلہ و فرات کے مابین پرانی حکومتوں کا علم سیاست میں مشہور نظام، نظام حکومات المدائن ہی تھا کیونکہ یہ چار یا پانچ بڑے صوبوں پر قایم تھا جن کو وہ میدان گھیرتا تھا جہاں ان کے اور ان کے جانوروں کے لیے کھیتی باڑی ہوتی تھی یا ان کے جانور گھاس چرتے تھے اور منزل در منزل اس سے قافلے آتے جاتے رہتے تھے ہو سکتا تھا کہ کوئی ایک حکومت تھوڑی سی مدت میں ان تمام صوبوں پر غالب آ جائے جیسے یہ ممکن تھا کہ ہر صوبہ اپنی اپنی مستقل حکومت قایم کرے لیکن دونوں صورتوں میں یہ ایسے صوبے ہوتے تھے جن کو جنگل گھیرتا تھا اور ہر صوبہ میں تجارتی مال دنیا کے انتہائی حصوں سے اس کے انتہائی حصہ تک پہنچتا تھا پرانے زمانہ میں تجارت کا یہی طریقہ تھا۔

قافلہ والے شہروں کی ترتیب

دجلہ و فرات کی وادی میں اور تمام دنیا میں ان شہروں کی ترتیب اپنے اپنے درجات و جائے وقوع کے مطابق جنوب میں شہر اور سے شروع ہوتی ہے اور شمال میں شہر اشور تک ختم ہو جاتی ہے پھر مغربی جنوب میں

فلسطین اور خلیج عقبہ کے شہروں تک پھر حجاز تک پہنچتی ہے جہاں شمال وجنوب کے قافلے مل جاتے ہیں۔

شہر اُور کی اہمیت ان شہروں میں شہر اور اہم ہے کیونکہ اس کی تجارت کے راستے خشکی سے بھی ہیں اور تری سے بھی اور اس کے تجارتی تعلقات مغرب سے لے کر مشرق تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک جنوب وشمال کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔

دوسرے درجہ میں اشور کی اہمیت پھر اپنے جائے وقوع اور مرتبہ کے اعتبار سے شہر اشور ہے کیونکہ یہ جنوب سے تجارتی مال لاکر اپنے ماحول پر تقسیم کرتا ہے اور اس کے قافلے انتہائی شمال تک یورپ کے علاقہ تک جاتے ہیں کی جیسے ایشیائے کوچک اور مشرقی یورپ تک جاتے ہیں۔

دعوت خلیلیہ کا آغاز اور اس کی ہجرت کی جگہ دعوت ابراہیمؑ کا آغاز شہر اور سے ہوا اور یہ دعوت شہر اشور منتقل ہو کر پہنچی اس تیز نقل وحرکت میں اسے طویل قرار نصیب نہیں ہوا وہاں دعوت نبویہ کا آغاز ہوا جس کے لیے عربی قدیم اقوام کے وطنوں میں ان مقامات کے علاوہ دیگر مقامات میں کوئی نظیر نہیں

دعوات نبویہ میں ترتیب زمانی اور ترتیب مکانی دونوں موجود ہیں

اس دعوت میں ترتیب مکانی کی طرح ترتیب زمانی بھی پائی جاتی ہے چنانچہ اشور سے جبرون یا بیت المقدس تک، خلیج عقبہ کے شہروں تک اور حجاز کے مقدس شہر تک اس کا دورہ ہے اور حجاز اس کے دورے کی انتہا ہے

عُشر کا تقرر مکہ کی تاریخ میں ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے زمانہ سے قبل مضاض بن عمرو نے شمال سے مکہ میں آنے والوں پر

عُشر (۱/۱۰) مقرر کر دیا تھا اور سمیدع نشیبی مکہ کی طرف سے آنے والوں سے عُشر لیا کرتا تھا۔

عہد قدیم میں ہے کہ خلیل اللہ نے صاحب بیت المقدس کی خدمت میں عُشر پیش کیا کیونکہ وہ بڑے معبود کا اور اس کے بڑے معبود کا کاہن و متولی تھا۔

قافلہ والے شہروں کا نظام ایک ہی تھا

جنوبی شہروں میں رونق کی وجہ قافلہ والے شہروں میں ایک ہی نظام پر یہ دونوں علیحدہ علیحدہ تاریخیں دلالت کرتی ہیں اس کے بعد نبوی دعوتیں قافلہ والے شہروں کے مرتبہ کے اور جائے وقوع کے مطابق ہلال خصیب اور جزیرۂ عرب کے مکامات میں لگاتار آتی رہیں پھر چونکہ دعوت نبویہ کی تاریخ کا آغاز اور سے ہوا پھر یہ اشور تک پھر بیت المقدس تک پھر جنوبی شہروں تک گئی اس لیے یہ جنوبی شہر انتہائی پھلے پھولے تھے اور ان میں انتہائی بگاڑ بھی تھا اور ان کا پھیلاؤ در ہولناک حوادث سے ان کی تباہی پر ختم ہوتا ہے ان کے کھنڈرات میں بقیہ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں باہمی روابط و معاملات تھے چنانچہ بترا میں ان سیاہ پتھروں کی محرابیں ہیں جو آسمان سے گرے تھے اور یہاں بنت یا ربۂ مصریہ (ایزلیس) کا بت خانہ ہے۔

ایزلیس کیا ہے؟ کیا یہ وہی عزیٰ ہے جس کی ایک زمانہ تک جنوب میں پرستش کی گئی؟

خواہ وہ ہو یا نہ ہو لیکن جن راویوں نے مکہ میں کعبۂ اقدس میں بتوں کے ظہور کی تاریخ بتائی ہے انہوں نے مصری آثار نہیں پڑھے تھے اور نہ وہ آثار عتیقہ پڑھے تھے جن کا ہمارے ہم عصروں نے بیسویں صدی میں

مطالعہ کیا ہے تاہم انھوں نے بتوں کی یہ تاریخ بتائی ہے کہ اپنے زمانہ میں مکہ کا سردار عمرو بن لحی ملک شام گیا تھا اور وہاں سے اپنے ساتھ کئی بت لایا تھا اور حجاز میں اولاد اسمٰعیل بت پرستی کی اس قدر عادی ہو گئی تھی کہ جب کبھی وہ حرم سے دور جاتے تھے تو تبرک کے طور پر اپنے پاس مقدس پتھر رکھ لیا کرتے تھے پھر جب اس پر ایک طویل زمانہ گذر گیا تو تبرک سے پرستش پر اتر آئے۔ ان کی اس روایت کی حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے ماننے والوں کے افعال سے تصدیق ہو جاتی ہے اور دوسرے مقامات میں دیگر تمام انبیائے کرام کے ماننے والوں سے بھی اس طرح وہ ایک معبود کی پرستش سے ہٹ کر پتھروں، مجسموں، مورتیوں اور طرافین کی پرستش کی طرف آئے۔

نبطیوں اور مکیوں میں متعدد روابط قائم تھے

یہ تمام باتیں صحیح ہوں یا نہ ہوں

اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی، ثقافتی، لغوی اور تجارتی رابطہ بنطیوں اور مکیوں میں ہمیشہ قائم رہا اور کبھی منقطع نہیں ہوا اگر ہم دینی تاریخ کے رجامع اور مانع ہونے کے نقطۂ نظر سے راستہ پر چلیں پھر مانع اور جامع ہونے کے نقطۂ نظر سے اسی راستہ پر چلنا چاہیں تو ہم ابتداء سے لے کر انتہا تک نہایت سیدھا اور پائدار راستہ جنوب عراق میں اور سے لے کر وسط حجاز میں مکہ تک کوئی اور راستہ نہیں پاتے۔

جب تاریخ اس صورت پر عقل و واقع کے مطابق یا اس حیثیت سے کہ واقعہ کو اسی طرح ہونا چاہیئے، کسی واقعہ کا خاکہ تیار کرے تو اس میں شک کی کوئی وجہ نہیں بلکہ عقل کا زبردار تقاضا تو یہ ہے کہ ہم تاریخ کی راہ سے یقین کے اسباب کا سراغ لگائیں۔

نبوت

علم الافلاک کا سراغ

تاریخی کھوج لگانے والوں نے بابل و اشور کے آثار عتیقہ میں لوہے کی تختیوں پر ایسے بہت سے کلمات پائے ہیں جو قدیم علم الافلاک کی اصطلاحیں ہیں ان میں منازل و بروج کے اسمار بھی شامل ہیں اور کواکب و نجوم کے مجموعے بھی۔

مباحث تورات و تواریخ کی انبیاء پر خصوصی توجہ

آثار بابلیہ اور اشوریہ میں اکثر غور کرنے والے مباحث تورات اور تواریخ انبیاء پر خاص توجہ دیتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق عہد خلیل میں سرزمین بابل سے ہے پھر عہد خلیل سے ایک ہزار سال کے بلکہ اس سے بھی زیادہ سالوں کے بعد تک گرفتاری کے زمانہ سے ہے لہذا یہ تعلق بہت ہی پرانے اثری زمانوں سے لے کر جدید ترین اثری زمانوں تک پھیلا ہوا ہے یعنی عہد خلیل کے ماقبل سے لے کر عصر میلاد کے مابعد تک ہے لہذا مفتیش عہد قدیم کی عبارتوں کا مسماری کلمات سے مقابلہ کرتے ہیں خصوصاً ان کلمات کا جو آسمانی احوال کے لیے استعمال کئے گئے ہیں پھر وہ مختلف کلموں کے پاس جن سے وہ گذرتے ہیں ٹھہر کر ان میں غور و خوض کرتے ہیں اور ان کے ظاہری معانی کے سوا دوسرے معانی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

کیا بعض عبری نبی علم الافلاک میں ماہر تھے؟

ان میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ بعض عبرانی نبی علم الافلاک کے ماہر تھے اور ان نصوص سے جن میں ان کی نبوتوں کی خبریں درج ہیں قطعی طور پر یا ترجیحی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم الافلاک سے واقف تھے (انبیاء علم لدنی کے ماہر ہوتے ہیں علم الافلاک کے نہیں)

کیا خلیل اللہ کی منازل فلک کی طرف نسبت اتفاقی ہے

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ ایسی نصوص محفوظ نہیں جن کے الفاظ حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب ہوں اور یہ بھی واضح ہے کہ منازل فلک اتفاقی نسبت پر محمول نہیں کی جا سکتیں یہی وہ ہے جس نے یعقوبؑ کی نبوت کی خبر دن کو کمزور بنایا لہذا انہوں نے ان کا اپنی اُن معلومات سے جو انہیں سمیری لغت سے حاصل ہوئی ہیں مقابلہ کیا اور ان میں سے وہ چیزیں چنیں جو طوالع فلکیہ کے زمرے سے ہیں اور یہ وہ طوالع ہیں جو سفر تکوین کی انچاسویں اصحاح میں ہیں ان میں حضرت یعقوب اپنے بیٹوں کو ان واقعات کی خبر دیتے ہیں جو ان کو آخری زمانہ میں پیش آئیں گے اس سے اُنہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِن کے الفاظ و منازل فلک میں موافقت اتفاقی نہیں۔

حضرت یعقوب کی بیٹوں کے بارے میں پیشین گوئی

وہ اصحاح جس پر ان کی زیادہ تر بحث کا مدار ہے کلام یعقوب میں یہ ہے "اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو ان باتوں کی خبر دوں جو تم کو آخری ایام میں پیش آنے والی ہیں اے یعقوبؑ کے بیٹو. جمع ہو جاؤ اور سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگالو.....

"اُوبین تو میرا پہلوٹا ہے، تو میری قوت ہے اور میری پہلی شہ زوری ہے اور تو عزت و رفعت میں افضل ہے اور اس پانی کی طرح ابلنے والا ہے جو منقطع نہیں ہوتا... شمعون اور لاوی دونوں بھائی بھائی ہیں، ان کی تلواریں ظلم کے آلے ہیں اے میرے نفس ان کی مجلس میں داخل نہ ہو اور اے میرے دل ان کے مجمع میں شامل نہ ہو کیونکہ ان دونوں نے اپنے غصہ میں ایک آدمی کو مار ڈالا اور اپنے عزور میں ایک بیل کی کونچیں کاٹ ڈالیں...

یہوداؔ اپنے کو اس سے بچانا کہ تیرے بھائی تیری تعریف کریں یہوداؔ شیر کا بچہ ہے جو شیر و شیرنی کی طرح دو زانو گھات میں بیٹھا ہے کون اسے اٹھائے؟ یہودا کی لکڑی اس کے پاس رہے گی اور حاکم... اس کے پیروں کے درمیان رہے گا حتیٰ کہ شیلون آجائے قومیں اس کے پاس جمع ہوں گی وہ انگور سے اپنی گدھی باندھے گا اور اور گدھی کا بچہ اس کے خوشہ سے۔ وہ شراب سے اپنا لباس دھوئے گا اور انگور کے خون سے اپنے کپڑے دھوئے گا۔ زبولونؔ ساحل دریا پر مقیم ہوگا یساکر ایک لحیم و شحیم گدھا ہے جو باڑوں کے درمیان دو زانو بیٹھا ہے داؔن کا خاندان ایک اسرائیلی قبیلہ کی طرح دیندار ہوگا داؔن راہ پر اژدہا ہوگا اور گھوڑے کی ایڑیوں کو ڈسیگا تو اس کا سوار پیچھے کو گرے گا جادؔ کو لشکر دھکیلے گا لیکن آخر کار وہ غالب ہوگا۔ اشیر کی روٹی گھی والی ہوگی اور وہ سلاطین والی اچھی خوراکیں دے گا۔ نفتالی ایک چھوٹا ہوا ہرن ہے جو پُر لطف باتیں کرے گا یوسفؑ ایک پھلدار درخت کی شاخ ہے جو نہر پر قایم ہے پھر تیر اندازوں نے اسے کڑوا کر دیا اور اس پر تیر برسائے اور اسے بے قرار کر دیا لیکن وہ اپنی مضبوط کمان کی وجہ سے جما رہا اور اس کے بازو مضبوط رہے۔ بنیامینؔ بھیڑیا ہے جو صبح کو شکار کرتا ہے اور اسے کھاتا ہے اور شام کو لوٹا ہوا مال بانٹتا ہے۔

طوالع میں ہر اسم مخصوص برج کا توافق

ان طوالع کا درس و تدریس کے، تحقیق و تدقیق کے اور ان کتابوں کے ذریعہ مطالعہ کیا گیا ہے جن کا خلاصہ اریک بروز نے اپنی کتاب طوالع یعقوب و بلعام (The Aracles of Jacob & Balaam By Eric Burrows) میں بیان کیا ہے ان طوالع میں قبائل کے اسماء میں سے ہر اسم کے

اور آسمانی برجوں میں سے ہر برج کے درمیان ایک مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ راؤبین جو پانی کی طرح ابل رہا ہے برج دلو کے بالمقابل ہے اور بدرائش تکوین میں آتا ہے کہ اس کے باپ نے اس سے کہا کہ تیر انفس ڈول بنایا گیا ہے اور منطقۃ البروج میں برج دلو کی شکل ایک ایسے شخص کی سی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے اور ایک ہاتھ میں اس کے اوندھا پیالہ ہے تاکہ اس سے پانی بہا وے اور راب (بڑھنے والا) اور راؤبین میں صنعت تجنیس ہے۔ شمعون اور لاوی دو بھائی ہیں یہ طالع جڑواں برج کی طرف اشارہ کرتا ہے یہ لڑائی کے معبود کا برج ہے اور بابلیوں کے نزدیک تیرانداز ہے یہ دو جڑواں بچوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کے دونوں ہاتھوں میں خنجر ہے اور دوسرے کے دونوں ہاتھوں میں درانتی کی طرح ایک ہتھیار ہے اسی کی طرف یہ لفظ اشارہ کرتا ہے کہ ان دونوں کی تلواریں ظلم کے آلات ہیں اور لفظ عرقبۃ الثور (بیل کی کونچ کو زخمی کرنا) برج ثور کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے پیچھے آسمان میں برج توأم ہے گویا یہ جڑواں بچے اسے ہانک رہے ہیں اور پیروں کو زخمی کر رہے ہیں اور یہودا شیر و شیرنی کا بچہ ہے اس سے برج اسد کی طرف اشارہ ہے یہ بابلیوں کے نزدیک دو برج ہیں ایک برج اسد یعنی ارجول ہے اور دوسرا ارماح اور وہ دب اکبر کے تاروں میں سے ایک تارا ہے اور برج میں امام اسد ملک کی علامت ہے۔ Seonis Rogulus اسی کی طرف لکڑی سے اشارا کیا گیا ہے جس کے ذریعہ بادشاہ مطیع ہوں گے۔ زبولون ساحل دریا پہ مقیم ہوگا اس سے برج حوت کی طرف اشارہ ہے یہ بابلیوں کے نزدیک دو علیحدہ علیحدہ انگلیوں کی شکل پر ہے جن میں سے ایک دجلہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور ایک فرات کی طرف۔ یساکر ایک لحیم شحیم گدھا ہے جو باڑوں کے درمیان بیٹھا ہے اس سے برج ثور کی طرف اشارہ ہے

اور بحث کرنے والے سرخ رنگ اور لیشاکر یا یساکر میں تشابہ بتاتے ہیں
عربی میں یحمور جنگلی گدھے کو اور ہرن کو کہتے ہیں۔ دان راہ پر اژدہا ہے
جو گھوڑے کی ایڑیوں کو ڈس لیتا ہے یعنی شمالی اژدہے کی شکل کا ہے
یا اژدہے کی گردن کی شکل کا اس کی جائے وقوع برج عقرب کے شمال
میں ہے اور گھوڑے کی ایڑیوں کو ڈسنے سے ان شتر مرغوں کی طرف اشارا
ہے جو گھاٹ سے نکل رہے ہوں ان کی شکل سنتاؤر کی سی ہے جس کا جسم
گھوڑے کا سا اور سر انسان کا سا ہے اور اس کے سر کے آگے اور پیچھے
اسلحہ رکھے ہوئے ہیں یہ جاد کے طالع کی بھی تفسیر ہو سکتی ہے جو دان
کے بعد آیا ہے یعنی جاد کو لشکر اس کے پیچھے کی طرف سے دھکیلے گا۔
اشیر کا طعام روغنی ہے۔ عبرانی لفظ لحم ہے اس سے برج سرطان کی
طرف اشارا ہے اس کے پاس بادشاہ کی علامت ہے اسی لیے
یہ لذات سلاطین عطا کرتا ہے۔ غرضیکہ اسی طرز پر علمائے آثار عتیقہ
ان طوالع کی تفسیر کرتے ہیں ان میں سے بعض تفسیریں تو قرین قیاس ہیں
اور بعض بعید از عقل ہیں اور حق سے ہٹی ہوئی ہیں کیونکہ جناس لفظی کا ربط
کہیں تو مدلول فلک سے ہے اور کہیں مدلول نسب و تاریخ سے بہرحال
تمام تفسیریں تکلف سے خالی نہیں۔

طوالع کی تحریر کے زمانہ میں علم فلک کا چرچا

اسی طرح انہوں نے طوالع بلعام میں کیا ہے جیسا کہ سفر عدد کی ۲۳ ویں
اور ما بعد والی اصحاح میں آتے ہیں یہ طوالع سات کے عدد کی تکرار پر
شامل ہیں اور ثور، حمل، ظبی اور اسد کے ناموں پر بھی اور غیر اسرائیلی
اقوام کے طوالع پر بھی۔ انہوں نے فلکی اصطلاحوں کو پچھلے انبیاء کے

اقوال کے موافق بنانے کی کوشش کی ہے اس سے کم از کم اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان طوالع کی تحریر کے وقت لوگوں کو فلکی اصطلاحات کا علم تھا اور ان میں عام طور پر ان کا چرچا تھا خواہ یہ طوالع ان انبیاء کے زمانہ میں لکھے گئے ہوں جن کی طرف ان کی نسبت ہے یا ان کے بعد لکھے گئے ہوں جیسا کہ بعض طوالع کے متعلق یہی تحقیق ہے یا یہ امر منکشف ہوا ہے کہ عنقریب یہی تحقیق سے ثابت ہونے والا ہے۔

اگر یہ تمام یا بعض بیانات صحیح ہوں تو یہ بھی ان موضوعات میں سے ایک موضوع ہے جن میں علم آثار قدیمہ، اخبار تواریخ اثریہ اور اخبار تواریخ قدیمہ موافق ہیں کیونکہ ان تواریخ کا اس پر اجماع ہے کہ پہلے انبیائے کرام کو تاروں کی معرفت حاصل تھی۔

عقل باور کرتی ہے کہ انبیاء کو تاروں کا علم ہو

ہم ان مبالغوں سے قطع نظر کرتے ہیں جو یوسیفوس کے مفاخر کے اور اس کے اس دعوت کے زمرے سے ہیں کہ ابراہیمؑ ہی نے مصر کے یہودی علماء کو تاروں کے اسرار اور فلک کا حساب سکھایا تھا کیونکہ اس مسئلہ میں پوری خبر تواریخی اور روایتی نہیں کیونکہ تواریخ و روایات کے بغیر ہی عقل باور کرتی ہے کہ خانہ بدوش قبائل کے رڈ بسار کو تاروں کے جائے وقوع کا اور افق کے مطالع کا اور انوار کے نکلنے کا علم ہو۔ پہلے انبیاء اپنے قبیلوں کے سردار ہوا کرتے تھے اور کوئی قبیلہ ان کے مشورے کے بغیر نہ سفر کرتا تھا اور نہ اقامت گزیں ہوتا تھا۔ اور بابل میں جہاں لوگ تاروں کے منتظر رہتے تھے اور کھیتی کے اور بارش کے موسموں کا ان سے تعلق قائم کرتے تھے، انبیاء کا مقام اس لائق ہے کہ انہیں بھی تاروں سے دلچسپی ہو تاکہ عبادت کے سلسلہ میں ان سے بحث و مباحثہ کر سکیں اور معاشی معاملات میں بھی غور و فکر کر سکیں

راگر تاروں کے علم سے اصطلاحی علم نجوم مراد ہے تو یہ انبیائے کرام کی شان کے لائق نہیں اور اگر تاروں کا علم سمتیں اور اوقات معلوم کرنے کے لیے ہے تو بلا شبہ یہ انبیاء کی شان کے لائق ہے، قرآن کریم میں موجود ہے کہ حضرت ابراہیمؑ تاروں میں غور و خوض کیا کرتے تھے اور حضرت یوسف خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے اور حضرت موسےؑ کاہنوں کے جادو سے آگاہ تھے (کاہنوں کے جادو سے حضرت موسٰیؑ کا واقف ہونا قرآن سے ثابت نہیں ہاں مقابلہ ثابت ہے) آثار عتیقہ ان پر ایک تحریری سند لے آتے ہیں جو ان خبروں کی تفصیلات ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے ممکن ہے یہ تحریری سند اس وقت کو بھی معین کر دے جس میں انبیاء کے طوالع لکھے گئے کیونکہ تاریخ بابل میں فلک پر برجوں کی تقسیم ہنگاموں کے زمانہ میں پیش آئی ہے جن میں سے بعض ہنگامے تقریبی طور پر محدود و معین بھی ہیں۔

نبوت و کہانت میں فرق

عربی نسل میں نبوت و کہانت میں حد فاصل کی نشاندہی کر دی گئی ہے یا گویا خط کھینچا ہوا ہے تو گویا انبیاء عربی اقوام میں وہ پہلے اشخاص ہیں جو دینی مسائل کے مہتمم ہیں اور ریاست کے مطلوبہ مسائل میں بھی دنیوی کاموں میں حصہ لینے والے ہیں جن میں علم نجوم (یعنی تاروں سے واقفیت) بھی شامل ہے پھر نبی کے اعمال اور کاہن کے اعمال الگ الگ ہو جاتے ہیں اور کبھی ان میں دشمنی بھی پیدا ہو جاتی ہے جیساکہ ہم نے اس مسئلہ پر کسی دوسری فصل میں روشنی ڈالی ہے لہذا کہانت ایک پیشہ ہے جو بسا اوقات نبوت سے مقابلہ کرتا ہے اور یہ نبوت و کہانت میں سب سے

بڑا فرق ہے یعنی کہانت ایک پیشہ ہے اور نبوت پیشہ نہیں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے نبوت کے کاموں کے لیے کسی کو نبی مقرر کیا ہو جیسے کہانت کے کاموں کے لیے اکثر کاہن مقرر کئے جاتے ہیں۔

نبوت، جو خاص طور سے کہانت سے علیحدہ ہے، غیر عربی نسل میں بار بار نہیں آئی روئے زمین پر کوئی چھوٹا یا بڑا دین ایسا نہیں جس کا مورخ مبدا تاریخ سے لے کر کاہنوں کے عملوں تک حوالہ نہ دے سکتا ہو اور ہر کہانت ایک پیشہ ہے جو محل و قابل تعیین ہے۔

لیکن انبیاء کے دینوں کا وجود غیر عربی نسل میں نہیں اور انبیاء کے دینوں میں اور دوسرے دینوں میں یہ فرق ہے کہ نبی کو کوئی معین نہیں کرتا اور نہ وہ کسی کے حکم سے اٹھتا ہے اس کے اٹھنے کا تو ایک ہی باعث ہوتا ہے اور وہ اس کے دل کے اندر اس کے خالق کی وحی ہے اور وہ ان عبادتوں کو مٹانے کے لیے آتا ہے جن کے شعائر و رسوم کاہنوں نے قایم کر لیے ہیں اور جو خود معین کئے ہوئے اور خط کشیدہ ہیں نبی اپنے اختیار سے نہیں ہوتا اور کاہن اپنے اختیار سے ہوتا ہے۔

تعیین و اختیار کے فرق کے علاوہ (جو ہر اعمال میں نبی اور کاہن کے درمیان بڑا وسیع فرق ہے) کاہن شعائر، رسوم اور اشکال پر مسلط و حریص ہوتا ہے اور ان میں اپنے ساتھ کسی کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتا لیکن نبی کے دل میں ان شعائر، مراسم اور اشکال سے پہلے روح و حقیقتِ دین ہوتی ہے نبی کی سمت بشری ضمیر ہے اور اس کی غرض بشارت دینا اور ڈرانا ہے اور کاہن کی سمت اجتماعی نظام، حکومت کے قوانین اور وہ تمام مسائل جو بظاہر ان کی طرف لوٹتے ہیں یا فی الجملہ عامہ ہیں بڑے بڑے دین مخصوص و معین علماء سے خالی نہیں رہتے جو لوگوں کو سیدھی راہ پر چلاتے ہیں اور راہ سے بھٹکے ہوؤں کو اللہ کے غصہ سے

ڈراتے ہیں
کاہنوں کا معبود کچہری کے جج کی طرح ہے جو حکومت کے مقررہ نظام کے موافق احکام جاری کرتا ہے اور کاہن شریعت پر محاسبہ کرنے کے سلسلہ میں اس کا سکرٹری ہے یہ سب نظام واجتماع کے مسائل ہیں اور سب مراسم وفرامین ہیں لیکن نبی جس عالم کا ہمارے سامنے نقشہ کھینچتا ہے وہ بمنزلہ ایک زندہ خاندان کے ہے اور اس عالم پر اللہ تعالےٰ قائم ہے کیونکہ وہ عالم میں اپنی ہر مخلوق سے قریبی تعلق رکھتا ہے اور اس کی ہر مخلوق اس کی رضا اور غضب کی مرہون ہے نبی اپنی دعوتِ دین میں ایک عظیم شان رکھتا ہے جو اجتماع و حکومت کی شان سے مقدم ہے اس کی اہم اور صحیح ترین شان وہ ہے جس کا تعلق ضمیروں اور نیتوں سے ہوتا ہے۔

نبی اپنی دعوت میں ایک زندہ شان رکھتا ہے اور اپنے فرائض ادا کرنے میں اذیتیں سہتا ہے اور طرح طرح کے دکھ اٹھاتا ہے لیکن کاہنوں کا یہ حال نہیں ہوتا وہ تو آرام سے رہتے ہیں اور ان کے اعمال مقرر و مسلم ہیں اور لوگوں سے ان کا تعلق مصالح اور کاموں کے ذریعہ ہے۔

گمشدہ اشیاء کا سراغ

یہاں آکر ہم قبیلہ کی طرف لوٹتے ہیں خصوصاً اس قبیلہ کی طرف جو خطرے سے خواہ کوئی خطرہ ہو آگاہ ہے چہ جائیکہ وہ دائمی خطرہ جو زندگی کو اور مابعد الحیات کو بھی گھیرے ہوئے ہوا ہو۔ متمدن و مہذب شہروں میں کسی مصلح یا معلم یا کاہن کو عصبیت یا خاندانی نخوت سے بالاتر ہونا چاہیے یہ چیزیں تو ان میں پائی جاتی ہیں جو ہر ذوق و ہر علاقہ میں ان کے عادی ہوتے ہیں اور اپنے اور لوگوں کے درمیان ان کے سوا کوئی اور حالت پہچانتے

ہی نہیں جب یہ سانچہ تمام قافلہ والے شہروں کے آس پاس رسالت کی بعثتوں کے لیے لازم ہے تو اگر ہم اس کے رازوں میں سے کسی راز کو گم پائیں گے تو کھوئی ہوئی شے پالیں گے اور اگر اس کے سابق والا حق میں ربط کٹ جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے کھوجوں کا کس طرح سراغ لگائیں اس طرح ہم گمراہی پر ہاتھ پیر نہ ماریں گے اور چلنے والے کے لیے حیرت انگیز شکوک کے سلسلہ میں بحث میں پڑ کر اپنا وقت ضائع نہ کریں گے جن کا اس آباد راستے پر کوئی موجب نہیں۔

غیر اسرائیلی انبیائے کرام

لفظ نبی کی تحقیق

لفظ نبی لفظی اور معنوی اعتبار سے عربی ہے کیونکہ عربی زبان میں اس کا مادہ نبأ اور نبوۃ ہے اور دوسری زبانوں میں اس کے ہم معنیٰ ایک منفرد لفظ نہیں ملتا یہ لفظ کشف، وحی، غیب کی خبر دینا، ڈرانا اور خوش خبری سنانا ان سب معانی کا جامع ہے ان مختلف معانی کو نئی زبانیں متعدد کلموں میں ادا کرتی ہیں کشف کے لیے انگریزی میں Revelation اور وحی کے لیے Inspiration اور غیب کی خبر دینے کے لیے Divination Aracle ہے یہ تمام معانی نبوت کے لفظ میں کسی زبان میں جمع نہیں ہوتے جیسے عربی زبان میں اس کلمہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔

لفظ نبوت عربی زبان میں کسی دوسری زبان سے مستعار نہیں کیونکہ عربی زبان لفظ عرافت، عیافت، کہانت اور ان تمام کلمات میں

بیجمہ غنی ہے جن میں عربی زبان میں نبوت کے معنی میں التباس نہیں پیدا ہوتا جیسے دوسری زبانوں میں اصل تسمیہ میں اور قدیم الفاظ سے جدید معانی کے اشتقاق کے وقت التباس پیدا ہوتا ہے لہذا نبی کا کلمہ صرف ایک معنی پر دلالت کرتا ہے دوسرے معنی پر نہیں اس کے برعکس اس جیسے کلمات بہت سی زبانوں میں ہیں عبریوں نے یہ کلمہ شمالی عرب کے عربوں سے مستعار لیا جب ان کا ان سے رابطہ قائم ہو گیا کیونکہ وہ پرانے انبیاء کو آبار (باپ) کہا کرتے تھے اور غیب کی خبر دینے والے کو رائی اور ناظر۔ اور یہ شروع میں نبوت کے لفظ انذار کا معنی سمجھا کرتے تھے

تورات میں تین نبیوں کیطرف اشارا ہے

تورات نے عرب کے تین نبیوں کی طرف بجز شک تصادق کے جن نے خلیل اللہ نے بیت المقدس میں ملاقات کی تھی، اشارا کیا ہے یعنی یثرون، بلعام اور ایوب کی طرف کہتے ہیں ایوب ع کا ۲۰ صدی قبل ظہور ہوا تھا بلعام کے قصہ سے اس واقعہ کا پتہ چلتا ہے جو مصر سے یہودیوں کے نکلنے کے بعد مدیان (مدین) کے شیوخ کے درمیان پیش آیا کیونکہ شاہ موآب نے ان کے خلاف بلعام نبی سے جو سرحد عراق کے تھے مدد مانگی کہ وہ ان کے دعوے کو جو نبوت کے نام پر کیا گیا ہے باطل کر دیں اور ان کے اقوام کو انہیں اقوال کے زمرے والے اقوال سے غلط ثابت کر دیں چنانچہ بلعام آئے اور یہ فیصلہ کیا کہ اللہ کی عبادت بعل کی عبادت سے افضل ہے جو اس زمانہ میں موآبیوں کا معبود تھا یثرون نبی اسرائیل کے مصر سے نکلنے سے قبل مدین کے نبی تھے بعض شارح کہتے ہیں کہ یہ وہی شعیب ع ہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے شاید شعیب یثرون کے عزیز ہو باب یا شوباب بمعنی محبوب اللہ ہیں عربی اور عبری تلفظ میں تقارب مشاہدہ میں آچکا ہے بعض شارح کہتے ہیں

یثرون لقب ہے نام نہیں اور یہ لقب مدین کے نبی کا ہے اس صورت میں بعید نہیں کہ شعیب ان کا اسم ہو جسے انہوں نے بیان نہیں کیا۔ بلعام کے قصہ کے ساتھ مجمل قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اسرائیل کے مصر سے نکلنے سے پہلے اور اس زمانہ میں جب حضرت موسےٰ سیاح تھے اور آپ پر وحی نہیں آئی تھی اور اپنی قوم کو مصر سے نکالنے کے لیے ابھی مصر نہیں لوٹے تھے اس علاقہ میں نبوت معہود و مکرر تھی۔

حضرت ایوب کا زمانہ

حضرت ایوب کو سیاح بر ترام تو ماس الارمز اینڈ ایلسپلوریشن ان اریبیا Alarms & Exploration in Arabia کا مصنف عمان کا باشندہ گمان کرتا ہے اور دوسرے علماء نجدی کہتے ہیں آپ کا زمانہ مورخین و شارحین تورات کے درمیان بہت پہلے کا ہے

ایوبؑ کے زمانہ کی تعیین

بعض علماء نے ان کا زمانہ معین کرنے کے لیے علم فلک سے مدد لی ہے کیونکہ انہوں نے گنبد فلک میں نعش، جبارہ، ثریا اور مخادع جنوب ذکر کئے ہیں اور انہوں نے عین ثور اور قلب اقرب کی طرف جو اشارا کیا ہے اس سے جدید فلکیوں کے اندازے کے مطابق ان مقارنات کے زمانہ کا پتہ چلتا ہے مفسر ہالس Hales لکھتا ہے کہ یہ مقارنات ایوبؑ کی تاریخ کو ۲۱۳۰ ق کے قریب لے آتے ہیں اس اندازے کو اور حضرت ایوبؑ کے مصری علاقہ سے تعلق کو یہ بات بھی قریب لاتی ہے کہ آپ نے اہرام و مقبروں کا ذکر کیا ہے جن کو بادشاہ اپنے لیے بنوایا کرتے تھے لیکن چونکہ آپ اہرام مصر کی قدامت کی حد تک نہیں پہنچتے اس لیے جمہور شارحین کے نزدیک آپ کا زمانہ نبی اسرائیل کے مصر سے نکلنے سے قبل کا ہے اس پر شارحین کی دلیل

یہ دلیل ہے کہ آپ نے کسی ایک کلمہ میں بھی بنی اسرائیل کے نکلنے کا اور ان شہروں کی تباہی کا جو ان کے پڑوس میں تھے اور آسمانی حوادث کا شکار ہو گئے، ذکر نہیں کیا نہ آپ اپنی کتاب کے متن میں یہواہ کا ذکر لائے البتہ مقدمہ میں اور ذیل میں ذکر ہے جو آپ کے بعد اس کتاب میں ملائے گئے ہیں جیسا کہ شارحین کے نزدیک یہی بات راجح ہے۔

ایوبؑ جزیرۂ عرب کے ایک پرانے نبی ہیں

مصائب سے نجات پانے اور رحم مانگنے کے سلسلہ میں آپ نے کبھی یہ حجت پیش نہیں کی کہ اسلاف کے لیے اللہ نے جو وعدہ فرمایا ہے میرا اس پر بھروسہ ہے۔ مزامیر داؤدؑ وامثال سلیمانؑ میں ایسا کلام آتا ہے جو آپ کے کلام کے مشابہ ہے گویا وہ آپ کے کلام سے لیا ہوا ہے لہٰذا آپ جزیرۂ عرب کے پرانے نبی ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ فرزندانِ عرب میں سے ہیں اگرچہ آپ کے وطن میں اختلاف ہے کوئی شمالی نجد بتاتا ہے اور کوئی شرق عقبہ۔ توراۃ کو جمع کرنے والے بعض علماء آپ کے سفر کو کتب موسیٰؑ اور کتاب یوشع اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کے درمیان رکھتے ہیں عہد قدیم کی کتاب کے سریانی نسخہ کو جمع کرنے والے نے ایسا ہی کیا ہے۔

ایوبؑ کتابت سے واقف تھے

حضرت ایوب کتابت سے واقف تھے لیکن آپ نے کتابت کی بہت پرانی تختیوں کی طرف اشارا فرمایا ہے جو مصر میں پائی جاتی تھیں یعنی پتھروں پر لوہے سے تحریر، پکی ہوئی اینٹوں پر، یا پتوں اور چمڑوں پر تحریر نہیں علاوہ مصر کی مٹی کے جو تمام مشرقی شہروں میں ایک ہی طریقہ پر بنائی جاتی تھی۔

حضرت ایوبؑ کے عقائد

حضرت ایوب کا عقیدہ، جو آپ کی سفر سے، جو عہد قدیم کے مجموعہ میں ہے، معلوم ہوتا ہے، یہ ہے کہ آپ رفعت علو، کرم اور تنزیہ کے مسائل میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے آپ سورج اور چاند کی عبادت کے سخت مخالف تھے اور اللہ تعالےٰ کو جو ہر چیز پر خوب قادر ہے، آسمانوں میں انتہائی اعلیٰ سمجھتے تھے اور ہاویہ میں انتہائی گہرا اور سمندر سے انتہائی عریض آپ غلام و آزاد کی برابری کے قائل تھے اور فرمایا کرتے تھے کیا مجھے پیٹ میں بنانے والا اس کا بنانے والا نہیں؟ حالانکہ ایک ہی خالق نے ہمیں رحم میں بنایا اور اس مالدار کی تعریف فرمایا کرتے تھے جو فقراء کا باپ بن جائے اور جس کا دل ناداروں پر ترس کھائے اور جو مصیبت زدہ اشخاص پر روئے آپ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ انسان کسی غیر عورت پر نگاہ ڈالے اور دوسرے کے مال کا لالچ کرے۔

آپ کی (عقیدۂ دینیہ کے بارے میں) شان بہت بڑی ہے کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی نے عہد قدیم کی کتابوں میں زندگی بعد الموت کا عقیدہ صراحت سے بیان فرمایا حق تعالےٰ شانہ کی طرف سے آپ کو جو تربیب دی گئی تھی اور جس سے آپ اس عقیدے تک پہنچے تھے وہ ایک طویل تربیت تھی اس میں آپ نے بیماری کے مصائب پر، اپنی حالت زار پر، اور عزیزوں اور بیٹوں کی خیانت پر صبر کیا اور زوال و عدم کے قول سے جسم کے فنا ہونے کے بعد اللہ کے دیدار کے قول کی طرف گئے چنانچہ آغاز سفر میں آپ فرماتے ہیں جو ہاویہ میں اتر جاتا ہے وہ چڑھتا نہیں (فرماتے ہیں) انسان لیٹ جاتا ہے اور اٹھتا نہیں، جب چند سال گذر جائیں گے تو میں ایک ایسے راستہ پر

چل پڑوں گا جس سے لوٹنے والا نہیں لوٹتا آپ سوال کرتے ہیں اگر انسان مرجائے تو کیا وہ زندہ ہو گا؟ پھر آپ ان تجارب سے گذر کر دوام روح کے امیدوار بنے اور اللہ کے دیدار کے بھی (فرماتے ہیں) اس کے بعد کہ میری یہ جلد فنا ہو جائے اور بغیر اپنے جسم کے میں اللہ کو دیکھوں گا۔

غرضیکہ سفر ایوب وضع و موضوع میں اسفار قدیم میں اجنبی معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل کی عادت یہ نہ تھی کہ تورات میں ایسی کتابیں شامل کر لیں جو ان کے نبیوں کے غیر کی ہوں اور وہ ان کے میثاق و میعاد کو بیان کرنے والے ہوں۔ لیکن مشہور اسفار کے ساتھ انہوں نے یہ سفر بھی ظاہر کیا کیونکہ انہوں نے اسے جنوبی فلسطین کے مقامات میں محفوظ پایا جسے راوی بیان کیا کرتے تھے۔ بعض نے اسے حضرت موسٰی کے کلام میں شمار کیا ہے اور بعض نے حضرت سلیمان کے کلام میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ عجیب کتاب شائع ہوا اور

صبر ایوب

لوگ اسے ایک دوسرے سے سنیں کیونکہ یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہترین تسلی کا موجب ہے اور سبق حاصل کرنے والوں کے لیے بہترین عبرت ہے حضرت ایوب کا قصہ نظم میں ہر زمانہ میں شائع ہوتا ہے جسے عربی زبان کے شعراء مصر و شام میں گا گا کر پڑھتے ہیں۔ ہم تورات میں کوئی ایسی کتاب نہیں پاتے جو مغربی تنقید کرنے والوں کی رائے میں ادب کے اعتبار سے اسی قدر پسند اور کامیاب ہو جس قدر سفر ایوب کامیاب ہے اس کے بارے میں توماس کارلیل کہتا ہے یہ ان جلیل القدر نعمتوں میں سے جو تحریر میں محفوظ ہیں ایک عظیم القدر نعمت ہے اور اس چیز کے سلسلہ میں قدیم ترین روایت ہے جس کے ساتھ اس زمین پر انسانی، تقدیری اور قدرتی اسالیب ختم نہیں ہوتے میرے خیال میں اس کی ادبی قیمت بے مثال ہے اور اس کے مشابہ کوئی چیز نہیں

لکھی گئی" نیکتور ہیجو لکھتا ہے: "واقعی یہ سب سے بڑی نشانی ہے جسے انسانی بصیرت نے پیدا کیا ہے" شاف: Schaff لکھتا ہے بلاشبہ یہ تاریخ ادب میں بلا سابقیت و نظیر کے ہرم کی طرح پرانی ہے"

بلعام و یثرون کا ذکر

بلعام اور یثرون کے سلسلہ میں، عہد قدیم کی پہلی کتاب میں ہے: "اس لیے کہ بلعام نے اسرائیلی اور موآبیوں کی باہمی خصومت میں اسرائیلیوں کی مدد کی اور یثرون کے بارے میں ہے کیونکہ ان کے اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان سسرالی رشتہ تھا اور انہیں نظام حکم کی تعلیم میں اور قبائل وغیرہ کی سیاست میں ید طولیٰ حاصل تھا بلاشبہ بہت سے لوگوں نے یہودی کتابوں میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ یہ مناسبتیں ان مقامات کی تاریخ کو جو حدود عراق و حدود عقبہ کے درمیان اور جنوب میں ان کے ماوراء ہیں انہیں گھیر تیں۔

جنوبی علاقہ میں نبوت

یہ ایک قرینہ ہے کہ جنوبی علاقہ میں جو سیناء اور حجاز سے متصل ہے نبوت پائی جاتی تھی اور عہد قدیم و عہد جدید کی کتابوں سے دیگر قرائن سے بلاشک و تردد کے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات انبیائے کرام کے ہر اس زمانہ میں جس کے بارے میں یہ کتابیں لکھتی ہیں، مرکز رہ چکے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا مرکز توجہ جبیرا اور حضرت موسیٰؑ کا مدین رمدیان، رہا ہے بولس رسول فرماتے ہیں کہ وہ دمشق میں آنے سے پہلے عرب کے شہروں میں گئے اور عہد مسیح میں بنی اسرائیل شمال کے متعلق یہی کہتے رہے کہ اس سے کوئی اچھی چیز پیدا ہونے والی نہیں اور صحرائے جنوب سے نبوتوں کے منتظر رہے۔

تاریخ خلیلؑ کا ایک اہم گوشہ

ان متعدد قرائن کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک مورخ کو ایک زمانہ تک

غور و فکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ تاریخ خلیلؑ کا وہ گوشہ ہے کہ اگر مورخ خلیل اللہ کے اخیر زمانہ میں آپ کے جانے کے سلسلہ میں صحیح گفتگو کرنا چاہتا ہے تو اسے اس گوشہ پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کیونکہ آپ کا جنوب ہی کی طرف جانا معقول ہے اور بیت المقدس کی طرف جانا معقول نہیں کہ آپ وہاں ٹھہر گئے ہوں کیونکہ خود اسرائیلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حبرون (فلسطین) میں دعوت و وطن میں اجنبی تھے اور آپ نے حیثیوں سے مقبرے کے لیے جگہ خریدی تھی پھر جب اس علاقہ میں آپ کی نہ دعوت تھی اور نہ وطن تھا تو جنوب جس کی طرف آپ اور تمام انبیاء متوجہ ہوئے آپ کا قبلہ اور مرجع قرار دیئے جانے کا زیادہ مستحق ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہودی کتابیں عمداً اس قبلہ کو اور بیت المقدس کے تعلق کو جبکہ فلسطین میں حضرت داؤدؑ کی حکومت قائم ہوگئی تھی قصداً چھوڑ جائیں کیونکہ یہ وہ دعوت ہے جس سے ان کا وجود قائم رہتا ہے اور اس کے انکار سے قائم نہیں رہتا۔ اور صرف اس میں ایسی وضاحت ہے جس کے بعد کسی اور وضاحت کی ضرورت نہیں

عقاید و شعائر

عربی شہروں میں تمام دینی عقاید کے لوگوں کا اجتماع

قبل از میلاد تیسرے ہزار سال سے دوسرے ہزار سال تک عربی شہروں میں تمام دینی عقاید کے جو ان زمانوں میں مروج تھے لوگ مقیم تھے ان کا سب سے بڑا مرکز دجلہ و فرات کا درمیانی علاقہ تھا جہاں لگاتار حکومتیں قائم ہوتی رہیں اور ان کے ساتھ ساتھ قسم قسم کے دین اور طرح طرح کے عقاید

جنم لیتے رہے اور وضع وضع کے احکام و عبادتیں پیدا ہوتی رہیں یہاں تارے پوجے گئے، سلاطین پوجے گئے، قویٰ طبیعیہ پوجے گئے، ارباب علیہ پوجے گئے جن کی پرستش ارا کین دولت بھی کیا کرتے تھے اور ہر قبیلہ کے مقامی معبود بھی پوجے گئے جن کی عبادت میں تمام علاقے شریک نہ ہوتے تھے۔

ہر دین کے شعائر کا قیام

پھر ان دینوں کے اختلاف کے باوجود ہر دین کے شعائر قایم ہوئے انسانی قربانیاں پہچانی گئیں جیسے موسم میں اناج کا کچھ حصہ بطور تقرب کے دیا جاتا تھا، کاہنوں کی قیادت میں معبدوں میں نمازیں پہچانی گئیں جیسے گھروں میں یا گھروں سے ملحقہ مقابر میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں ایسے دین پہچانے گئے جن کا روح و جسم دونوں پر ایمان تھا اور ایسے دین بھی جن کا جسم پر ایمان تھا روح پر کچھ بھی نہیں یا جن کا روح پر صرف اتنا ایمان تھا کہ وہ اعضاء کو چمٹی رہتی ہے اور جب تک جسم کا کچھ بقیہ باقی رہتا ہے روح عالم آخرت کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔

دوسرے عالم کا تصور

ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ دوسرا عالم اسی عالم ارضی کی ایک جانب ہے یا اس کی گہرائیوں میں ہا دیہ ہے اور بعض کہتے تھے کہ عالم آخرت دنیا کے بعد آئے گا۔

ادیان کی تبدیلی

آثار و علم آثار عتیقہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مشاہدہ میں آچکا ہے کہ یہ دین بھی بدلتے رہتے تھے جب کبھی انہیں قائم کرنے والی حکومتیں بدلتی تھیں اور نیا دین سابق دین کی بعض باتیں بحال رہنے دیتا تھا اور بعض منسوخ کر دیتا تھا یا انہیں کسی دوسری شکل میں لے آتا تھا۔

ہر دین کا خلیل اللہ کے دین سے تعلق

ان میں زیادہ تر دینوں اور عبادتوں کو خلیل اللہ کی دعوت سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور تھا خواہ اقراری تعلق ہو یا انکاری۔

مراسم وعبادات کا فیصلہ مشکل ہے

ان مراسم وعبادات کے فیصلہ کے سلسلہ میں روشنی ڈالنا نہ صرف مشکل بلکہ انتہائی دشوار رہے ہے کیونکہ زمانے اور قومیں خلط ملط ہیں اور ایک ہی زمانہ میں کئی دین ملے جلے پائے جاتے ہیں لہٰذا ہمیں از راہ تحقیق معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں جماعت کے عقاید کیا ہیں اور فلاں کے کیا ہیں یعنی عقاید میں امتیاز مشکل ہے اور نہ کوئی ایسی صورت ہے کہ ہمیں یقین ہو جائے کہ ان میں سے کون سا دین قدیم ہے اور کون سا جدید۔

مشکلات کن عقائد وشعائر میں ہیں؟

مشکلات کن عقاید میں ہیں؟

یہ بات ان عقائد وشعائر پر صادق آتی ہے جو لوگوں میں مقبول وغیر مقبول ہیں لیکن ان پر صادق نہیں آتی جن کو متضاد عبادتوں کے پیروکار ایک وقت میں مانتے رہے ہے مثلاً حج جو جاہلیت میں بھی فرض تھا اور اسلام میں بھی فرض رہا مگر دونوں زمانوں میں اس کے عقیدہ وحکمت میں اختلاف رہا یا جیسے ابتدائے تخلیق کہ اجمالی طور پر تمام کتابی دین اس پر متفق ہیں اور آثار وعلم الاحافیر سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابی دینوں سے قبل پرانی قوموں کا بھی یہی عقیدہ تھا اور جب تک اس کے خلاف کوئی نص نہ ہو اس وقت تک ان مسائل میں ایک قول پر اپنے اپنے زمانہ میں تمام دینوں کے جمع ہونے پر کوئی مانع نہیں۔

خلیل اللہ کے عقاید کا چھانٹنا دشوار نہیں

خلیل اللہ کی سیرت مقدسہ میں تواتر سے ثابت ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں دجلہ و فرات کے درمیانی علاقہ سے لے کر وادی نیل تک تمام اقوام کی عبادتوں میں حاضر ہوئے اور ان علاقوں میں بھی گئے جہاں لوگ بعض متضاد عبادتیں کرتے تھے اور ان کی بعض عبادتوں میں قریبی یا دور والا اتفاق تھا اگر ہم ان مسائل میں غور کریں جو آپ نے باقی رکھے اور ان میں بھی جو آپ نے چھوڑ دیئے اور ان کا مقابلہ ان اقوام کی مشہور عبادتوں سے کریں تو کوئی مشکل نہیں کہ ہم آپ کی رسالت کو اور اس کے مسائل کو جدید و قدیم سے چھانٹ لیں کہ فلاں فلاں مسائل میں آپ متفق تھے اور فلاں فلاں کو آپ نے نہیں مانا

حضرت ابراہیم کا وجود یقینی ہے

غرضیکہ یہاں (آپ کے زمانہ کے عقاید و عبادات کو مختصر کرنے سے قبل) تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاشبہ حضرت ابراہیمؑ کا ظہور ہوا جبکہ عبادتوں کے طریقے مختلف تھے اور ایک ہی خاندان کے افراد ان میں مختلف تھے دو مذہبوں کے یا دو ملکوں کے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

عقاید خلیل کا مطالعہ ضروری ہے

یہ عقاید و شعائر کا وہ مجموعہ ہے جسے آپ کی دعوت سے تعلق ہے اور قبل اس کے کہ ہم وہ فیصلہ کریں جس سے آپ کی رسالت تک اور آپ کے بعد آپ کے مخالفوں کی تحریکات تک پہنچیں، اس مجموعہ کا

گہرا مطالعہ مناسب و ضروری ہے۔

(۱) مسئلۂ تخلیق

خط مسماری سے الواح پر مسئلہ تخلیق کندہ ہے

تخلیق کا مسئلہ خط مسماری

سے ان الواح پر منقوش پایا گیا ہے جو مفتشین نے شہر موصل کے پاس پائی ہیں اور ان کو برطانوی عجائب خانہ کے لیے لندن منتقل کر دیا گیا ہے جہاں روشنی ڈالنے والوں نے مل کر ان پر روشنی ڈالی ہے ان الواح کی عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے "ہنوز افق اعلیٰ کو آسمان نہیں کہا جاتا تھا اور ابھی تک افق ادنیٰ زمین نہیں کہلاتی تھی اور ہاویہ نے اپنے دونوں ہاتھ نہیں پھیلائے تھے ... پانی تمام ہاویہ کو ڈھانپے ہوئے تھا اور اس میں کوئی انسان اور کوئی حیوان نہیں پایا جاتا تھا ... اور اس دن سب سے قدیم رب لخم اور لاخامو پیدا کئے گئے پھر آشور اور کیشور پیدا ہوئے اس کے بعد ٹوٹی ہوئی الواح میں تحریر مفقود ہے یا مٹی ہوئی ہے پھر چوتھے دن مخلوق کے بارے میں بیان ہے کہ اس دن سب سے بڑے رب کے لیے گھر بنائے گئے اور حیوانات کی صورتوں پر بروج افلاک بنائے گئے اور سال کو چار فصلوں پر اور ۱۲ ماہ پر بانٹا گیا اور ہر فصل کے تین ماہ مقرر کئے گئے اور اس میں عیدوں کے اور خوشیوں کے دن متعین کئے گئے اور سیارات کے لیے منزلیں بنائی گئیں جن سے وہ طلوع و غروب ہوتے ہیں اور راہ میں ایک دوسرے سے ٹکراتا نہیں اور انہیں بعل اور حیّ کی منزلوں کے ساتھ رکھا گیا اور ان میں ان کے کناروں پر بند دروازے اور دائیں بائیں ثابے قائم کئے گئے اور بیچ میں دور دشن گولے قائم کئے گئے چاند قائم کیا جو رات پر چھا جاتا ہے

اور اس میں طلوع صبح صادق تک چلتا رہتا ہے اور ہر ماہ کے دن مقرر
کئے گئے تاکہ چاند مہینہ کے شروع میں اپنے دونوں سرے ظاہر کرے
اور آسمان کی فضائیں روشن کر دے پھر اس کے بعد چھٹے دن کے
سلسلہ میں ناقص بیان ہے جس کے ختم ہونے کے بعد یہ عبارت ہے۔
"اور رب جمع ہوئے اور انہوں نے وحشی جانور، مویشی اور چوپائے پیدا
کئے اور ان میں سے میرے گھر کی جماعت بھی ہے (میں آسمان کا اشور ہوں)
اور اس میں رونق ہے اور معززہ معبود نے اس میں دو بنائے۔

برطانوی عجائب گھر کی ایک لوح

برطانوی عجائب گھر میں ایک لوح محفوظ ہے جس پر ایک درخت کی تصویر
ہے جس کے پاس ایک عورت اور ایک مرد دونوں بیٹھے ہوئے ہیں
عورت کے پیچھے ایک سانپ ہے یہ دونوں ٹہنیوں کے نیچے لٹکے
ہوئے پھلوں کی طرف ہاتھ پھیلا رہے ہیں۔

انسان کی تخلیق کا واقعہ

انسان کی پیدائش کا یہ مطلب ہے کہ معبود
مردوخ نے معبود (ایا) سے جو میٹھے
پانی کا رب ہے خطاب فرمایا کہ وہ عنقریب انسان کو اپنے خون اور ہڈی سے
پیدا کرنے والا ہے اور اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ اس کی گردن اڑا دے
تاکہ اس سے خون جاری ہو پھر اس سے انسان نمودار ہوا اور معبود مردوخ
مرا نہیں کیونکہ معبود مرا نہیں کرتے البتہ اس کے بعد انسان پر موت کا
فیصلہ کیا گیا کیونکہ اس نے اپنی امیدوں کے ذریعہ معبودوں کے دوام
کی طرح دوام کی خواہش کی۔

(۲) مسئلہ طوفان

طوفان کا مسئلہ بارہ فصلوں سے جمع کیا جاتا ہے

بابلی طوفان کا مسئلہ آسمانی برجوں کے

مطابق بارہ فصلوں سے جمع کیا جاتا ہے اس قصہ کے راوی کا نام اسد بار ہے وہ بحر موت کے پار ہوا تاکہ آسمان پر چڑھ جائے اور زستورہ سے جو طوفان سے نجات پا کر آسمان پر بلند ہو گیا تھا، ملاقات کرے۔

کشتی نوحؑ کا واقعہ

اس قصہ کے باقی الواح برطانوی عجائب خانہ میں ہیں جو اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں "گھر بنا اور کشتی تیار کر تاکہ تو اس میں نباتات و حیوانات کی حفاظت کر سکے اور تخموں کا ذخیرہ کر سکے اور ان کے ساتھ ساتھ زندگی کی ہر قسم بھی جو کشتی میں سوار ہے، کا بھی۔ اس کشتی کا طول چھ سو قدم اور عرض ساٹھ قدم ہونا چاہیے اور تو کشتی میں داخل ہو جا اور اس کے دروازے مضبوطی سے بند کر دے اور اس کے درمیانی حصہ میں اناج، سامان، طعام، خدام اور لشکر رکھ دے اسی طرح اس میں جنگلی جانوروں کی ہر نوع رکھ دے تاکہ تو ان کی اولاد کی حفاظت کر سکے۔۔

طوفان کی آمد اور اس کا اختتام

"اور اللہ نے ایک دن فرمایا میں آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجنے والا ہوں اس لیے تو کشتی کے اندر چلا جا اور اپنے پر اس کا دروازہ بند کر لے اور سطح زمین چھپ گئی اور زمین پر ہر جاندار ہلاک ہو گیا اور پانی چھ دن اور چھ رات تک زمین سے، ابلا کیا حتیٰ کہ آسمان تک پہنچ گیا اور بھائی نے اپنے بھائی کا انتظار نہیں کیا اور پڑوسی نے پڑوسی کو نہیں

بچانا اور سخت آندھی چلتی رہی اور انواع طغیانی پر تھے پھر ساتویں دن بارش رک گئی اور زلزلہ کی طرح موجیں مارنے والی سخت آندھی تھم گئی آخرکار سخت آندھی ختم ہوئی اور سمندر رکھلا اور طوفان ختم ہوا اس کے بعد دریا میں تیز موجیں آئیں اور لوگ کیچڑ بن گئے اور پانی پر ان کی لاشیں تیرنے لگیں پھر کشتی کوہ نیزار پر ٹھہر گئی اور اناکبوتر چھوڑا گیا وہ گیا اور لوٹ آیا اور اس نے زمین پر اترنے کی جگہ نہیں پائی پھر بٹیر پرندہ چھوڑا گیا وہ بھی واپس آگیا اور کسی جگہ نہیں اترا اور کوا چھوڑا گیا وہ تیرنے والی لاشوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھانے لگا اور واپس نہیں آیا۔

طوفان کے ہٹ جانیکے بعد شکر کے طور پر مذبح کی بنا اور قربانی

پھر چاروں سمت جانور چھوڑ دیئے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک مذبح بنایا گیا اور بطور تقرب کے اس میں قربانی کی گئی اور اس کا گوشت سات برتنوں میں رکھا گیا اور اس کے چاروں طرف پھول بچھا دیئے گئے اور معبودوں نے پاکیزہ خوشبو سونگھی اور قربانی پر جمع ہو گئے اور بڑے رب نے دور سے دیکھا اور بادل کی کمانیں بلند ہو گئیں جو انہیں ان کے اس کے تقرب کے وقت مبارکبادیاں دے رہی تھیں۔

طوفان کی تاریخ

مفتشین کو یقین ہے کہ یہ قصہ کسی ایسے ماخذ سے لکھا گیا ہے جو اس سے بھی زیادہ پرانا ہے کیونکہ ان الواح کی تاریخ ۲۰۲۵ سال سے کم نہیں اور جس ماخذ سے یہ نقل کیا گیا ہے وہ قبل از میلاد تیسرے ہزار کے اوائل تک لوٹتا ہے۔

طوفان کا واقعہ مشہور ہے

مفتشین نے روئے زمین کے تمام قدیم و جدید آثار سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ طوفان کا قصہ عام ہے اور اس میں آثار بابلیہ منفرد نہیں اور قدامت میں

اس کی تاریخ ان کی تاریخ سے کم نہیں۔

(۳) ستارہ پرستی

تاروں کی پرستش کا تصور

ان لوگوں کے پیدائش و طوفان کے سلسلہ میں بیانات سے معلوم ہوا کہ ان کا ایک عظیم معبود پر ایمان تھا جو چھوٹے چھوٹے معبودوں کا خالق ہے اور اس نے ان کے لیے آسمان میں ان کے ٹھکانے بنا دیے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے معبود ان کے زعم میں اجرام علویہ ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور چاند ہے۔

ماہ پرستی

سامیوں (یا اوائل عرب) کے شہروں میں چاند کی عبادت عام تھی یعنی دجلہ و فرات کی وادیوں سے لے کر کوہ سیناء تک وہ چاند کو سین کہا کرتے تھے اسی سین سے سینا، پہاڑ کا نام رکھا گیا ہے غالباً یہ اصل میں مادہ "سنی" یا "سنا" (روشنی) سے ہے دجلہ و فرات کی وادی میں چاند کا اسم علم نانار تھا اور یہ عبادت میں اسی کی طرف متوجہ ہوتے تھے اس کا مرکز شہر اور تھا جو خلیل اللہ کا شہر تھا اور یہ شمال عراق میں مرکز تھا اس کے ساتھ اس جگہ ایک دوسرا معبود بھی تھا جسے وہ مردوخ (مریخ) کہتے تھے۔

چاند سے مناجاتیں اور دعائیں

یہ لوگ چاند سے ان الفاظ میں دعائیں مانگتے تھے (معاذاللہ) اے رب، اے وہ جس کی ہیبہ فرمانے والی قوت آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی ہے اور جو بارشوں کو اور فصلوں کو کھینچ کر لاتا ہے اور جو زندوں کو شب بیدار رکھتا ہے اور جس کی آسمان میں اس حال میں

عظمت کی جاتی ہے کہ اس کا حکم بلند رہتا ہے اور جس کی زمین میں اس حال میں عظمت کی جاتی ہے کہ اس کا حکم بلند رہتا ہے اور وہ جس کی پاکی ارواح علویہ اور ارواح سفلیہ بیان کرتی ہیں، تیری مشیت آسمان میں چمک رہی ہے ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تو ہمارے لیے زمین پر اپنی مشیت رکا دروازہ) کھول دے کیونکہ تیری مشیت زندگی بڑھا دیتی ہے اور اس کے لیے امیدیں بچھا دیتی ہے اور تمام کائنات کو ایک عجیب عموم سے گھیرے ہوئے ہے اور تو انسان کی قضا پر انصاف جاری کرتا ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں کہ اس کا راز پالے یا اس پر قیاس کرے تو رلوں کا رب ہے اور تیری کوئی شبیہ یا نظیر نہیں۔

رصدگاہیں

تاروں کو دیکھنے کے لیے رصدگاہیں

یہ لوگ عہد سومرین (یا شمرین) کے پرانے زمانوں سے تاروں کو دیکھنے کے لیے اور ان کے راستوں سے واقف ہونے کے لیے انتہائی بلند عمارتیں بنایا کرتے تھے ان عمارتوں کو یہ زیجرات (سر بہ فلک عمارتیں) کہا کرتے تھے محقق مورخین اور مفتشین اسکی تعلیل پہاڑی علاقوں میں سومریوں کے رہنے سہنے سے کرتے ہیں کہتے ہیں ان کی زبان میں پہاڑ، مشرق اور شہر کے لیے ایک ہی لفظ ہے یعنی کور جس کے عربی زبان میں بھی قریب قریب یہی معنی ہیں کیونکہ یہ اجتماعی آبادیوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور پگڑی کے لیے بھی اور گٹھڑی کے لیے بھی جو سر پر یا کندھے پر لادی جاتی ہے اور ان کے بنائے ہوئے بت خانے آسمانی خداؤں کے لیے رصدگاہیں تھیں اور ان میں ان کی مورتیاں معہ ان کے

ناموں کے نصب کی جاتی تھیں یہیں سے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ چاند کے بعد مشہور سیارہ زہرہ (عشتار) دیوی تھی اور مریخ (مردوخ) بھی

مریخ وزہرہ کی پرستش

زہرہ کے بارے میں اس کی چمک دمک اور آب وتاب کی اور تغیرات احوال کی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ یہ محبت کی دیوی ہے اور مریخ کے بارے میں انحون کی طرح اس کا سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ یہ لڑائی کا دیوتا ہے۔

سورج پرستی

اس کے باوجود یہ لوگ پرانے زمانے سے سورج کو بھی (شماس) کے نام سے پوجتے تھے اگرچہ ان میں چاند کی پرستش کی طرح سورج پرستی عام نہ تھی۔

معبودوں کے تین طبقے

وولی حضرت ابراہیمؑ کے سلسلہ میں اپنی کتاب میں لکھتا ہے (وولی علم الآثار العتیقہ کے علماء میں ایک مشہور عالم ہے) بظاہر سومریوں کے نزدیک معبودوں کے تین طبقے تھے (۱) بڑے معبود جن کے لیے خاص طور پر حکومت بت خانے بنایا کرتی تھی (۲) درمیانی معبود جن کے بت خانے آبادراستوں پر بنائے جاتے تھے (۳) چھوٹے اور خاندانی معبود، جو ہر گھر میں رہا کرتے تھے عام طور پر بڑے معبود طبیعیات کے قویٰ کو بنایا جاتا تھا جیسے سورج، چاند، پانی، زمین، آگ، بجلی، لڑائی، ارزانی اور موت اور انہیں کے پاس تمام قویٰ چھپے رہتے تھے اور متعدد کاہنوں کے احوال کے بموجب ان کی برتری سمجھی جاتی تھی اور ان کی پرستش کے مخصوص علاقے تھے جہاں ان کی پرستش غالب رہتی تھی اسی لیے دوسرے علاقوں میں ان سے گہری دلچسپی نہیں لی جاتی تھی چنانچہ اور میں نانار (چاند) کی اور اریکہ میں عشتار (زہرہ) کی پرستش کی جاتی تھی کبھی یہ دونوں جھگڑتے تھے اور اس نزاع کی وجہ سے ہر قوت شل ہوجاتی تھی۔

چونکہ شہر لارسا کا جنوبی علاقہ پر غلبہ تھا اس لیے سورج دیوتا ان دوسرے شہروں پر جو اس کی اطاعت میں داخل ہو گئے تھے اپنا اقتدار پھیلانے کے لائق تھا اور بابل کی شوکت مردوخ (مریخ) کی شوکت کے مترادف تھی اور آسمان میں قرار دیں اسی مقدار کے مطابق تھی جو زمین میں انسان کے درمیان ہے اور وہاں اخلاق کی اصلاح کے لیے اس سے بلند کوئی شریعت نہ تھی۔

شمال کی ضرورت انہیں شمال کی اس لیے ضرورت تھی کہ ان کے عقیدے کے مطابق وہ قائم رہنے والے قطب کا مرکز ہے لیکن شمالی اور جنوبی حکومتوں کا تنازعہ اس کی عبادت کے اتفاق میں حائل تھا جس کا ظہور اس سے ہوتا ہے کہ صابئین (یا سابجین) کا جو قطب شمالی کی عبادت کیا کرتے تھے مذہب ان کی جگہ باقی رہا اور اس کے آس پاس والے اس کے خلاف رہے۔

(۴) بادشاہوں کی پرستش

طوفان کے بعد زمین پر حکومت کرنے کیلیے سلاطین بزعم باطل آسمان سے بھیجے گئے تھے

انگلستان میں اشمول (Ashmole) کے عجائب خانہ میں ان خاندانوں کے نام ہیں جنھوں نے طوفان سے لے کر سراجون کے زمانہ تک بابل پر حکومت کی اور ان الواح میں جن میں ان کے نام محفوظ ہیں یہ موجود ہے کہ ان خاندانوں میں سے پہلے خاندان کے ۲۳ بادشاہوں نے بابل پر حکومت کی الغرض ان ۲۳ خاندانوں نے ۵۱۰۰ ہم ۲ سال تک بابل پر حکومت کی۔ ان الواح کے لکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جن پہلے

بادشاہوں نے طوفان کے بعد حکومت کی وہ حکومت کرنے کیلئے آسمان سے بھیجے گئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے زمین پاک فرمادی تھی اور اس میں فساد مچانے والوں کو قرار واقعی سزا دے دی تھی اس سے معلوم ہوا کہ ان کے زعم میں یہ بادشاہ آسمانی دیوتا ہیں جن کی عبادت رعایا پر واجب ہے

شہر اور کے حکمران کا نام

ان بادشاہوں میں سے جس بادشاہ نے شہر اور پر حکومت کی اس کا نام اورنامو (Ur Nammu) تھا یہ اس سر بہ فلک عمارت بنوانے والا ہے جو چاند کی عبادت کے لیے تیار کی گئی تھی اس کا ایک مجسمہ بھی ہے جو امریکہ میں بنسلفانیا کے عجائب خانہ میں ہے۔

اور کے بادشاہ ذلقی کا ذکر

اس نے اپنے بعد اپنا بیٹا دلقی یا شلقی (جیسا کہ مفتشین میں ترتیب حروف و تلفظ کے اسالیب میں اختلاف ہے) چھوڑا یہ سومریوں کے ان عظیم بادشاہوں میں سے تھا جنہوں نے حکومت کو متحد رکھنے کے لیے تمام شہر والوں پر اپنی پرستش فرض کردی تھی اس نے اپنی بیٹی عیلام کے ایک امیر سے بیاہ دی تھی (یہ شہر موجودہ زمانہ میں کردیوں کے شہر سلیمانیہ سے دور نہ تھا) تاکہ پڑوسی حکومتیں اپنی حکومت میں شامل کرلے اور اس نے اور کے لشکر سے لمبی لمبی کمانوں والے جوانوں کو چنا جن کو دوسرے شہروں کی طاقتور جماعتوں کے ساتھ لے کر شمال کی طرف شمال والوں سے لڑنے کے لیے بڑھا تاکہ شمال کا علاقہ بھی اپنی حکومت میں شامل کرلے لہٰذا اس کی حکومت انتہائے جنوب سے لے کر انتہائے شمال تک دجلہ و فرات کی درمیانی وادی میں وسیع ہوگئی اس زمانہ کا خصوصی مورخ باتریک کارلتون اپنی کتاب الدول المدفونہ (Buried Empires By) (Patrich Karleton) میں اس کا زمانہ ۲۲۷۶ ق م بتاتا ہے۔

رعایا پر بادشاہ کی عبادت فرض تھی

تمام شہروں پر عبادت فرض کرنے میں دنقی منفرد نہیں تھا یہ تو ان تمام بادشاہوں نے کیا جنہوں نے شہروں کو ایک طاقت بنانے کے لیے مطیع کیا اور جو شہروں کو مطیع و منقاد بنانے میں کامیاب نہیں ہوا اس نے اپنی رعایا کی پرستش پر قناعت کی جس علاقہ میں وہ اپنے اقتدار میں منفرد تھا یا دینی رؤساء کے درمیان کہانت اولیٰ پر قناعت کی اور پر بہت سے عظیم سلاطین نے حکومت نہیں کی کیونکہ ایسے سلاطین جنہوں نے دوسروں کے علاقے اپنی حکومتوں میں شامل کئے تھوڑے سے ہیں اور دور دور کے زمانوں میں بکھرے ہوئے ہیں ان میں سومری، اکادی اور بابلی شامل ہیں۔

خاندان کے بزرگوں کی پرستش

لیکن شہر اور میں چاند اور عظیم سلاطین کی پوجا کے علاوہ بھی طرح طرح کی پوجا ہوتی تھی ان پرستشوں میں حکومت کی پرستش کے بدلہ خاندانوں کی پرستش بھی کی جاتی تھی جو حکومت کی کمزوری کے اور اس کے زوالِ رعب کے زمانہ میں اور قربانیوں کی طرف کم توجہی اور بے رغبتی کی وجہ سے پیدا ہوئی لہٰذا لوگوں نے اپنے مُردوں کی جن کو اپنے گھروں میں دفن کیا کرتے تھے پرستش پر قناعت کی اور وہ اپنی زندگانی میں جو کچھ کھایا پیا کرتے تھے اس سے تقرب حاصل کرنے لگے کھدائی کے کاموں سے مفتشین پر زمین کی گہرائیوں کے یکے بعد دیگرے طبقات اور تاریخ کی گہرائیوں کے درجات ایک وقت میں معلوم ہوتے رہتے ہیں اور قربانیوں کی قیمت سے دیوی دیوتاؤں پر وثوق کی قیمت یا مادیات اور روحانیات کے درمیان پرستش کے تغیرات کی قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔

(۵) انسان کی قربانی

انسانی قربانی کی قدامت

علم آثار قدیمہ سے عبادتوں میں انسانی قربانیوں کی قدامت پر روشنی پڑتی ہے یعنی سابق عبادتوں میں جو سامیوں کے زمانہ میں دجلہ و فرات کی وادی میں اور ہلال خصیب کے مقامات میں پائی جاتی تھیں اور اس پر بھی کہ ان مقامات میں سامی قبائل کے آنے کے مابعد تک بھی یہ قربانی باقی رہی۔

شہر اور کے زمین کے نیچے سے نکالے ہوئے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی قربانی کا رواج خصوصاً سلاطین کی عبادت میں بہت پرانا ہے کیونکہ بادشاہ کے ساتھ اس کے خدام و وزار بھی دفن کر دئیے جاتے تھے ان کے جسموں کی ہیئت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جبریہ مرے کیونکہ ان میں سے کسی کے جسم پر بھی ذبح کئے جانے کا یا گلہ گھونٹے جانے کا یا کسی سخت ضرب سے مارے جانے کا کوئی نشان نہیں ملتا اسی لیے وولی اپنی کتاب اور الکلدانیین (Ur of the Ohaldees میں اپنی یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ وہ خوشی خوشی زہر ہلاہل پی جایا کرتے تھے جو انہیں مخدر بنا کر مار دیتا تھا کیونکہ ان کا اس پر ایمان تھا کہ وہ سلاطین دیوتاؤں کے ساتھ آسمان میں اسی حالت میں جائیں گے جس حالت میں وہ دنیا میں ان کے ساتھ رہتے سہتے تھے

شعائر کو مقدس تمثیل کی جگہ اتارنے کا مقدمہ

بعض مٹی پر ایسے آدمیوں کی تصویریں پائی گئی ہیں جو حیوانات کے سروں کے مشابہ

نقاب ڈالے ہوئے ہیں ان سے یہ رائے قائم کی جاتی ہے کہ یہ ہیئت رمزی ذبح کا اور عام اجتماعات میں خصوصاً سالانہ تہوار کے اجتماع میں شعائر کو مقدس تمثیل کی جگہ پر اتارنے کا مقدمہ ہے۔

انسانی قربانی کے عوض جانور کی قربانی

اور میں کھدائی سے نکلنے والے آثار میں بکری کے ایک بچہ کا مجسمہ ملا ہے جو ایک درخت سے بندھا ہوا ہے شاید اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان کی قربانی کے بدلے حیوان کی قربانی آگئی ہے اس کی تاریخ وولی کے اندازے کے مطابق عہد خلیل اللہ سے ڈیڑھ ہزار پہلے کی ہے۔

انسانی قربانی حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک رہی

لیکن انسانی قربانی حضرت موسیٰؑ کے زمانہ تک رہی اس کی وضاحت سفر خروج کی بائیسویں اصحاح سے ہوتی ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل پر اپنے پہلوٹے بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنا حرام قرار دیا اور سفر لاویین کی بیسویں اصحاح سے بھی جہاں اس شخص کے لیے رجم کی سزا کی صراحت ہے جو اپنے بیٹے کو رب کے لیے بطور قربانی کے پیش کرے۔

بیٹے کی قربانی کی نذر ماننے کا رواج

اس کے باوجود بعض امراء نذر مانا کرتے تھے کہ وہ اپنے بیٹوں کو اللہ کے لیے مذبح پر قربان کر دیں گے اور جلا دیں گے جیسا کہ یفتاح نے کیا یفتاح نے یہ منت مانی کہ اگر میں اپنے ہاتھوں سے بنی عمون کو دفع کر دوں اور صحیح وسالم لوٹ کر آجاؤں تو جو میرے گھر کے دروازوں سے میرے استقبال کے لیے نکلے گا وہ رب کے لیے ہوگا اور میں اسے جلانے والی آگ کے حوالہ کر دوں گا۔

بنی ارمیا نے ان کی ان الفاظ میں مذمت فرمائی کہ انہوں نے بلند مقامات بنوائے ہیں تاکہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو آگ میں جلائیں۔

ختنوں کا رواج

ختنوں سے مقصد طہارت ہے

ابوالتاریخ ہیرو ڈوٹ روایت کرتا ہے کہ اس نے فنیقیوں اور شامیوں سے ختنوں کے رواج کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ رواج مصریوں سے لیا ہے اور ختنوں سے مصریوں کا مقصد نظافت و طہارت ہے۔

ختنوں کے رواج کی حقیقت

ختنوں کے رواج دینے کی حقیقت جس پر عادتوں کے باہمی میل جول دلالت کرتے ہیں یہ ہے کہ یہ انسانی قربانی کے رواج کا اختصار ہے جو انسان کے تہذیب و تمدن میں ترقی سے معرض وجود میں آیا۔

ختنیں انسانی قربانی کی ایک مختصر شکل ہے

پرانے زمانوں میں فاتح قوم اپنے قیدیوں کو اپنے معبودوں کی محراب پر قربان کر دیا کرتے تھے پھر رفتہ رفتہ ان کا قتل چھوڑ کر ان کے اعضاء کاٹنے لگے پھر اعضاء کا کاٹنا بھی چھوڑ دیا اور ان کے ذکر کے سرے والی کھال کاٹنے لگے اور اسے اس بات کی نشانی سمجھا جانے لگا کہ دشمن نے شکست تسلیم کر لی ہے اسی لیے ختنوں کا رواج مردوں سے شروع ہوا اور عورتوں میں ختنوں کا رواج ایک طویل مدت کے بعد ہوا اور یہ رواج اس نشانی سے کہ دشمن نے شکست تسلیم کر لی ہے اس نشانی کی طرف منتقل ہوا کہ لوگوں نے قبیلہ کے معبود کو بھی تسلیم کر لیا ہے

ظاہر ہے کہ اس کو تسلیم کرنے کے لیے مردوں کی طرح عورتوں کی ختنتیں بھی لازم ہیں لہٰذا اب عورتیں بھی ختنتیں کرانے لگیں۔ ختنوں کے رواج کا بقیہ یہ بھی ہے کہ شاؤل نے داؤد سے شرط کرلی کہ وہ اس کی بیٹی میکال کے مہر میں سو غیر مختون فلسطینی دے چنانچہ بجائے سو کے اس نے دو سو دیئے جیسا کہ صموئیل کی پہلی سفر کی اٹھارہویں اصحاح میں ہے۔

یہ صحیح نہیں کہ اسرائیلیوں نے ختنوں کو اپنے قبیلہ کی امتیازی علامت قرار دے لیا تھا بلکہ یہی صحیح ہے کہ یہ قبیلہ کے معبود کو تسلیم کرنے کی نشانی ہے ختنوں کو مکابیوں نے ادومیوں اور اتوریوں پر فرض قرار دیا جب انہوں نے ان کو شکست دی سفر تکوین کی چونتیسویں اصحاح میں ہے کہ یعقوب کے بیٹوں نے اس شخص پر جس نے ان کی بہن سے زنا بالجبر کیا ہو یہ فرض کیا کہ وہ اپنی قوم کنعانیوں کے ساتھ ختنتیں کرے۔

(۷) بت خانے اور محرابیں

اونچی جگہ پر محرابیں بنوانے کا رواج

حضرت ابراہیم کی قوم نے یا آپ کے ماننے والوں نے ہیکل سلیمانی سے پہلے کوئی ہیکل نہیں بنایا۔ خلیل اللہ معبد اونچی جگہ بنایا کرتے تھے اور معبد کے لیے درختوں اور پانی کے قریب والی جگہ کا انتخاب فرمایا کرتے تھے

اونچی جگہ محراب بنوانے کے رواج کی تنسیخ

پھر معبدوں کی کثرت ہو گئی اور معبودوں کی بھی اور عوام یہ سمجھ بیٹھے کہ ہر محراب کا ایک مخصوص معبود ہے اور انہوں نے ہر علاقہ کے خداؤں کو گڈمڈ کر دیا اور ان بتوں کی پوجا کرنے لگے جن کو ان سے پہلے درمیانی شہروں والے پوجا کرتے تھے جب یہ ڈر ہوا کہ یہ لوگ ہمسایہ

قبائل میں گھل مل کر اپنی امتیازی اور خصوصی شان کھو بیٹھیں گے تو بالاتفاق حکماء نے اونچی جگہوں میں محرابیں بنانا حرام قرار دے دیا اور تمام عبادتیں، قربانیاں اور بڑی بڑی مذہبی رسمیں ایک ہی ہیکل میں بجالانے کا حکم دے دیا۔

ابتدائی ہیکل شروع شروع میں تو یہ ہیکل قابل انتقال ایک خیمہ ہوتا تھا پھر خیمہ کی طرح اور اس کے حصوں کی طرح پتھروں کا بنائے جانے لگا۔ دجلہ وفرات کی وادی میں نظام معابد کے آثار میں سے یہ اثر منفرد نہ تھا کیونکہ ایک طویل زمانہ تک خاندان کی عبادت بتوں کی جن کو طرافین کہا جاتا تھا عبادت کے رنگ میں رنگی رہی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ طرافین کے پاس رکھنے سے ریاست سے خاندان کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے اور مال ومیراث میں برکت ہوتی ہے اسی لیے راحیل نے حران سے ہجرت سے قبل ہی اپنے ساتھ طرافین لے لیے تھے اور طرافین کو گرفتاری کے مابعد تک خاندانی مقدس ذخیروں میں محفوظ رکھا جاتا تھا جیسا کہ سفر زکریا کی دسویں اصحاح سے معلوم ہوتا ہے۔

(۸) عالم آخرت

اکابر کی پرستش کا تصور کوئی پرانے سے پرانا دین عالم دنیا کے علاوہ عالم آخرت پر ایمان لانے سے خالی نہیں رہا کیونکہ ابتدائی اور قدیمی قبائل کا ارواح اور کے خوابوں خیالوں پر ایمان، شائع وذائع تھا اور ہر ایک کا یہی عقیدہ تھا کہ انسان موت کے بعد باقی رہتا ہے کیونکہ وہ اسے خوابوں میں دیکھ لیا کرتے تھے یہیں سے بزرگوں کی پوجا کا تصور پیدا ہوا

آخرت پر ایمان دو قسم کا ہے

لیکن آخرت پر ایمان کی دو قسمیں ہیں بعض کے نزدیک عالم آخرت

اس مشہود عالم کا ایک جزو ہے مُردہ اس میں ٹھہرنے کے لیے منتقل ہوتا ہے اکثر پرانی قومیں اس عالم کو ہاویہ کے نام سے پکارا کرتی تھیں اور اسے زمین کے نیچے روشنی سے بہت دور بتاتی تھیں۔ اور بعض کے نزدیک عالم آخرت عالم حساب وکتاب، عالم جزاء وسزا اور اچھوں اور بروں میں امتیاز کرنے والا عالم ہے اور دوام وحیات پائدار کا جو دنیا کی ناپائدار زندگی کے بعد ملنے والی ہے عالم ہے۔

ایک درمیانی عقیدہ

عالم آخرت کے سلسلہ میں ان دونوں عقیدوں کے درمیان ایک درمیانی عقیدہ بھی ہے جو ہاویہ اور غلود کے اعتقادات کو شامل ہے اس عقیدے کی رو سے تمام مُردے ہاویہ میں جاتے ہیں پھر آخری زمانہ میں ہاویہ سے وہ چھوٹیں گے جو معبود برحق کی اطاعت کرتے تھے انہیں دنیوی زندگی کی طرح زندگی ملے گی اور ابدی موت کا فیصلہ دوسروں سے تکمیل کو پہنچے گا۔ بابلی دین کے عقیدہ میں پہلی نوع شامل ہے اور مصری دین میں دوسری نوع اور عبری اس میں سے ایک جزء اور اس میں سے ایک جزء لیتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ وہ آخری زمانہ میں دنیا میں لوٹ آئیں گے اور ان کے علاوہ دوسری قومیں نہیں لوٹیں گی آج کی بابلی مناجاتوں اور دعاؤں میں غور کرنے کے باوجود ان میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس سے اخروی نعمتیں ثابت ہوں۔ ان کی دعائیں دنیوی مرادوں، طویل عمروں، اور بیماریوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہنے میں منحصر ہیں۔

قدیم بابلیوں کا عقیدہ

قدیم بابلیوں کی ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد روح جسم سے الگ نہیں ہوتی اور جسم سے برابر چمٹی رہتی ہے اور اس عالم کے اور دوسرے عالم کے درمیان حیران وسرگردان رہتی ہے حتیٰ کہ جسم کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں اور اس کا ایک جزء بھی باقی نہ رہے کہ روح اس سے چھٹے اسی لیے یہ لوگ اپنے مردوں کو شکاری اور جنگلی جانوروں کے نوچنے اور کھانے کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے تاکہ روح

دنیا اور آخرت کے درمیان حیرت والے عذاب سے جلد نجات حاصل کرے

(۹) توحید

توحید کی قسمیں

اسی طرح توحید کی بھی دو نوعیں ہیں ایک نوع تو یہ ہے کہ ایک معبود پر ایمان ہو جس نے زندوں کو پیدا فرمایا اور ساتھ ساتھ اس نے دوسرے مزعومہ خداؤں کو بھی پیدا کیا اور ایک نوع یہ ہے کہ ایک ہی معبود پر ایمان ہو جس کے سوا کسی دوسرے معبود کا تصور ہی نہ کیا جائے پچھلی کوئی قوم ترقی کر کے توحید کے اس پچھلے معنی پر نہیں آئی البتہ مصری قوم نے توحید کا یہ معنی پہچان لیا تھا کیونکہ اٹون کی عبادت جس کی اخناتون نے اب سے ۳۳ سال پہلے دعوت دی تھی عقیدۂ توحید میں تنزیہ کی غایت کو پہنچی ہوئی تھی جیسا کہ قدیم لوگوں نے اس کی تعریف کی ہے۔

اسرائیلی حکماء کی مصری محرابوں کے اسرار سے واقفیت

بعض مصری علماء کی جن کے پیش پیش برستید و یجال ہے اخناتون کی مناجاتوں اور مزامیر داؤدؑ میں مقابلہ کے بعد یہ رائے ہے کہ اسرائیلی حکماء مصر میں محرابوں کے اسرار سے واقف تھے خصوصاً ان اسرار سے جو عوام سے محجوب رہتے ہیں کیونکہ اونچی دیانت کے اسرار بڑے بڑے علماء اور ان کے چیدہ چیدہ شاگردوں ہی میں منحصر رہتے تھے۔

سلاطین جنوب عرب کی توحید

عرب کے جنوبی شہروں کے سلاطین کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس توحید کو پہچانتے تھے جس میں ایک معبود تمام معبودوں پر غالب ہے، شاہ ایلوحی ایلوم جو جنوبی بابل کا بادشاہ تھا اس کے نام کا یہ مطلب ہے کہ اللہ ہی

سچا معبود ہے۔ عبداللہ خلبی اپنی کتاب سوابق الاسلام میں لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ وحدانیت میں اس کی ابتدائی حالت کی شہادت ہے قبیلہ کے ناموں میں اس نام کے مترادف ایل رب، ایل ملک اور ایل راب ہے یہ سب ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ اللہ ہی رب ہے اور وہی بادشاہ ہے اور وہی رئیس و لائق اطاعت ہے اس مفہوم کو جب ہی بولا جاتا ہے جب ایک معبود کو تمام معبودوں پر غلبہ دے دیا جائے یا بجز ایک معبود کے دیگر تمام معبودوں کی صفتِ الٰہیہ کا انکار کر دیا جائے

(۱۰) شرائع

ایک ستون پر پوری حمورابی شریعت کندہ ہے

شعائر و عبادات کے

بیان سے شرائع اور آداب اجتماعیہ کا بیان ملحق ہے۔ ایک ایسا ستون ملا ہے جس پر پوری شریعت حمورابی کندہ ہے البتہ چند سطریں مٹی ہوئی ہیں جن کو دوسرے ماخذوں سے مکمل کیا جا سکتا ہے اس شریعت میں جادوگی اور شادی کے بعد بدکاری کی سزا پانی میں ڈبو دینا ہے اور جو جلنے والے گھر کا مال اچک لے اس کی سزا آگ میں جلا دینا ہے اس شریعت میں دریا کو مقدس سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں جادوگروں کو اور جادو کئے جانے والوں کو ڈال کر آزمایا جاتا ہے اور اس میں ڈال کر چوری اور غصب پر قتل کی سزائیں دی جاتی ہیں اور اس کے عجیب مسئلوں میں سے ایک یہ بھی مسئلہ ہے کہ معصوم و بے گناہ بیٹی کو باپ کے جرم پر سزا دی جاتی ہے چنانچہ اگر کوئی شخص کسی آزاد شخص کی بیٹی کو اس قدر مارے کہ اس سے اس کا حمل گر جائے تو اسقاط حمل کے تاوان پر اسے دس مثقال (پونے چار تولہ) چاندی دینی پڑے گی اور اگر وہ مر جائے تو قصاص میں اس کی بیٹی قتل کر دی جائے گی۔

عہد قدیم میں عاخان کی ایک منقول سزا

بلاشبہ یہ احکام عہد قدیم میں عاخان کی منقولہ سزا کے خلاف ہیں کیونکہ اس نے عائی کو لڑائی میں جس میں اسرائیلیوں کو شکست ہوئی تھی کچھ غنیمت کا مال چرالیا تھا۔" پھر عاخان نے مسیح کو جواب دیا اور سچ کہا کہ میں نے رب کا یعنی یعقوبؑ کے معبود کا گناہ کیا ہے کیونکہ میں نے مال غنیمت میں ایک عمدہ شنعاری چادر دیکھی اور دوسو مثقال (ایک سیر چودہ چھٹانک) چاندی دیکھی اور پچاس مثقال (تقریباً پونے چار تولہ) سونے کی ڈلی دیکھی اور مجھے ان کی خواہش ہوئی اور میں نے یہ چیزیں لے لیں دیکھیے چادر میرے خیمہ میں تہہ کی ہوئی زمین پر رکھی ہے اور چاندی اس کے نیچے ہے پھر یشوع نے عاخان بن زارح کو، چاندی کو، چادر کو، سونے کی ڈلی کو، اس کے بیٹوں کو، بیٹیوں کو، بیلوں کو، گدھوں کو، بھیڑوں کو، خیمہ کو اور اس کے تمام مال کو لے لیا اور اپنے ساتھ تمام اسرائیلیوں کو بھی لیا اور آپ ان سب کو وادی عخور میں لے گئے پھر یشوع نے کہا، جیسے تو نے ہمیں بدمزا کیا ہے آج تجھے رب بدمزہ کرے گا پھر تمام اسرائیلیوں نے اسے پتھروں سے سنگسار کر دیا، اور اسے جلادیا اور اس پر پتھر برسائے اور جہاں اسے رجم کیا گیا تھا وہاں بڑے بڑے پتھر رکھ دئے جو آج تک ہیں پھر رب اپنے جوش غضب سے لوٹا۔

شریعتِ حمورابی کے چند مسائل

مختلف دفعات

شریعت حمورابی کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ایک طبقہ کی کئی بیویاں حرام ہیں اور اگر کسی کے ہم طبقہ اور ہم کفو بیوی سے یا کسی لونڈی سے اولاد ہو تو لونڈیوں سے نکاح کرنا حرام ہے دفعہ ۱۴۴۔ اگر کوئی مرد کسی کاہنہ سے نکاح کرلے اور کاہنہ اسے لونڈی دیدے

اور اس لونڈی سے اس کے اولاد ہو جائے تو اسے لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ دفعہ ۱۴۵۔ اگر کوئی کاہنہ سے نکاح کرے اور اس سے اس کے اولاد نہ ہو اور وہ لونڈی سے نکاح کرنا چاہے اور اپنے گھر میں اسے رکھنا چاہے تو یہ لونڈی اس کی بیوی کے ساتھ ایک درجہ میں نہ رہے گی۔ دفعہ ۱۴۶۔ اگر کوئی کاہنہ سے نکاح کرلے اور وہ کاہنہ اسے لونڈی دیدے اور اس لونڈی کے اولاد ہو جائے اور وہ خود کو سیدہ کے درجہ میں سمجھے کیونکہ اس کے اولاد ہے تو سیدہ کو جائز نہیں کہ اسے چاندی کے بدلہ فروخت کر دے بلکہ اسے قید کرلے اور خدام کے ساتھ رہنے دے۔ اگر باپ لونڈی کے بیٹے کے نسب کا اقرار کرلے تو باپ کی میراث سے اسے محروم کرنا جائز نہیں۔ دفعہ ۱۷۰۔ اگر کسی کے اس کی بیوی سے اولاد ہو اور اس کی اپنی لونڈی سے بھی اولاد ہو اور اس نے انہیں اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کہہ کر پکارا ہو اور ان کو اپنی بیوی کے بیٹوں کیساتھ شمار کیا ہو پھر وہ مرگیا ہو تو بیوی اور لونڈ کے بیٹے برابر برابر میراث بانٹ لیں گے اور بیوی کے بیٹے چاہئیں تو تقسیم پر راضی ہو جائیں اور چاہیں تو قرعہ اندازی پر۔

حمورابی اور عبری شریعتوں میں یکسانیت

بہت سے مسائل میں حمورابی اور عبری شریعتیں ملتی جلتی ہیں اس زمانہ کے بعض یہودی علماء کا خیال ہے کہ عبری شریعت میں میراث چھوٹے بیٹے کے ساتھ خاص ہے جبکہ حمورابی شریعت میں نہیں چنانچہ استاد جو زیف جاکوب اسمٰعیلؑ پر اسحاقؑ کی، عیسو پر یعقوبؑ کی اور تمام بھائیوں پر یوسفؑ کی فضیلت کی یہ علت بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں عبری شریعت بعض سابق شریعت کا حکم اپنا لیا کرتی تھی یعنی عبری شریعت میں پوری میراث چھوٹے بیٹے کو ملتی ہے اور یہ مسئلہ کسی سابق شریعت سے لیا ہوا ہے۔

عہد قدیم کے مورخین کی ایک غلطی

یہ عالم لکھتا ہے کہ عہد قدیم کے مورخین اس پرانی سنت کے معنی تک نہ پہنچ سکے اور انہوں نے اس کی تصحیح کے سلسلہ میں کئی تاویلیں کیں جو ان کے زعم میں صحیح تھیں لیکن قاعدہ کلیہ عام ہوتا ہے اتفاقی نہیں ہوتا حضرت یوسفؑ نے اپنے دونوں بچوں منسا اور افرائیم کو اپنے محترم والد حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ دادا کے پاس جاکر ان کی برکت حاصل کریں افرائیم آپ کے دائیں طرف اور منسا بائیں طرف تھے اسی طرح حضرت داؤدؑ جو بادشاہ بھی تھے اپنے باپ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور آپ کے دادا فارز دو جڑواں بچوں میں چھوٹے تھے جو تامار بنت یہودا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے حضرت داؤد نے بھی اسی سنت کا لحاظ رکھا اور اپنا ولی عہد اپنے سب سے چھوٹے بچہ سلیمانؑ کو بنایا جو اپنے بھائی ادونای سے چھوٹے تھے۔

خاندانِ خلیل میں بھی یہ ایک پرانی سنت تھی

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خلیل اللہ کے خاندان میں یہ ایک پرانی سنت تھی خود خلیل اللہ اپنے بھائی سے چھوٹے تھے۔ اب ہم آثار عتیقہ سے اور ان پر حواشی سے اقتباسات ختم کرتے ہیں کیونکہ آثار قدیمہ کے دوسرے انکشافات اس رسالہ کے موضوع کی طرف ہماری توجہ مبذول نہیں کراتے کیونکہ ان میں کوئی ایسا عمود نہیں پایا جاتا جس پر سیرت خلیل کے سلسلہ میں مختلف قیاسات میں سے کسی قیاس کی رو سے کوئی رائے قائم کی جاسکے۔

خلاصہ

اب ہم رہبکہ راہ کے تمام نشانات جن کی ہمارے لیے مصادر و حواشی نے

نشان دہی کی تھی بتا چکے، ان نشانات کی روشنی میں سیرتِ خلیل کو مختصر طور پر بیان کرتے ہیں سب سے پہلے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیرتِ خلیل کے سلسلہ میں قرائنِ ثبوت قرائنِ شک سے بہت زیادہ قوی ہیں قرائنِ شک بعض نام نہاد علماء پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ علم ان کی باتوں سے بیزار و بری ہے۔

خلیل اللہ کا علم کی رو سے وجود نہ ماننے والے ظالم ہیں

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ علمی نقطۂ نظر سے خلیل اللہ کا وجود مشکوک ہے وہ علم پر ظلم کرتے ہیں اور اس پر ایسا گناہ لادتے ہیں جسے علم کا مزاج قبول نہیں کرتا کیونکہ سیرتِ خلیل اللہ ان سیرتوں میں سے نہیں جن میں علماء شک کریں بلکہ یہ تو ایک ایسی سیرت ہے کہ علماء اگر اسے پاتے نہیں تو اس کی تحقیق کرتے ہیں کیونکہ انبیائے کرام کی دعوتیں گویا ایک خاندان ہے جس میں لاحق کو سابق سے ایک گہرا تعلق ہے اور ان دعوتوں کے آغاز کی طرف رجوع ممکن نہیں جب تک ہم ان کی ابتداء دعوت ابراہیمؑ سے نہ کریں۔

دعوت نبویہ کا نقطۂ آغاز و نقطۂ اختتام

دعوات نبویہ جن کا نقطۂ آغاز دعوتِ ابراہیمؑ ہے ایک ایسا خاندان ہے جس کی نظیر عربی اور سامی اقوام کے علاوہ کسی قوم نہیں ملتی یہ سلسلہ دعوت محمدیہ پر ختم ہو جاتا ہے اور دعوت محمدیہ آکر اسے مکمل کر دیتی ہے لہٰذا ان میں سے ایک دعوت بھی اپنے اپنے زمانہ میں ترتیب میں بھی اور اپنی اپنی جگہ پر تعلق میں بھی دوسری تمام دعوتوں سے علیحدہ نہیں سمجھی جا سکتی۔ لہٰذا ان میں نہ زمانہ کی راہ سے التباس ہے اور نہ گھرانے کی راہ سے۔

دعوت نبویہ کا وجود اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے زمانہ میں لازمی ہے

یہ ایسی دعوتیں ہیں جو اسی نسق و ترتیب سے تمام دنیا میں ظاہر ہوئیں کیونکہ یہ ان قافلہ والے شہروں کے ارد گرد جن سے عربی اقوام کے شہر مخصوص ہیں

غیر ملکہ رہیں اور ان کی ابتداء اپنے زمانہ میں اپنے جغرافیائی مرتبہ کی ترتیب پر اس جگہ سے ہے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ پلے بڑھے لہٰذا ان کی پیدائش اپنی جگہ پر اور اپنے زمانہ میں لازمی ہے۔

اس قسم کی حقیقت علماء کی توجہ کا محور رہتی ہے اور غیر مشکوک ہوتی ہے

اور جو پیدائش اس زمرے سے ہو اس کی حقیقت علم و اہل علم کی توجہ کا محور رہتی ہے اور غیر مشکوک ہوتی ہے بلکہ علم کا موقف شک کے برعکس ایک طرف ہٹا ہوا ہوتا ہے کیونکہ اگر علم بدیہی سے اسے پاتا نہیں تو اس کی کرید کرتا ہے اور اسے یقیناً پا ہی لیتا ہے اور اس کا کھوج لگا ہی لیتا ہے۔

منجملہ قرائنِ ثبوت کے ایک قرینہ

قرائن ثبوت میں سے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ یہ نبوی دعوتیں ایک اصل (سامی خاندان) کی طرف منسوب ہیں جبکہ لوگ لغوی مقارنت سے واقف بھی نہ تھے اور صرف و استقاق میں وحدت کی علامتوں سے خبردار بھی نہ تھے اور قواعد نحو، حرکات نطق، اور گفتگو کی ضروریات سے نابلد تھے لہٰذا جو لوگ سینکڑوں سال پہلے سے ان دعوتوں کی اصل میں وحدت کے قائل ہیں ان کے لیے یہ نسبت گھڑنا ناممکن و محال ہے اگر یہ مراجع کے اعتبار سے صحیح نسبت نہ ہوتی تو گھڑی نہیں جاسکتی تھی اور اس کا گھڑنا آسان نہ تھا۔

دینی علم مقابلہ جدید ہے

(دینوں میں) علم مقابلہ (لغوی علم مقابلہ کی طرح) جدید ہے پھر جب اس جدید

علم سے وہی باتیں معلوم ہوئیں جو عصر ابراہیمؑ میں دینی سلسلہ میں پہلی خبروں سے معلوم ہوتی تھیں تو یہ ثبوت کا قرینہ ہے شک کا نہیں اگر اب بھی کوئی اسے نہ مانے تو اس کے نزدیک شک اور ثبوت ایک ہی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں یہ آسان بات نہیں کہ ایک ہی وطن میں ستارہ پرستی، بت پرستی اور بادشاہ پرستی پائی جائے اور اس جگہ کے رب متعدد ہوں اور ان میں سے ایک رب تمام ارباب سے ممتاز ہو اور یہ بھی آسان نہیں کہ ایک ہی وطن میں یہ مخلوط عبادتیں پائی جائیں اور لوگ توحید سے بے خبر ہوں اور سورج اور چاند کو پوجیں یا سورج کو چھوڑ کر چاند ہی کو پوجیں یا چاند کو پوجیں اور مریخ و زہرہ کی پرستش سے ہٹ جائیں کبھی لوگ توحید سے نابلد ہو کر بتوں کو پوجنے لگتے ہیں اور ان کے ساتھ بادشاہوں کو نہیں پوجتے اور کبھی بہت سے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں اور ان میں سے تمام ارباب پر کسی رب کو ممتاز و بالا نہیں سمجھتے لیکن ایک ہی وطن میں سب کی عبادت تو ایک ایسی حالت ہے کہ اس کا گھڑ لینا ممکن نہیں جب تک اس کی واقعی حقیقت نہ ہو۔

آج ہمیں آپ کی واقعی حقیقت یقین سے معلوم ہے

آج ہم کو معلوم ہے کہ ان کی واقعی حقیقت ہے کیونکہ ہم نے تحریروں کے رموز پا لیے ہیں اور آثار عتیقہ کے اسرار کا سراغ لگا لیا ہے جن سے ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ عبادتوں میں تسلسل ہے اور معتقدین کے احوال کے مطابق طرح طرح کے عقائد ہیں اور علاقوں کے باشندوں میں اور حدود میں خلط ملط ہے اور اب ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ چاند پرستی، سورج پرستی سے پہلے معرض وجود میں آئی تھی اگرچہ سورج پرستی کی سابقیت کی طرف ذہن جاتا ہے کیونکہ سورج بڑا ہے اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ چاند سے پہلے اس کی پوجا کی گئی ہو۔

یونانیوں کا رب الارباب مشتری تھا

بلکہ آج ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ یونانیوں کا رب الارباب مشتری تھا سورج یا چاند نہیں اسی لیے یونانی مشتری کو جو بیتر کہتے ہیں اور اس کو دو کلموں سے مرکب مانتے ہیں جو بمعنی ابوالآلہہ (Dawes Pater) ہے یعنی تمام معبودوں کا باپ یا رب الارباب

قرآن پاک سے ایک شہادت

قرآن کریم میں ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۔ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔

پھر جب آپ پر رات نے اندھیرا کیا تو آپ نے تارا دیکھا اور سوچا کہ یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں رکھتا پھر جب آپ نے چاند چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا اگر میرا رب مجھے راہ نہ دکھائے تو یقیناً میں گمراہوں میں سے ہو جاؤں پھر جب آپ نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا اے میری قوم میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک کر رہے ہو۔

تاروں کی مورتیوں کی بطور تمثیل کے پرستش

آج ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انہوں نے تاروں کی مورتیاں بنوالی تھیں کہ جب تارے ڈوب جائیں تو ان کے مجسمے ان کی نگاہوں سے غائب نہ ہوں اور تاروں کی عبادت

عوض ان مورتیوں کو پوجا کرتے تھے گویا یہ تارے ہی ہیں اور مورتیوں کی پرستش از راہ تقریب و تمثیل تھی۔ قرآن کریم میں ہے

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝

جب آپ نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کیا ہیں یہ مورتیاں جن پر تم لگے بیٹھے ہو؟

ایک دوسری جگہ فرمایا

أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۝ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ

کیا تم انہیں پوجتے ہو جن کو تم خود تراش کر بناتے ہو حالانکہ اللہ نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا۔

حقیقی توحید کس راہ سے آئی

دینوں کے مقابلہ سے آج ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ متعدد ارباب کے بعد اور ان میں سے ایک رب کو ممتاز کرنے کے بعد توحید آئی اور خاص طور سے اہل بابل کی پیدائش کے سلسلہ میں یہ رائے تھی کہ سب سے بڑے معبود نے تمام دیگر ارباب پیدا کئے جیسے اس نے تمام کائنات پیدا کی اور جاندار و غیر جاندار پیدا کئے۔ اس طریقہ پر ایک معبود کی کو جدید زمانہ میں ہینوتھزم Henotheism ا۔ کہتے ہیں ابتدائی توحید کے ادوار میں سے ایک خاص دور پر اس لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور یہ توحید ہر قوم میں پائی جانی لازم نہ تھی

قرآن کریم میں ہے۔

فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ

پھر آپ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مگر ان کے بڑے کو تاکہ وہ آپ کی طرف لوٹیں۔

نیز قرآن پاک میں ہے۔

قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ

انہوں نے پوچھا ابراہیم کیا تو نے یہ کوتک ہمارے معبودوں کے ساتھ کیا ہے؟ فرمایا بلکہ یہ ان کے اس بڑے نے

إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ۝ کیا ہے لہٰذا ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں۔

قدیم بابل میں سلطان پرستی کے بارے میں آج ہمیں معلوم ہے کہ لوگ بادشاہوں کو پوجتے تھے کیونکہ وہ ان کے عقیدے کی رو سے طوفان کے بعد آسمان سے اترے تھے کیونکہ ہم نے یہ بات آثار کا مطالعہ سے اور کھدائی سے زمین کے نیچے سے نکلنے والی پرانی چیزوں کے مطالعہ سے اور بادشاہوں کے اس دعوے کے مطالعہ سے کہ وہ معبود ہیں اور حیات و موت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہے معلوم کی قرآن کریم میں ہے

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ جب ابراہیمؑ نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے
قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ط اور موت دیتا ہے نمرود بولا میں موت و حیات پر قادر ہوں

قارئین کو قرائن ثبوت و قرائن شک میں فرق کرنا لازم ہے

آج ہم یہ مطابقتیں زمین کے نیچے سے نکلنے والے آثار عتیقہ سے اور علم الاحافیر سے جانتے ہیں خواہ موجودہ زمانہ کا عالم قرآن پر ایمان لائے یا نہ لائے لہٰذا یہاں مسئلہ سیرت ابراہیمؑ کے سلسلہ میں قرائن ثبوت و قرائن شک میں فرق کرنے کا ہے بہر حال قرائن شک سے یہ ناممکن ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کی عبادت کی خبریں اس طریقہ پر روایت کرے جس طرح جدید انکشافات نے اُن کی تحقیق کی ہے اور ان قصوں کے خلاف روایت کرے جن کو واقع کی سند کے بغیر گھڑ لیا جاتا ہے کیونکہ اختراع قوم کی عبادتوں کی متفرق حقائق کو جمع نہیں کیا کرتا یعنی ستارہ پرستی، بت پرستی اور سلاطین پرستی کو اور متعدد ارباب کو جن میں ایک رب سب سے بڑا ہو اور سب کا خالق ہو اختراع جمع نہیں کیا کرتا اور یہ تغیر و تطور کی طبیعت میں تعدید و توحید کے درمیان ابتدائی مرحلہ ہے۔

ہم اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کر آئے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے وجود میں شک وتردد بلا دلیل کے ہے اور اس کی کوئی برہان نہیں کیونکہ عجائب و خوارق سے

کبھی چیز کا وجود باطل نہیں ہوا کرتا ان عزائب میں آسمان پر سب سے زیادہ پرانا سورج ہے اور زمین پر ہرم ہے اب ہمیں اپنے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں کم از کم یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ ثبوت کے دلائل شک کے دلائل سے زیادہ قوی ہیں اگر شک کے دلائل فرض کر لیے جائیں (حالانکہ شک وتردد بلادلیل کے ہے)

حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ

آپ کے زمانہ کی تعیین

اکابر علمائے احافیر نے حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کی تاریخ اٹھارہویں صدی ق کے آغاز اور انیسویں صدی کے قدیم آخر کے درمیانی زمانہ میں متعین کی ہے اور وہ آپ کو مصر میں حکومت رعاۃ کا ہم عصر اور عراق عموریوں کی حکومت کا ہمعصر بتاتے ہیں۔

اس وقفہ میں خلیل اللہ کی ولادت کو جدید انکشافات و آثار عتیقہ بھی ترجیح دیتے ہیں جیسے وہ نتائج ترجیح دیتے ہیں جو حضرت ابراہیم کی سیرت مقدسہ میں جھلک رہے ہیں یہ سب طاقت وعقاید کے تنازعہ پر اور ملک میں گڑبڑ اور بدامنی پر اور اُر سے اشور تک، پھر فلسطین تک پھر مصر تک پھر بیت المقدس تک پھر صحرا تک دائمی رحلت کے لیے مجبور ہونے پر دلائل ہیں۔

طبیعی اور سیاسی ہنگاموں کے مل جانے سے چھوٹے قبائل کی زندگیوں میں بے چینی

کبھی طبیعی اور سیاسی ہنگامے مل جاتے ہیں جن کی وجہ سے ملکی مقیم باشندوں کو ان کے گھروں میں چین نہیں ملتا خانہ بدوش قبائل کا تو ذکر ہی کیا ہے جو چارے اور امن کی تلاش میں ہمیشہ پابرکاب رہا کرتے ہیں۔

حکومت بابل کو زوال آیا اور بابل پر مشرق سے قبائل عیلام اور مغرب سے قبائل عموری ٹوٹ پڑے اور اس پر چھا گئے پھر عموری اور عیلامی کبھی تو آپس میں لڑتے اور کبھی وقتی ناپائدار صلح کر لیتے کیونکہ انہیں شمال میں اشوریوں کی حکومت کی طرف سے مستقل خطرہ رہتا تھا جب حکومت مصر میں ضعف آیا تو اس پر قبائل رعاۃ (چرواہے) غالب آ گئے پھر یہ مشرق کی طرف سے خوف زدہ اور سخت محتاط رہنے لگے اور جنوب کے فرعونوں سے بھی جنہوں نے صعید میں اپنے تخت محفوظ و قائم رکھے تھے خوف زدہ و محتاط رہنے لگے۔ ان روزانہ کے ہنگاموں میں اور آئے دن کے جھگڑوں میں جن میں بڑے بڑے قبیلوں والے مشترکہ حصہ لیتے ہیں اور موقعہ غنیمت پا کر حکومتوں پر اقتدار و غلبہ حاصل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور چارے اور امن کی تلاش میں جگہ جگہ پھرنے پر قناعت نہیں کرتے چھوٹے چھوٹے قبیلوں کی زندگی بڑی دکھی بن جاتی ہے۔

خاندانِ خلیلؑ ایک چھوٹا قبیلہ تھا

بلاشبہ خلیل اللہ کا خاندان چھوٹا تھا اور دیگر تمام قبائل کے ہمراہ ہلال خصیب کے علاقہ میں سکونت پذیر تھے اور عموری اور رعاۃ قبائل کے مقابلہ میں کچھ نہ تھا اگر آپکا قبیلہ چھوٹا نہ ہوتا تو وہ جنوب عراق سے شمال عراق کی طرف پھر بحر ابیض کے درمیانی ساحل تک پھر مصر تک پھر دوسری بار فلسطین تک ایک رہنما کی زندگی میں ہجرت کر کے نہ جاتا۔ اس قبیلہ کو قحط نے مصر جانے پر مجبور کیا لیکن صحرائے فلسطین کے دوسرے قحط زدہ قبائل کو قحط نے اس جیسے سفر کے لیے مجبور نہیں کیا خاندانِ ابراہیمؑ کو ایسے حوادث پیش آئے جو اس خاندان کی تعداد و قوت کی کمی پر دلالت کرتے ہیں اور اس پر بھی کہ یہ خاندان حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے لے کر حضرت یعقوب کے زمانہ تک اسی قلت کا شکار رہا اس دعوے پر خاص طور سے بدوی زندگی میں انتہائی واضح شہادت یہ ہے کہ اس قبیلہ کے ہمسایہ قبائل اس قبیلہ کے رؤساء کی عورتوں پر جرأت

کیا کرتے تھے چنانچہ ابیمالک نے سارہؑ کی طمع کی اور شکیم نے حضرت یعقوبؑ کی صاحبزادی پر زیادتی کی یہ خاندان طاقتور قبائل کے پڑوس میں ٹھہرا ہوا تھا جو انہیں مہمان رکھتے یا نہ رکھتے تھے۔ بڑے بڑے قبیلوں کے درمیان سیاسی ہنگاموں کے دوران اور انقلاب حکومت کے زمانہ میں خصوصاً بابلی حکومت کے پڑوس میں ایک چھوٹے قبیلہ کی زندگی کی مٹی بڑی پلید ہوتی ہے بابلی حکومت کا ہر نیا سلطان جدید رب ہوتا تھا جو لوگوں کو اپنی عبادت پر مجبور کرتا تھا اور ان سے خود کو جبریہ سجدے کراتا تھا اور رعایا کی محض اطاعت پر قناعت نہیں کرتا تھا۔ سفر دانیال میں جدید سلاطین کے برسر اقتدار آنے کے بعد ان عبادتوں کے قیام پر متفرق مثالوں میں سے ایک مثال محفوظ کی گئی ہے کہ نیا سلطان اپنی حکومت کا ڈھولوں اور باجوں سے اعلان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری مورتی کو جو عام شاہراہ پر نصب ہے ہر سننے والا بطور فرض کے سجدہ کرے اور جو سجدہ نہیں کیا کرتا تھا اسے لوگ آگ میں زندہ جلادیا کرتے تھے

بنوخذ نصر کا سونے کا مجسمہ

بنوخذ نصر نے اپنا مجسمہ سونے کا بنوایا تھا جس کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض چھ ہاتھ تھا اور ولایت بابل میں مقام دورا میں اسے نصب کرا دیا تھا پھر آدمی بھیج کر تمام زمینداروں کو، کوتوالوں کو، حکام کو، قاضیوں کو، خازنوں کو، علماء کو مفتیوں کو اور ولایتوں کے حکمرانوں کو بلواتا تھا تاکہ اس مجسمہ کو سجدہ کر کے برکت حاصل کریں منادی اعلان کیا کرتا تھا کہ اے قبیلو اور اے قومو اور اے زبانو تمہیں حکم ہے کہ اس بگل کی بانسری کی، اس لکڑی کی، اس ڈھول کی اور اس باجہ کی آواز سنتے ہی سونے کی مورتی کو آکر سجدہ کرو اور جو سجدہ نہیں کرے گا اسے اسی وقت آگ کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا۔

الواح اشوریہ میں بجو شاہ اسرائیل (اس کا عہد حکومت ۸۴۲ق م میں ہے)

کی ایک تصویر محفوظ ہے کہ وہ شلمنصر کے آگے سجدے کی حالت میں زمین بوس ہے اور اس کے پیچھے اس کے اراکین سلطنت جزیہ لیے ہوئے ذلیل کھڑے ہیں پھر جو اپنی اطاعت سے پہلے بادشاہوں کو سجدہ کرنے پر مجبور کرتا تھا وہ لامحالہ رعایا پر بھی جبر کرتا ہوگا کہ رعایا اسے سجدہ کرے اور اس کی پرستش کرے خصوصاً جب وہ نئی حکومت جماتا ہوگا جو ختم ہو جانے والی حکومت کے ٹوٹ جانے پر قائم ہوئی ہے کیونکہ اس کے لیے لوگوں پر اپنا رعب جمانا اور مخالفین کا استیصال ضروری ہے اور ان کا بھی جو اس کی دنیا کی طرح اس کے دین کا بھی انکار کرتے ہیں۔

وہ واقعات جو ہمیں راویوں نے سیرت مقدسہ کے سلسلہ میں بتائے ہیں اس جیسے وقفہ میں رو پذیر ہونے کے لائق ہیں خواہ وہ عراق میں رو پذیر ہوں یا وادیِ نیل کے راستہ میں۔

خلیل اللہ حمورابی کے معاصر ہیں

یہ صحیح ہے کہ آپ حمورابی کے معاصر ہیں یا اس کے زمانہ کے قریب والے زمانہ میں ہیں لیکن حمورابی کے زمانہ سے پہلے اور اس کی حکومت کے چند سال بعد تک حالات میں تغیر نہیں آیا تھا لہٰذا یہ حالت بدلنے والی حکومتوں کے اور انقلاب پذیر اقتدار کے ہیں اور ان کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ یہ حالات حمورابی کو اس کی شریعت کے احکام کو کندہ کرانے کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں اور ان بتوں کے قایم کرنے کی طرف بھی جن کا لوگ ان مخصوص احکام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور یہ نشانیوں میں سے ایک نشانی ہی ہو سکتی ہے پھر لوگ شریعت کو بھول جاتے تھے اور معمولی سمجھتے تھے اور انہیں یاد دہانی کی سخت ضرورت تھی۔

مختلف دینوں کے زمانہ میں کمزوروں کو ایک صحیح معبود کی تلاش

اگر جدید شریعت ہے تو اس کے مناسب وقت اسی جیسے زمانہ کی طرح زمانہ ہے اور حضرت ابراہیم صحرائی قبیلہ کے سردار تھے اور آپ کے ماحول میں حکومت کے تختوں کا پلٹنا اور عبادتوں اور کہانتوں میں ردوبدل کا ہونا اس لائق ہے کہ آپ عبادتوں کے معاملہ میں شک میں پڑ جائیں اور آپ کو ان پر دن رات طاری ہونے والے احوال سے چھٹکارا پانا محبوب ہو۔ چونکہ بڑے بڑے شہروں کے آس پاس طاقتور قبائل اقتدار حاصل کرنے کے لیے جھگڑ رہے تھے اس لیے وہ تو اقتدار حاصل کرنے کے شغل میں لگے ہوئے تھے اور عبادت کی طرف سے بے خبر تھے اور اپنے منافع اور خیالات کے اعتبار سے چھوٹے قبائل مغلوب تھے اور ان کے لیے اسی میں خیر تھی کہ وہ ایک انتہائی قدرت والے معبود کی پناہ لیں جو غالب و مغلوب سب ہی پر قادر ہے، اور ایسا معبود ہے جسے دارالخلافہ کی عبادت گاہیں اور مورتیاں نہیں گھیرتیں اور جو صحرا کی تمام وادیوں میں آسمان کے نیلے گنبد کے نیچے ایک ہی ہے اور ناقابل تغیر ہے۔

بلاشبہ اس جیسے زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ کا وجود ایک حقیقت ہے جس میں کوئی غرابت نہیں اور نہ اس میں جھوٹی باتیں گھڑنے والوں کے گنجائش ہے بلکہ یہ محل اختراع ہے ہی نہیں

خلیل اللہ کی پیدائش اور نشوونما

حضرت ابراہیم کی عربی نسبت کی ایک مثال

بعض حقائق سامعین کے لیے بدیہی ہوتے ہیں

اور وہ ان کے قرب کی وجہ سے ان کی طرف توجہ مبذول نہیں کیا کرتے۔

ایک انگریز فوجی پہلی جنگ عظیم کے دوران مشرق کی فرزندان مشرق کی اور مشرق کی

ہر چیز کی برائی بیان کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مشرق تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے اس سے کبھی کوئی اچھائی پیدا نہیں ہوئی اور نہ اس میں کوئی خیر و خوبی ہے۔ اس کا مخاطب بولا تم نے وہ دین کیوں پسند کیا جو مشرق سے آیا؟ یہ سن کر فوجی نے سر جھکا لیا اور لاجواب و حیران رہ گیا اور مرعوب ہو گیا کیونکہ اس نے اپنی پوری عمر میں کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی اس حقیقت پر غور نہیں کیا تھا حالانکہ وہ عیسائی تھا اور گرجا میں جا کر انجیل سنا کرتا تھا۔ اسی حقیقت کی طرح حضرت ابراہیمؑ کی عربی نسبت ہے جیسے ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کیونکہ آپ کی طرف تمام منسوبہ نسبتوں میں یہی نسبت صحیح ہے لیکن یہ نسبت سامعین کرام کو اجنبی سی معلوم ہوتی ہے اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تم یہ نئی نسبت کہاں سے لائے ہم نے اس سے پہلے تو یہ نسبت سنی نہ تھی۔

خلیل اللہ عرب ہی ہیں

دیکھیے حضرت ابراہیمؑ کو اسرائیلی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اسرائیلی اسرائیل کی اولاد ہیں اور حضرت یعقوب کا لقب اسرائیل ہے جو آپ کے پوتے ہیں اور نہ یہودی کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہودی یہودا کی اولاد ہیں جو حضرت یعقوب کے چوتھے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پڑپوتے ہیں اس وقت ان لوگوں کو یہودی کہا گیا جب یہودا اس علاقہ کا اسم علم بن گیا جو یہودا کے حصہ میں آیا تھا جب زمین حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں میں بانٹی گئی تھی، اور نہ آپ کو عبری کہا جا سکتا ہے جبکہ عبری سے عبرانی زبان مراد ہو جو سامی زبانوں میں ایک ممتاز لغت تھی جو ایک سامی قبیلہ کی زبان تھی سب کی نہیں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی زبان ایک ایسی زبان تھی جو دجلہ فرات اور کنعان کے تمام علاقوں میں بولی جاتی تھی اور اس زمانہ میں عبرانی زبان دیگر تمام زبانوں سے علیحدہ نہ تھی۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ سامی ہیں اور سام بن نوح کی طرف منسوب ہیں لیکن یہ جد کی طرف نسبت ہے قوم کی طرف نہیں سامی زبان وہ لوگ بھی

بولتے تھے جو سریانی ہے، آرامیوں سے اور حمیری لوگوں میں سے نہ تھے جیسے حبشی۔ لہٰذا تحقیق سے آپ کے سلسلہ میں عربی نسبت ہی انتہائی صحیح ہے کیونکہ اس زمانہ میں عربی زبان جزیرہ عرب اور ہلال خصیب کے علاقوں میں پائی جاتی تھی۔

خلیل اللہ کا خاندان یمن سے ہجرت کر کے جنوب عراق میں آ بسا تھا صحیح ترین

اندازہ یہ ہے کہ آپ ایک مہاجر خاندان میں پلے بڑھے جو حال ہی میں شمال یمن سے جنوب عراق کی طرف ہجرت کر کے آیا تھا یہ خاندان ان لوگوں کے ساتھ تھا جو ساحلی علاقہ سے آئے تھے جیسے بابلیوں کو جو خلیج فارس کے قریب مقیم تھے عرب کہتے ہیں بلاشبہ عرب کا اطلاق ان خاندانوں پر بھی ہوتا ہے جو جنوب بابل پر اس طویل زمانہ میں حکمران تھے جو سب سے پرانے اندازے کے مطابق حضرت ابراہیم کے زمانہ پر مشتمل ہے لہٰذا شہر اور میں آپ کے خاندان پر ایسا زمانہ نہیں گذرا تھا جو اُسے آپ کے صحرائی خاندان سے علیحدہ کر دیتا اور آپ کی بدوی زندگی کو ہجرت کی وجہ سے جو عراق میں اقصائے جنوب سے اقصائے شمال تک پیش آئی بھلا دیتا۔

آپ کی پیدائش کا زمانہ

آپ کے بارے میں مجموعی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب زمانوں میں تفرقہ پیدا ہوا جب عہد کنانہ اور عہد نبوت کے درمیان راہیں بٹ گئیں، جب انسانی قربانی کی اباحت و حرمت کے درمیان لوگ دوراہے پر کھڑے تھے جب لوگ متعدد خداؤں کو اور سب سے بڑے ایک خدا کو مانتے تھے جب ہاویہ اور آخرت کے درمیان دوراہیں منقسم ہو گئی تھیں اور جب ایک خاندان کی پرستش کے حق میں لوگ ہو گئے تھے لہٰذا ایک خاندان دو طریقوں (باپ، بیٹا، بھائی بھائی) میں مختلف نہ رہا تھا۔

مختلف دین کس زمانہ میں برسرپیکار تھے

تاریخ بابل سے ۱۹۰۰ سنہ ق کے قریب

یہ تمام طرق پھٹے تھے۔ اس وقفہ کے قریب قریب ہیکلوں کا رعب جاتا رہا تھا اور کاہنوں کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں سے نکل گئی تھی اس حکومت کے معبدوں میں قربانیاں نادر ہو گئیں تھیں اور وہ خاندانی قبروں کی طرف منتقل ہو گئیں تھیں جہاں خاندان اپنے مردوں کے ساتھ ایک گھر میں رہا کرتا تھا اسی وقفہ کے لگ بھگ یکے بعد دیگرے حکومتیں آتی جاتی رہیں اور عبادت کے احکام بنتے اور بگڑتے رہے اور ارباب کا مقابلہ چلتا رہا اور معبود لوگوں کا مذاق بن کر رہ گئے اور اس سے قبل ان سلاطین کا زمانہ ختم ہو گیا جو اپنے وزراء اور متعلقہ لوگوں پر جبر کرتے تھے کہ ان کے ساتھ خودکشی کر کے مدفون ہوں اور ان بادشاہوں کے پڑوس میں حیات بعد الموت پر ایمان باطل ہو گیا لہٰذا لوگوں کے ذہن آخرت کے اور فنا کے بعد دوام کے بارے میں ایک نئی چیز سننے کے لیے کھل گئے۔

کیا اس زمانہ میں صابئی خالص عبادتوں پر عمل پیرا تھے

غالباً اس زمانہ میں صابئی ان عبادتوں پر عمل پیرا تھے جو عبادتیں خالص باقی رہ گئی تھیں اور غالباً انہوں نے اسی بنا پر کہانت کے ساتھ ساتھ نبوت کا بھی انکار کر دیا تھا پھر جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے دعوتِ نبویہ پیش کی تو وہ اس میں اور کہانت میں فرق نہ کر سکے کیونکہ وہ ہیکلوں اور محرابوں کے کاہنوں میں کہانت کے قائل نہ تھے شاید حضرت ابراہیمؑ ان سے ناامید ہو کر ان لوگوں کے قبیلۂ علیا کی طرف شمال میں چلے گئے جدھر وہ رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے یعنی قطب تارے کی طرف جو اپنی جگہ پر ٹھہرا ہوا تارا ہے کہ شاید اس قبلہ والے آپ کی طرف متوجہ ہوں اور ان میں کہانت و نبوت میں فرق کرنے کی استعداد پیدا ہو اور ان پر نبی پر اللہ کی وحی کا سمجھنا گراں نہ ہو جیسے ان پر اس کا سمجھنا گراں ہے کہ کاہن اللہ سے وحی حاصل کرتے ہیں ہمارے لیے موجودہ زمانہ میں یہ بات

مشکل نہیں کہ ہم اپنے ذہنوں میں صحرائی اور شہری قبائل کی زندگی کا خاکہ تیار کر لیں۔

رؤسائے قبائل کے حکام سے تعلقات

قبائل کے سردار شہروں میں رہتے تھے اور حکومت انہیں اپنے پاس رکھتی تھی اور ان کی ریاست پر بخل نہ کرتی تھی جس کے لیے انہیں فرزندانِ قبائل نے اپنی بدویت میں چن لیا ہے اور فرزندان قبائل صحرا اور آبادی کی طرف صبح و شام آتے جاتے تھے تاکہ ان رؤساء کے سامنے جو ارباب اقتدار کے پاس ہیں اپنے مطالبات رکھیں اور قافلوں سے تجارتی سودے کریں یا اپنی ضرورت کی وہ چیزیں خریدیں جن کی انہیں حالت سفر و اقامت میں ضرورت پڑتی ہے اس لیے ان کے اور رؤساء کے درمیان رابطہ منقطع نہ ہوتا تھا اور ان کے جھگڑے ختم نہ ہوتے تھے جو انہیں رؤساء کی طرف جانے کے لیے مجبور کرتے تھے صحرائی قبائل کے باہمی جھگڑے کبھی ختم ہی نہیں ہوئے اور نہ وہ جھگڑے ختم ہوئے جو انکے اور انکے ہمسایہ قبائل کے درمیان پیدا ہوئے اس لیے انہیں ہمیشہ حکام سے کام رہتا تھا اور رؤساء سے سفارش کرانے کی ضرورت پڑتی تھی۔

خاندانِ خلیل کی تلخ زندگی

صحرائی قبیلہ کی اس وقت انتہائی تلخ زندگی ہوتی ہے جب اس پر اس سے طاقتور قبیلہ سرکشی کرتا ہے اور اس کی قوت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ حکومت سے بھی اس کے بڑے بڑے شہر چھین لیتا ہے اسی طرح اس خاندان کی تلخ زندگی تھی جس کے سربراہ حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے والد تھے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شہر اور پر عیلامی اور عموری کی فوجوں نے چڑھائی کر رکھی تھی

اور اس خاندان کے سامنے شمال کی طرف ہجرت کرنے کے علاوہ کوئی اور راہ نہ تھی۔

شمال کی طرف ہجرت کا محرک

یہ بات سمجھنا آسان ہے کہ یہاں ایک طرف تو باپ کا تجربہ تھا اور دوسری طرف اس کے نوجوان فرزند کی پرجوش طبیعت تھی جبکہ حکومتیں آئے دن زوال وعروج سے دوچار رہتی تھیں لہٰذا باپ تو سرداران وقت کے نقوش قدم پر چلنا چاہتا تھا اور بیٹا اپنے عقاید کا پابند تھا اور نام ونمود اور ریاکاری سے نفرت کرتا تھا اور اسے شمال کی طرف ہجرت کرنے کے لیے یہ امید محرک تھی کہ عقاید بھی درست ہو جائیں گے اور حکومت میں بھی سنوار پیدا ہو جائے گا پھر طویل بحث ومباحثہ کے بعد باپ بیٹے کی رائے مان لیتا ہے کیونکہ حالات کے بگاڑ سے اور دائیں بائیں طاقتور قبائل کے خطرات سے بچنے کے لیے تجربہ کام نہیں آتا

آزر کے لیے بت پرستی کا داعیہ

اور اگر یہ بات صحیح ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کا باپ بیت الاصنام کا امین و متولی تھا اور خود اپنے ہاتھوں سے بت تراشا کرتا تھا تو محض تجربہ اسے موجودہ عبادت کی محافظت پر دعوت دینے والا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا بھی داعیہ تھا یعنی مصلحت اور اجتماعی منزلت۔ ان حالات میں غالب گمان یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو دینی امامت کی تربیت دی گئی ہو اور ان علوم کے سیکھنے کی بھی جو دینی رؤساء کے طبقہ میں مروج وشائع تھے جن میں علم الافلاک، علم طب، علم تعاویذ اور اسماء سے دم کرنے کے علوم بھی شامل ہیں۔

لفظ ابراہیم کا تجزیہ

خود لفظ ابراہیم ان اسماء میں سے ہے جو دینی پرورش کی خبر دیتا ہے کیونکہ اس لفظ کا رام بمعنی حبیب اللہ ہے یعنی اللہ کا پیارا سریانی قدما مجازی طور پر خاندان کے سردار کا نام اپنے

معبود الٰہ کے نام پر رکھا کرتے تھے کبھی اسے باپ (اَب) کہتے تھے اور کبھی چچا (عَم)، بلکہ اس معنی پہ عَم غالب تھا کیونکہ ہر شخص ہر بزرگ شیخ کو چچا جان (یا عَم، یا عماہ) کہہ کر خطاب کیا کرتا ہے یہیں سے عمرام اور ابرام نام پیدا ہوئے یہ دونوں نام اَب یا عَم اور رام سے مرکب ہیں اور رام کا معنی محبت کرنا ہے اور مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی رام بمعنی محبوب یا حبیب ہے. شاید اسم ابرام میں جو تغیر آیا وہ اس لیے آیا تاکہ حبیب الٰہ کے بدلے حبیب اللہ کا معنی پیدا ہو جائے کیونکہ حبیب الٰہ شرکیہ نام ہے یعنی معبودوں کا پیارا انہیں معبودوں کا جن کو آپ کا باپ بت خانوں میں پوجا کرتا تھا۔

تعلیم عام تھی، کاہنوں کی اولاد کے ساتھ مخصوص نہ تھی

علاوہ ازیں تعلیم کاہنوں کے بیٹوں ہی میں منحصر نہ تھی کیونکہ اثری ثقافت والوں نے ایسی بڑی بڑی عمارتوں کا سراغ لگایا ہے جو مدارس و کالجوں کے لیے بنائی گئی تھیں اور یہ کوئی نادر بات نہیں کہ اونچے طبقے والوں کے بیٹے ان میں علم الافلاک اور علم ریاضی اور تشریع سیکھتے ہوں جو مناصب حکومت کے لیے ان کے لیے ضروری تھے اور حضرت ابراہیمؑ کا علم الافلاک کے ذریعہ اجرام علویہ کے حقائق کی طرف راہ پانا خصوصی طور پر آپ کے زمانہ میں ایک معقول امر ہے کیونکہ یہ ایک زمانہ ہے جس میں بادشاہوں کے آس پاس سے ربوبیت کے حلقے منتفرق ہو گئے تھے اور اس میں بڑی بڑی کہانتوں کی قدر و منزلت جاتی رہی تھی اور عقاید آپس میں لڑ رہے تھے اور غالب و مغلوب دو حصوں میں بٹ گئے تھے کچھ عقاید شہروں میں جڑ پکڑ گئے تھے اور کچھ ان میں داخل ہو رہے تھے اس زمانہ میں ثقافت والوں نے تاروں کو ایک جدید نگاہ سے دیکھا اور انہیں نورانی ارواح کی صورتیں قرار دیا اور انہیں ربوبیت کے

اونچے درجہ سے اتار کر ملاء الاعلیٰ میں مسخر مخلوق کا مرتبہ بخشا اگر اس زمانہ میں صابئی مذہب مکمل نہ ہوا ہوا اور رجمانہ ہو تو اس کی ابتدا تھی جو انہیں معانی کے آس پاس گردش کر رہا تھا اور اپنے مادر ارکی طرف جھانک رہا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو قدیم سریانی زبان اس مذہب کی کتابوں میں مقدس باقی نہ رہتی کیونکہ قدیم سریانی زبان اس سریانی زبان سے جو قدیم سریانی سے نکلی ہے زیادہ سخت ہے اور یہ ممکن نہیں کہ صابئی جماعت پہلی سریانی زبان کے بولنے میں منفرد ہو جب تک اس کی ابتدا قدامت میں جدید سریانی زبان کے ماقبل تک ڈوبی ہوئی نہ ہو۔

حکومت کے قائم کردہ عقاید کے ستون آسانی سے نہیں گرتے

یہ تو ظاہر ہے کہ جن عقاید کے ستون حکومت گاڑتی ہے وہ ایک ہی ضرب سے منہدم نہیں ہوا کرتے اور نہ ہر انکار کرنے والے سے جو ان پر انکار کی جرات کرے اپنی پیٹھ موڑا کرتے ہیں حضرت ابراہیم نے ان مروجہ اور دعوت والے عقاید سے بڑی سخت تکلیف اٹھائی جب کسی عقیدے کو سخت خطرہ ہوتا ہے اور وہ اپنی محفوظ جگہ میں یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ ضربیں اسے قتل کر ڈالیں گی اور اس کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں گی تو اس وقت وہ اپنا دفاع خوب کرتا ہے۔

حکومت کی خلیل کو آگ میں جلانے کی دھمکی

موجودہ زمانے کے تنقید کرنے والوں کے لیے مناسب ہے کہ حضرت ابراہیم کے قصہ میں اس شے پر ضرور غور کریں جو ان کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کرتی ہے اور

اس پر بھی کہ حکومت نے آپ کو آگ میں جلانے کی دھمکی دی اگر آپ ارباب حکومت کو بے وقوف بنانے سے باز نہ آئیں

شریعت بابل میں آگ میں جلانا ایک مقرر سزا تھی

لہٰذا یہ بات مانی ہوئی ہے

کہ شریعت بابل میں آگ میں جلانا ایک مقرر سزا تھی۔ اگرچہ دیگر انبیاء کے شہروں میں بھی آگ موجود تھی اور مجہول نہ تھی لیکن بابل کے علاوہ کسی شہر میں بھی یہ سزا نہ تھی اور بجز حضرت ابراہیمؑ کے کسی نبی کے بارے میں کبھی یہ خبر نہیں پڑھی گئی کہ انہیں ان کی قوم نے آگ میں جلانے کی دھمکی دی ہو۔ حالانکہ بعض قومیں ایسی شہروں میں پلی بڑھیں جن کے باشندے زندہ قربانیوں کو محرابوں میں جلا دیا کرتے تھے لہٰذا ان حالات میں انبیاء کی خبریں ایسی نہیں کہ انہیں اٹکل پر چھوڑ دیا جائے یا نبی میں اور اس شہر میں جس میں وہ بھیجا گیا ہے مناسبت کٹ جائے۔

حضرت ابراہیم کے قصہ میں آگ میں جلانے کی سزا کیوں پائی جاتی ہے؟

حضرت ابراہیم کے معجزوں پر عنقریب ان کی مناسب جگہ روشنی ڈالی جائے گی لیکن علمی لیکچر دینے والوں کے لیے یہاں قابل توجہ یہ بات ہے کہ اس انفرادیت پر غور کریں کہ صرف حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں آگ میں جلانے کی سزا پائی جاتی ہے کسی اور نبی کے قصہ میں نہیں۔ اس ملاحظہ سے اور اس جیسی باتوں کے ملاحظہ سے یہ مقصد ہے کہ علمی حیثیت سے تنقید کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ پہلی خبروں میں سے ایک ایک خبر کا اتنی مقدار میں سراغ لگائیں جس مقدار میں ثبوت بہم پہنچتا ہو اس کا یہی فرض نہیں کہ تمام خبروں کا اس لیے انکار کر بیٹھے کہ ان میں ایک ایسی خبر بھی ہے جو ثبوت کے خلاف ہے۔

جنوب

اسلامی مصادر پر مغربی مورخین کی کڑی تنقید اور اسمیں تعصب کی جھلک

اسلامی مصادر حجاز میں حضرت ابراہیم کی خبروں کے ساتھ منفرد ہیں بعض مغربی مورخین نے ان خبروں پر کڑی تنقید کی ہے اور ان کا انکار کیا ہے گویا اسلامی مصادر نے ابراہیمؑ کی طرف فلکی خوارق ہیں۔ سے کوئی خارق عادت بات منسوخ کر دی ہے اور آپ کی طرف ایسا واقعہ منسوب کر دیا ہے جس کا بذاتہ غلط ہونا ظاہر ہے اور وجود وقوع کی صلاحیت ہی سے خارج ہے۔ ان کے انداز تنقید سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک دین کو ثابت کرنے کے لیے اور ایک دوسرے دین کا انکار کرنے کے لیے لکھ رہے ہیں اور یہ وہ حقیقت کو ڈھونڈھنے کے لیے جہاں کہیں بھی حقیقت ہو اپنے ذہنوں کی کھڑکیاں نہیں کھولتے چہ جائیکہ حقیقت کی تلاش میں قبل اس کے کہ انہیں اجتہاد کی طرف مخالف اور مختلف حضرات متوجہ کریں انہیں اجتہادی مرتبہ دیا جائے

حیات خلیلؑ میں نادر واقعات

سیح مح نادر واقعہ آباد عالم کے گوشوں میں حضرت ابراہیم کی سیاحت ہے اور یہ بھی کہ بلا کسی سبب کے آپ جنوب کے ورے ٹھہر گئے بلکہ ان اسباب کی تجدید کے باوجود جو آپ کو جنوب کی دعوت دیتے تھے اگرچہ وہ تجربات اور معلومات حاصل کرنے کے زمرے سے ہوں آپ جنوب میں ٹھہر گئے

بیت المقدس کے پاس حضرت ابراہیمؑ کا وطن نہ تھا

بیت المقدس کے پاس حضرت ابراہیمؑ کا وطن نہ تھا نہ وطنِ سکونت تھا

نہ وطن دعوت اور نہ وطن چراگاہ تورات میں جو متواتر خبریں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس بیت المقدس میں اپنی بیوی کو دفن کرنے کے لیے جگہ بھی نہ تھی اس لیے آپ نے کسی حبشی سے جگہ خریدی تھی۔

خلیل کا مرکز توجہ ہمیشہ جنوب ہی رہا

رہی دینی دعوت سو اس میں اہل علیون کے علماء کی چودہراہٹ تھی اور حضرت ابراہیم کبھی کبھی ان علماء کو عشر بھی پیش کیا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے پیروکار چارے کی تلاش میں گھوما کرتے تھے اس لیے ان کے لیے ایک ایسی جگہ کا ہونا ضروری تھا جس میں وہ اپنے اونٹ اور دوسرے جانور چرائیں اور جو کسی کی روک ٹوک سے دور ہو۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے اکثر ایام میں کیا کرتے تھے جیسا کہ سفر تکوین میں آپ کی خبریں تواتر سے آتی ہیں اس لیے آپ کی توجہ کا مرکز ہمیشہ جنوب ہی رہا۔

جنوب کی طرف دنیوی اسباب کی طرح دینی اسباب بھی اشارہ کرتے ہیں

یہاں ان دنیوی اسباب کے علاوہ دینی اسباب بھی ہیں کہ آپ جنوب میں جاکر تجربہ کریں جہاں آپ اللہ کی عبادت کے لیے کوئی ہیکل بنا سکیں علاوہ ان ہیکلوں کے جن کے اس زمانہ میں بیت المقدس کے سردار دل میں کاہن اور علماء متولی تھے کیونکہ آپ پر یہ بات واضح تھی کہ متعدد مذبحوں کا قائم کرنا آپ کے پیروکاروں کو فتنہ میں ڈال دے گا اور وہ ہر مذبح میں اس رب معبود کی طرف جو اس کے پڑوس میں ہے متوجہ ہو کر تقرب حاصل کرنے لگیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کے بعد اسی جیسے فتنہ سے ڈر کر قبیلہ کے حکماء نے ایک جگہ قربانی کو منحصر کرنے پر قناعت کی تھی اور اس کے لیے ایک خیمہ بنا لیا تھا اور ہیکل کے بنانے کے لیے موقعہ کی تلاش میں رہتے تھے جب بھی بنانے پر قادر ہوں اگر یہ خیال کبھی بھی حضرت ابراہیمؑ کے دل میں

نہیں آیا تو واقعی یہ ایک عجیب امر ہے جو ایک رسول و سردار کی سیرت پڑھتے وقت قارئین کرام کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے لیکن رسالت و سرداری معاً اس کی طرف آپ کو اشارا کرتے تھے اگرچہ ایک ہی بار اشارا کیوں نہ ہو جبکہ آپ رسالت و معلومات کی حیثیت میں تھے۔

اس جیسا خیال اس قابل ہے کہ بار بار آپ کو جنوب کی طرف لے جائے کیونکہ اس تجربہ کے لیے بجز جنوب کے آپ کے پاس کوئی اور جگہ باقی نہ تھی جبکہ آپ نے عراق چھوڑ دیا تھا اور مصر سے لوٹ آئے تھے اور آپ نے بیت المقدس کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں پائی تھی جہاں آپ حسب منشا ہیکل قایم کر سکتے۔

عہد مملکت اسرائیلیہ

بیت المقدس میں زبانوں کا معرض وجود میں آنا

تورات، مشنا اور تلمود کی متواتر روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ بیت المقدس میں زبانیں عصر ابراہیم و عصر موسیٰ کے ایک طویل زمانہ کے بعد معرض وجود میں آئیں اور یہ بھی کہ وہ مملکت اسرائیلیہ کے زمانہ کے ساتھ آئیں اور ان میں سیاست نے بھی اپنا معہود حصہ لیا ہے حضرت موسیٰ کے کئی صدیوں بعد تک اور شلیم یبوسیوں کے قبضہ میں رہا اور اولاد بنیامین اپنے پڑوسیوں پر چھائے رہے لیکن انہوں نے یہاں سے یبوسیوں کو نہیں بھگایا چنانچہ یبوسی فرزندانِ بنیامین کے ساتھ اور شلیم میں آج تک سکونت پذیر ہیں یعنی اس زمانہ تک جس زمانہ میں عہد قدیم کی سفر قضاۃ لکھی گئی پھر اس شہر پر فرزندان یہودا غالب آئے اور اسے تباہ کر دیا اور جلا ڈالا اور اس میں ٹھہرے نہیں پھر یبوسی لوٹے اور انہوں نے اس میں نئی نئی عمارتیں بنائیں

اور اس میں شاہ شاؤول کے زمانہ تک مقیم رہے پھر اس پر حضرت داؤدؑ غالب آ گئے اور اسے اپنا دار الخلافہ بنا لیا اور اس میں حضرت سلیمانؑ نے اپنا مشہور ہیکل بنایا اس کے بعد آل ابراہیمؑ کا ایک بادشاہ یہواش شاہ اسرائیل آیا اور اس نے اور شلیم کی فصیل منہدم کرا دی اور تمام سونا، چاندی اور تمام برتن جو بیت الرب میں موجود تھے اور جو بیت الملک کے خزانہ میں تھے اور بہت سے لوگ ضامن ہونے کے لیے لے کر سامرہ کی طرف چلتا بنا پھر یہواش اپنے باپ دادا کے پاس جا لیٹا یعنی مر گیا۔

تمام بنی اسرائیل میں بیت المقدس کی تقدیسی شان نہ تھی

اور شلیم کا یہ حال حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں اور حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں نہ تھا اور نہ اس کی یہ تقدیسی شان تمام بنی اسرائیل میں تھی حتیٰ کہ حضرت داؤد کے زمانہ میں بھی نہ تھی لیکن جنوب کی جس کے بارے میں خاموشی برتی گئی ہے، شان تقدیس ارمیا کے اور ان کے مابعد کے زمانہ تک باقی رہی لفظ تیمان لفظ حکمت اور سچے مشورے کے مترادف ہے اور یہ عربی زبان میں یمن کے ہم معنیٰ ہے اور اس سے جنوب کی طرف اشارہ ہے چنانچہ سفر التثنیہ حضرت موسےؑ کی زبان پر کہا گیا ہے: "رب کوہ سیناء سے آیا اور لوگوں کے لیے کوہ سعیر سے چمکا" اور سفر حبقوق میں ہے: "اللہ تیمان سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے" ان سب سے زیادہ واضح ارمیا کا قول ہے، جو اپنے مراثی میں سوال کرتے ہیں "کیا اب تک تیمان میں حکمت نہیں؟ کیا سمجھداروں سے مشورہ فنا ہو گیا؟"

آخر جنوب کا دروازہ خلیل اللہ کے لیے کیوں بند تھا؟

ایک طالب حقیقت کے لیے سب سے آسان یہ پوچھنا ہے کہ یہ سوال

اٹھائے کہ جنوب حضرت ابراہیم ؑ کے آگے کیوں بند تھا؟ اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ تمام اقطار میں گھومیں لیکن آپ کے لیے وہ دروازہ نہ کھلے جو آپ پر بند نہ تھا؟ اگر دو راستوں میں سے کوئی راستہ آپ کے لیے کھلا ہوا تھا تو وہ بیت المقدس کا راستہ نہ تھا بلکہ حجاز کا راستہ تھا۔

مصادر اسرائیلیہ میں عرب کے کسی نبی کا ذکر نہیں

اسی راستہ پر انبیاء گامزن رہے ہیں اور مصادر اسرائیلیہ میں مذکور ہے کہ ان میں مدین تک پہنچنے والے انبیاء بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جو شاید نجد میں مقیم ہوں یا نجد کے ماوراء میں عربی شہروں میں۔ مصادر اسرائیلیہ میں تو حضرت صالح کا بھی ذکر نہیں اور نہ حضرت ہود کا ذکر ہے اور نہ ذوالکفل کا اور نہ عرب کے کسی اور نبی کا لہٰذا محل سوال اس نقطۂ نگاہ سے خاموش ہے یہ وہ ذکر نہیں جس کی طرف بداہت، واقع اور دینی اور نبوی رسالتوں کے ذریعہ معلومات اشارا کرتے ہیں۔

یہ مقام محل سوال کیوں نہیں

اور یہ جو ہم نے کہا کہ محل سوال خاموش ہے اور حقیقت میں یہ مقام سوال سے بالا ہے یہ اس لیے کہا کہ اس کی علت اور غرض معلوم ہے ہمیں بجائے سوال کے یہی کافی ہے کہ ہم ایک معلوم سبب تک اور نشان کی ہوئی غرض تک پہنچ جائیں

تعصب علماء کی شان نہیں

علمی بحث کے نام پر دعوے کرنے والوں پر تعجب ہے اور ان کی یہ بات

عجیب وحیرت انگیز ہے کہ یہ اُن حضرات سے خبروں کے منتظر رہتے ہیں کہ جب وہ خبروں کو بیان کریں تو یہ ان کے دعوے کے مطابق فیصلہ کریں اور اگر انکار کریں تو یہ ان کے دعوے کو ثابت کریں۔

مکہ میں خلیل کی آمد کو چھپانا کسی کے بس کی نہیں

بھلا کون حضرت ابراہیمؑ کے مکہ میں آنے کو چھپا سکتا ہے جبکہ اسے انہوں نے نہیں چھپایا جو اپنے دعوے کو آپ کے مکہ میں آنے کو ثابت کر کے توڑ ڈالتے ہیں؟

علاوہ ازیں اُن گفتگو کرنے والوں پر جن کا مقصد صحیح علم کا حاصل کرنا ہے انکار پر ٹھہر جانا اور اس پر خاموشی برتنا صحیح نہیں اور نہ یہ صحیح ہے کہ مقدور بھر اسے ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔

عہد ابراہیمؑ میں حجاز میں مکہ میں بیت اللہ بنایا گیا

عہد ابراہیمؑ میں حجاز میں کعبہ اقدس کی تعمیر کی روایت ہے اگر کوئی تعمیر کعبہ کا انکار کرے تو اس پر لازم ہے کہ اول تو انکار کے اسباب بیان کرے پھر یہ بتائے کہ تاریخ کے یہ یہ واقعات صحیح اور قابل قبول ہیں اور یہ نہیں۔

اگر ابراہیمؑ حجاز نہیں آئے تو کعبہ کس نے بنایا

فرض کیجیے حضرت ابراہیمؑ حجاز تشریف نہیں لائے کیونکہ اسرائیلی مصادر میں اس کا ذکر نہیں ہے اور وہ آپ کو حبیرا ر، قادش اور راودم کے شہروں میں مقیم بتاتے ہیں اور فرض کیجیے کہ علمی جہت سے آپ کی رحلت کی نفی کے لیے یہ سبب کافی ہے لیکن یہ کعبہ ایک بانی کا محتاج تھا جو اسے بنائے۔ پھر

کس نے اسے بنایا؟

ان امی لوگوں (جاہلیت میں مکہ والوں) کی روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ قدیم زمانہ میں مکہ یمنی لوگوں سے آباد تھا پھر نبطیوں سے آباد ہوا حجازہ کے سلسلہ میں تمام معلومات سے ان روایتوں کی تائید ہوتی ہے لہٰذا اگر مکہ میں کوئی بساتو اس کے لیے وسط حجاز میں آنے کے لیے دو ہی گوشے ہیں یعنی جنوب میں یمن کا گوشہ اور شمال میں نبط کا گوشہ۔

یمنی کعبہ کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے

لیکن یمن میں یمن والے اپنے شہروں کے علاوہ کسی دوسرے شہر کی تقدیس کے جو عربی قبائل میں ان کی شانِ عظمت کو گرادے قائل نہ تھے انہوں نے کئی بار جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کعبۂ اقدس کو حسد بھری نگاہ سے خطرے کے طور پر دیکھا اور اس کے گرا دینے کا عزم کیا اور حاجیوں کو یمنی معبد کی طرف جو کعبہ کے قائم مقام سمجھا جائے منتقل کرنا چاہا۔

بانی کعبہ حضرت ابراہیمؑ ہی ہیں

علاوہ ازیں نبطی جو شمال میں رہتے ہیں اور ان کی راہ میں مکہ پڑتا ہے اور انہیں مکہ آنے جانے میں کوئی مزاحمت بھی نہیں پیش آتی اور بترا میں ان کے آثار عتیقہ بھی بتاتے ہیں کہ ان میں اور حجازیوں میں عبادت میں، زبان میں اور خاندان میں مشابہت ہے اور حجاز کے نسب دان حجازیوں کو نبطی بتاتے ہیں اور یہ بھی کہ انہوں نے بت نبطیوں سے لیے! ان کے علاوہ دیگر تمام مصادر بتاتے ہیں کہ نبطی نبات بن اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں ان تمام شواہد سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ حجاز آئے اور آپ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔

پھر تمام مصادر سے ثابت ہوتا ہے کہ نبطی نبات بن اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں

سیرت پر بحث کرنے والوں کا فرض ہے کہ علمی نگاہ سے ان تمام باتوں کی تحقیق کریں اور ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ کا بغور مطالعہ کریں کیونکہ ان پر خاص توجہ کرنا ضروری ہے یہ غلطی ہے کہ سیرت نگار کے سامنے ایک ہی باب ہو اور وہ اس ہی میں اس کی تاریخی حقائق سے گفتگو کرے تاکہ اس سے ثبوت یا فرض یا احتمال ثابت کر سکے پھر اس سے قطع نظر کرے۔

یہ قول کہ حضرت ابراہیم حجاز نہیں آئے علم و واقع کیخلاف ہے

لیکن یہ قول کہ حضرت ابراہیم حجاز تشریف نہیں لائے اس لیے کہ اسرائیلی مصادر اس خبر سے خالی ہیں نہ علم سے میل کھاتا ہے اور نہ واقع سے پھر یہ دعویدار اپنے دعوے ہی پر قناعت کرتا ہے اور ہمارے سامنے کوئی ایسی دلیل نہیں رکھتا جو قابل عمل ہو۔

خلیل اللہ کے آنے کی جگہ حجاز ہی متعین ہے

دیکھیے حضرت ابراہیم

ایک دینی دعوت کے داعی ہیں اور اسرائیلی مصادر میں کوئی ایسی خبر نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپ نے اپنی دعوت کے نشر و اشاعت کے لیے کچھ کیا بس ان مصادر میں اتنا ہے کہ آپ نے اپنے راستہ کی ہر منزل پر مذبح قائم کیا پھر تمام شہروں کو کنعان جانے سے پہلے علمائے یہود کی، جو ایل علیون پر ایمان رکھتے تھے نگرانی میں چھوڑ آئے لیکن ایک دینی دعوت کے بانی کے لیے اس میں قناعت نہیں پائی جاتی کہ اس دعوت کے سلسلہ میں اپنا وطن چھوڑ دے لہٰذا قریب ترین قیاس یہی ہے کہ آپ اس جگہ گئے جہاں آپ اپنی دعوت کے سلسلہ میں کوئی باقی رہنے والی چیز بنا کر چھوڑ جائیں پس اس نقطۂ نگاہ سے آپ کے جانے کی جگہ حجاز ہی متعین ہوتی ہے اور یہ اس سیرت کا تتمہ ہے

جس کا ایک ایسے نبی کی زندگی میں پایا جانا ضروری ہے جس کی طرف تمام انبیائے کرام منسوب ہوں ورنہ آپ کی طرف دعوت کی نسبت قابل حیرت واستعجاب ٹھہرتی ہے۔

خلیل اللہ کی موجودگی میں جنوبی فلسطین کے شہر حوادث کا شکار ہوئے

تمام ماثور روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم جنوبی فلسطین کے شہروں کے حوادث وتباہیوں کے وقت موجود تھے اور بترا (سلع) کے آثار آج تک باقی ہیں جہاں عبادت کی جگہوں میں وہ پتھر موجود ہیں جو ان شہروں پر برسائے گئے تھے لوگوں نے انہیں یادداشت کے لیے محفوظ کر لیا تھا کہ ان کے ذریعہ ان شہروں پر اللہ کے عذاب کا فیصلہ نافذ ہوا تھا اور یہ مجرموں کی سزا کے لیے آسمان سے برسائے گئے تھے۔

اور مصادر میں سے کسی مصدر میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت ابراہیم بھی ان پتھروں میں سے کوئی پتھر اپنے پاس رکھا کرتے تھے لیکن جب آپ اپنے راستہ میں کوئی باقی رہنے والا مذبح بنانے کا قصد فرمایا کرتے تھے تو تمام پتھروں کی بہ نسبت ٹوٹنے والے تارے محفوظ رکھے جانے کے زیادہ حقدار تھے اور یہ قول کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود بترا (سلع) سے لایا گیا تھا، تغیروں پر ظلم کے باب سے نہیں (کیوں نہیں حجر اسود تو جنت کا ایک پتھر ہے جیسا کہ روایتوں سے ثابت ہے مترجم) حالانکہ اس کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ کعبہ کو بت خانہ بنانے کے بعد لوگوں نے بتراء کے راستہ سے اسلام سے چند صدیوں پہلے بہت سے پتھر منگوائے اور یہ مسئلہ عرضی مسائل میں سے نہیں کہ اپنی ترکیبی توام میں پتھر ایک دوسرے سے مشابہ ہوں اور اپنی معدنی ترکیب وصحریت میں مختلف ہوں جیسا کہ ظاہر ہے۔

مکہ معظمہ کی وجہ تسمیہ

مکہ کا نام مکہ اور بکہ اس گھر کے نام پر رکھا گیا جو اس میں بنایا گیا تھا کیونکہ قدیمی سامی زبان میں بک اور بکۃ گھر کو کہتے تھے اسی سے بعلبک ہے یعنی بعل دبت، کا گھر۔ اور یہ سبئی اور حبشی زبانوں میں مادہ قربان سے ہے کیونکہ وہ مقربہ محراب مقدس کو کہتے تھے

کیا مکہ کا نام مقربہ (قربان گاہ) بھی ہے؟

جغرافیہ کے ایک عالم بطلیموس نے اہل یمن سے نقل کرتے ہوئے اسے مکربہ (Macaraba) کے نام سے ذکر کیا ہے لیکن یہاں تصحیف و تغیر بعید از عقل ہے اور کوئی شہر قربانگاہ اسی وقت کہلاتا ہے جب اس کے قصد کرنے والوں کی جو اس کے کعبہ پر ایمان رکھتے ہیں زیارت گاہ بن جاتا ہے شمالی جزیرۂ عرب میں رہتے ہوئے سبئی قوم کو ایک زمانہ گذر گیا انھوں نے کبھی مکہ کو اس نام سے نہیں پکارا کیونکہ یہ ذکر کسی اثر میں بھی نہیں۔

تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں کعبہ کی اندرونی شہادت مد نظر رکھنی ضروری ہے

تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں لکھنے والوں کو اس شہادت سے جو خود کعبہ کے پیمانوں میں موجود ہے قطع نظر کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بیت اللہ بار بار بنایا گیا اور بنانے والے ہر بار مقدور بھر اس کے پرانے نشانات کی حفاظت کرتے تھے لیکن اس کے چاروں طرف طول و عرض کی حفاظت کے سلسلہ میں کچھ مالی مشکلات پیش آئیں تو حطیم کو کعبۂ اقدس سے نکال دیا گیا جبکہ وہ اس میں شامل تھا لیکن بنانے والے اس کے ارتفاع کی برابر حفاظت کرتے چلے آئے جیسا کہ اکثر روایتوں میں

آتا ہے اب بیت اللہ کا ارتفاع ۲۷ گز یا پندرہ میٹر (میٹر ۹۲ ا انچ) ہے اور پندرہ میٹر ۲۷ ہاتھ کی برابر اسی وقت ہوتا ہے جب گز سے حضرت ابراہیمؑ کی قوم کا مقدس گز مراد ہو کیونکہ یہ گز استاد جریفس کی Greaves جو اثری پیمانوں میں مخصوص و وسیع معلومات رکھتے ہیں) تحقیق کے مطابق ۲۰ء۶ انگل سے زیادہ کا ہے مگر پرانی عمارتوں کے گز سے تقریبی مشابہت کی وجہ سے اسے ذراع کہہ دیا گیا ہے۔

الغرض یہ تمام قرائن ایک سیرت نگار کے جو تعصب و غرض سے پاک و منزہ ہو پیش نظر رکھنے ضروری ہیں جن سے کم از کم اتنا فایدہ ضرور ہوگا کہ حجاز میں حضرت ابراہیمؑ کے تشریف لانے میں جو بظاہر غرابت محسوس ہوتی ہے وہ جاتی رہے گی اور صرف حجاز میں تشریف آوری ہی سے آپ کی دینی دعوت کے لیے جد وجہد ثابت ہوتی ہے۔

اسلامی روایات کی رو سے آپ حجاز میں تشریف لائے

اسلام کی رو سے آپ کی حجاز میں تشریف آوری ثابت ہے جب آپ اطرافِ جزیرہ عرب میں ایک طویل زمانہ تک دورہ رہا تو بھلا حجاز کیسے تشریف نہ لاتے جبکہ آپ کی طرف عربوں کی نسبت تاریخ، گھڑنے والوں کی گھڑنت سے سبقت کر گئی ہے اگر متواتر تاریخ اختراع کے لیے لوگوں کو ڈھیل دے دیتی تو اسرائیل حضرت ابراہیمؑ کی طرف عربوں کی نسبت کا انکار کر دیتے اور عرب بھی اس بات کا انکار کر دیتے کہ وہ ایک مصری لونڈی سے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور جو اختراع کے دعوے دار ہیں ان کی یہ غرض نہیں بلکہ کچھ اور ہی غرض ہے۔

رسالت

تاریخ ادیان کوئی ایسا خط نہیں کھینچتی جو دونوں زمانوں میں حد فاصل ہو اور دونوں زمانوں میں پوری پوری علیحدگی ہو جائے۔ یہ کوئی ایسا دینی عقیدہ نہیں جو لوگوں کے سامنے بلا سابقیت کے اچانک آگیا ہو ہاں دو دینوں کے زمانوں میں سے ہر دو زمانوں میں تمہید و تعقیب پائی جاتی ہے یعنی دونوں میں ایک سابق ہے اور ایک لاحق ہے اور سابق لاحق کی تمہید ہے لیکن جس امانت کو حضرت خلیل اللہ لائے وہ بالکل تازہ اور نئی ہے جہاں تک دینی تاریخوں کی یادداشت کا تعلق ہے ہمیں اس سے پہلے اس جیسی امانت کوئی معلوم نہیں۔

خلیل اللہ ایک شاداب و مقدس امانت لے کر لائے

یہ تازہ اور نئی امانت رسالت نبویہ کی امانتِ مقدسہ ہے یہ ایک ایسی زندہ ذات کی امانت ہے جو زندہ لوگوں سے معبود کے نام کے ساتھ مخاطب ہے ایسا معبود جس کی طرف اس کے بندے ہر جگہ متوجہ ہو سکتے ہیں، یہ ایک ایسے نفس کی امانت ہے جو نفوس سے مخاطب ہے اور وہ محرابوں اور ہیکلوں کے پیچھے سے ان سے خطاب نہیں فرماتا اور نہ نظامِ حکومت کی طاقت کے ذریعہ اور نہ نظامِ کہانت کے ذریعہ بلکہ یہ امانت ضمیر کی ضمیر کی طرف آواز ہے۔

یہی وہ دعوت ہے جس کے بارے میں ہم کہہ آئے ہیں کہ یہ ایک شخصی ہدایت کے وجود کو لازم ہے یا حضرت ابراہیمؑ کے وجود کو اس حال میں لازم ہے

کہ وہ بعد والوں سے ملا ہوا ہو کیونکہ یہ دعوت ان دعوتوں کا ایک خاندان ہے جیسے تواریخ ادیان میں اس کی منفرد مثال کے علاوہ کسی دوسری مثال پر عقل تصور بھی نہیں کر سکتی۔

دعوت نبویہ میں حقیقی سرگرم شخصیت کے بغیر چارہ نہیں

اگر تحقیق و تنقید کے نام پر شک کرنے والے اپنی تحقیق و تنقید میں اور شکوک میں آلات جیسا عمل نہ کرتے تو وہ سمجھ جاتے کہ ایک فرضی شخصیت کی نظام کہانت میں اور حکومت کے نظام ہیاکل میں تو گنجائش ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ایسے نظام ہیں جو تنخواہ دار دینداروں پر قائم ہیں اور بلا اختلاف ایک دوسرے کی جگہ لے سکتا ہے لیکن دعوت نبویہ اُس نمونہ پر جس سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اُس کا آغاز کیا ایک ایسا کام ہے کہ اس میں حقیقی سرگرم شخصیت کے بغیر اور اس تسلسل کے بغیر جو ایک خاندان کی شخصیتوں میں پایا جاتا ہے، چارا نہیں اس زندہ زنجیر کی ہر کڑی اپنے ماقبل کی کڑی کی طرح مابعد کڑی کو بھی چاہتی ہے۔

خلیل اللہ نے ابتداء دعوت نبویہ سے کی

تاریخ عقاید میں حضرت ابراہیم ہی کی دعوت ایک نئی کامرانی ہے حضرت ابراہیم نے عقیدۂ توحید سے ابتداء نہیں کی نہ عقیدۂ قربانی سے اور نہ بقاء سے بلکہ دعوت نبویہ سے ابتداء کی لہٰذا اس دعوت کے رنگ میں تمام عقاید اس طرح رنگ گئے گویا وہ اس سے قبل عہدِ کہانت و عہد ہیاکل میں سننے میں بھی نہیں آئے تھے۔

دعوتِ خلیلؑ کے آگے تمام عقاید سرنگوں ہو گئے

تمام عقاید اوندھے منہ گر گئے جب خلیل اللہ نے اپنے زمانہ میں اپنی قوم کو اپنی دعوت سے مخاطب کیا لوگ بت پرستی سے باز آ گئے اور قربانی و بقا کے راز بھول گئے لیکن دعوت کی ابتداء کر دی گئی اور وہ اپنے راستہ پہ چلتی رہی اگر اس کی ابتدا نہ کی جاتی تو کوئی اس کے مابعد کے محل تغیر کو نہ پہچانتا۔

ایک بلند و غالب معبود پر ایمان کی دعوت

حضرت ابراہیمؑ کی توحید ایک ایسے معبود پہ ایمان لانا ہے جو زمین کے بادشاہوں پر اور آسمان کے ستاروں پر بھی بلند و غالب ہے اور اس کے نزدیک تمام مخلوق برابر برابر ہے کیونکہ وہ ہر اونچے سے زیادہ اونچا ہے خواہ زمین میں کوئی اونچا ہو یا آسمانوں میں لیکن وہ ہر انسان سے قریب بھی ہے

خلیلؑ کا معبود یہوا نہیں بلکہ ایل ہے

"یہواہ" حضرت ابراہیمؑ کا معبود نہیں کیونکہ آپ کی قوم آپ کے بعد کوسینا کی طرف جانے سے پہلے یہوا کی ذکر نہیں کرتی جیسا کہ تورات کی پہلی کتابوں نے صراحت کی ہے لیکن آپ کا معبود ایل ہے اور اس لفظ کی طرف آپ کا فرزند دلبند اسمٰعیلؑ منسوب ہے۔

اور وہ معبود اعلیٰ "علیون" ہے اور اسی کی محراب پر کنعان جانے کے بعد

آپ نے اپنی قربانی ملکی صادق کی طرف پیش کی

لہٰذا وہ ایک ایسا معبود ہے جس کے نزدیک قدیم وجدید وطن میں کوئی فرق نہیں اور اس کی نگاہ میں ملکی صادق کے خاندان پر خلیل اللہ کے خاندان کو کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی نوع آدم کے دوسرے خاندانوں پر مگر ایمان و تقوے کی وجہ سے۔

میزانِ خلق میں انسانی مرتبہ

بلاشبہ اس توحید نے مخلوق کی ترازو میں انسان کا مرتبہ بہت بلند کر دیا اب کائنات میں دو ہی چیزیں ہیں خالق اور مخلوق اور انسان اللہ کے نزدیک ایک خوبی کی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے اور وہ خوبی عقل و ضمیر کی خوبی ہے جس سے وہ اچھے برے میں تمیز کرتا ہے اور نیک عمل ہی اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں

انسانی قربانی کی حرمت کی وجہ

حضرت ابراہیمؑ اس زمانہ میں تشریف لائے جب انسانی قربانی کی اباحت و حرمت کا دورہ پیدا ہو گیا تھا لیکن انسانی قربانیاں اس لیے حرام نہیں کی گئیں کہ وہ اتنی گراں ہیں کہ لوگوں کی دسترس سے باہر ہیں بلکہ محض اس لیے حرام کی گئیں کہ اللہ تعالیٰ انتہائی رحم کرنے والا اور انتہائی قدر کرنے والا ہے۔

خواب میں ذبحِ فرزند کا حکم

حضرت ابراہیمؑ خواب میں دیکھتے ہیں کہ آپ کو اپنے پہلوٹے بیٹے کو،

جو آپ کو زندگی میں سب سے زیادہ پیارا تھا، ذبح کرنے کا حکم دیا جارہا ہے آپ نے اُس زمانہ میں یہ خواب دیکھا جب نام نہاد معبود اپنے بندوں سے اس قسم کی قربانیوں کا مطالبہ کیا کرتے تھے اور ہر خاندان پر اپنے پہلے بچے کی قربانی اور جانور کے پہلے بچہ کی قربانی مورتیوں اور بتوں کے رب کے نام پر فرض سمجھی جاتی تھی کیا حضرت ابراہیم اپنے رب کے نام پر بیٹا قربان نہیں کریں گے اور بت پرستوں سے زیادہ بخیل ثابت ہوں گے؟ کیا قربانی کے بت حقدار ہیں یا خالقِ کائنات جس نے زمین و آسمان بنائے؟ کیا ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم میں شک کر سکتے ہیں حالانکہ آپ اپنے ماحول میں ایک عبادت والی شریعت دیکھ رہے ہیں اگرچہ وہ برائیوں اور گمراہیوں کی شریعت ہے؟ یہاں گناہ مورتیوں اور بتوں کے مرتبہ سے ہٹ کر اعلیٰ معبود کو مان لینا ہے اس لیے اطاعت ان ذلیل و شرکیہ کاموں سے معبود کی تنزیہہ ہونی چاہیے اور اللہ باپوں اور بیٹوں کے ساتھ جو چاہے کرے اسے اختیار ہے۔

دین ہی تنہا حکمراں ہے

ایک مغربی حکیم (Kierkegard) لکھتا ہے: "دین ہی وہ تنہا آمر ہے جسے یہ حق حاصل ہے کہ انسان کو ان چیزوں کا حکم کرے جو (بظاہر) اخلاق کے خلاف ہیں کیونکہ دین انسان کو منزل بہ منزل شریف اخلاق کی معراج تک پہنچاتا ہے بلاشبہ باپ کا بیٹے کو ذبح کرنا صفت رحم کی نقیض ہے لیکن انسان کا عقیدے پر ایمان اپنے بچوں اور اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و بیش بہا ہے اور اپنی اولاد پر ماں باپ کی شفقت سے کہیں زیادہ عظیم و صحیح ہے؟ اس لیے انسان کو اپنے عقیدے کی راہ میں کسی چیز سے بھی بخل نہیں کرنا چاہیے اور انسان کی قربانی اس لیے باطل نہیں کہ اللہ اس کا حقدار نہیں جیسے

جہالت کے بت حقدار ہیں بلکہ اس لیے باطل ہے کہ اللہ انتہائی رحم والا ہے اور اس کی شان اس قربانی کو قبول کرنے سے بڑی ہے کیونکہ وہ اپنی عظمت و کبریائی میں سب سے بڑھ کر ہے اور بت تو کچھ بھی نہیں اور قربانی کی عبادت سے انسان کے درجوں کی بلندی ایک دوسری بلندی کی بنا پر ہے یعنی توحید و تنزیہ کی بلندی کی وجہ سے ہے کہ جانوروں کی قربانی میں اللہ ہی منفرد ہے اگر یہ عبادت غیر اللہ کے لیے کی جائے تو شرک ہے، یہ ارتفاع قوت کی جانب سے ہے کمزوری کی جانب سے نہیں اور لوگ رحم و عبادت کی وجہ سے اعلیٰ علیین تک چڑھ جاتے ہیں ہم سے حضرت ایوب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کی حیات طیبہ اپنے ابتدائی تجربات سے لے کر انتہائی تجربات تک ایک دینی تربیت تھی لہٰذا آپ کو اخیر زندگی میں وہ باتیں معلوم ہوئیں جو اول زندگی میں معلوم نہ تھیں اور جب آپ ہاویہ کے متمنی تھے جس میں اتر جانے کے بعد پھر کوئی اوپر نہیں چڑھتا تو آپ نے زندگی بعد الموت کا ذکر نہیں فرمایا لیکن ایک طویل آزمائش کے بعد اور شدید مصائب جھیلنے کے بعد آپ نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں اپنی جلد کے فنا ہونے کے بعد اور بغیر اپنے جسم کے اللہ کو دیکھوں گا۔" یہاں تک اس مغربی حکیم کا قول تھا۔

مغربی حکیم کا قول سیرت خلیل پر منطبق ہے

یہ قول تمام عقاید کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم کی زندگی پر صادق آتا ہے کیونکہ آپ نے شرک کی زندگی آزمائی اور شرک کے شعائر و فرائض کو بھی آزمایا پھر تجربات اور ہدایات الٰہیہ کے ذریعہ آپ کے سامنے ہدایت نکھر کر آ گئی یہ قول خصوصی طور پر زندگی بعد الموت پر خوب صادق آ رہا ہے کیونکہ زندگی بعد الموت کا مسئلہ لائق غور و تامل ہے یہاں یہ سوچنا چاہیے کہ حضرت ابراہیم ہی

وہ واحد نبی ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے رب سے پوچھا کہ وہ کس طرح مردے زندہ کرتا ہے چنانچہ فرمایا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ

اور جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دے کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے فرمایا کیا اس پر تیرا ایمان نہیں فرمایا کیوں نہیں لیکن اس لیے کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔

قرآن کریم نے اس قسم کی خبر کسی اور نبی کی طرف سے بیان نہیں کی اس لیے یہ مقام بڑے غور و فکر کا ہے اور توجہ کا حقدار ہے خصوصاً وہ لوگ اس طرف زیادہ توجہ کریں جو علم اور تاریخ کے نام سے تحقیق کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔

تورات میں زندگی بعد الموت کا مسئلہ نہ ہونے کی وجہ

درحقیقت تورات کی کتابوں میں زندگی بعد الموت کا مسئلہ پوشیدہ رہا اور ان میں اس مسئلہ کا پوشیدہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ کتابیں حضرت ابراہیمؑ کے بعد ایک زمانہ تک نامعلوم و غیر مفہوم رہیں اگر ہم محض تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو عقل باور نہیں کرتی کہ حضرت ابراہیمؑ نے مصر میں جانے کے بعد مصریوں سے زندگی بعد الموت کا عقیدہ نہ سنا ہو اور یونہی وہاں سے لوٹ آئے ہوں۔

دوسری دلیل دیکھیے حضرت یوسف حضرت ابراہیمؑ ہی کی اولاد میں (یعنی آپ کے پڑپوتے اور حضرت یعقوب کے بیٹے ہیں) اور آپ کا مصری محرابوں کے کاہنوں میں رشتہ بھی ہو گیا تھا اور وہ آپ کے سسرال والے تھے اور حضرت موسیٰؑ بھی آپ کی اولاد میں سے ہیں آپ مصر کے لاس سے اور ان کے اسرار سے خوب واقف تھے پھر یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ حضرت ابراہیمؑ سرزمین کلدان سے مصر کی طرف روانہ ہوئے ہوں اور آپ کے دل میں یہ بات

نہ آئی ہو کہ وہاں کے حکماء سے عقیدے کے بارے میں پوچھ لیں حالانکہ یہ علاقہ ساحلی ہے جہاں قافلے آکر ٹھہرتے ہیں اور اس میں بہت سے عبادت خانے ہیں جن میں آکر سلاطین رعاۃ عبادت کرتے ہیں اور ان کے شعائر میں علمائے دین بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس لیے عقل یہ بات نہیں مانتی کہ حضرت ابراہیمؑ مصر گئے ہوں اور وہاں سے عقیدۂ حیات بعد الموت کو سنے بغیر واپس آئے ہوں

تیسری دلیل اس سے بھی زیادہ مستحکم، صحیح اور قابلِ غور یہ دلیل ہے کہ عہد قدیم کی کتابیں یہودیوں کی بابل کی طرف جلاوطنی کے اور انھیں غلام بنائے جانے کے بعد مدوّن کی گئی ہیں اس لیے ان کے اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان کا زمانہ طویل ہے اور توحید و بت پرستی کے گڈمڈ ہونے کے بعد اس کے اصلی حالت پر لوٹ آنے کے زمانے طویل ہیں اور ان میں سے بعل اور عشتروت کی عبادتیں بھی ہیں۔

چوتھی دلیل عقیدۂ حیات بعد الموت کے خفا پر اس سے بھی شہادت ملتی ہے کہ لوگوں کو یہ عقیدہ حضرت ابراہیمؑ سے تفصیلی طور سے ورثہ میں نہیں ملا کہ اس کا لوگوں کو انتظار رہا اور سابق عقیدے سے تسلسل کے ساتھ آرہا ہو چنانچہ جمع کرنے والوں کو سفر الجامعہ میں یہ لکھنا جائز ہے: "کہ جو کچھ بنی نوع انسان کو پیش آتا ہے وہی جانور کو پیش آتا ہے کیونکہ دونوں مٹی سے بنائے گئے اور مٹی ہی بن جائیں گے کسے معلوم کہ آیا بنی نوع انسان کی روح آسمان پر چڑھ جاتی ہے اور کیا جانوروں کی روح زمین میں نیچے اتر جاتی ہے؟ کوئی چیز اس سے بہتر نہیں کہ انسان اپنے اعمال پر خوش ہو کیونکہ یہ چیز اسی کا حصہ ہے۔"

دانیال و مسیحؑ نے زندگی بعد الموت کی طرف اشارہ فرمایا

دانیال سے یہ بات سنے ہوئے صدیاں گذر گئیں کہ: "زمین میں سونے والے

جاگیں گے، یہ ابدی زندگی کے لیے اور یہ عار کے لیے ..." پھر حضرت مسیحؑ کا زمانہ آیا جبکہ اسرائیلیوں کی جماعتوں میں اختلاف باقی تھا بعض اخروی زندگی کے قائل تھے اور بعض نہ تھے اور مومنوں کو للکارا کرتے تھے کہ اس کا ثبوت تورات سے دو حضرت مسیحؑ نے ان کے سامنے عازر اور ایک مالدار شخص کی مثال بیان فرمائی جس میں موت کے بعد عذاب و ثواب کی طرف اشارہ ہے گویا انجیل کے عقاید میں سے یہ عقیدہ اس طرح سے تورات کی کتابوں میں ثابت نہیں

حضرت ابراہیمؑ کے اور حضرت مسیحؑ کے زمانوں میں تقریباً بیس سو سال کا فاصلہ ہے اور تقریباً چالیس سو سال کا آپ کے اور اس زمانہ کے درمیان فاصلہ ہے جس میں آپ کے پیروکار دنیا کے گوشوں پر چھائے لیکن جو کام صدیوں سے پہلے شروع ہوا وہ اس حد پر آکر ختم ہونے والا نہ ہوتا اگر اُس ابتداء سے شروع نہ کیا جاتا جس سے شروع کیا گیا۔

وہ کام عقیدۂ توحید یا عقیدۂ قربانی یا عقیدۂ ثواب و عذاب نہ تھا اس سے پہلے لوگوں نے ان عقاید کو کسی صورت سے بھی نہیں سنا تھا۔

حضرت ابراہیم کو ابو الانبیاءؑ کہنے کی وجہ

آپ کو ابو الانبیاء اس لیے کہا گیا کہ آپ تمام عالم انسانی میں دعوت نبویہ کو سب سے پہلے آغاز کرنے والے ہیں گویا آپ کی دعوت خالق کائنات کی طرف سے آدمؑ و حوا کی اولاد میں تمام مخلوق کی طرف مخصوص رسالت کے

معجزات

عقیدۂ توحید کا پالینا انسان کی ایک علمی کامرانی ہے ہم اس کتاب کے

شروع میں بتا آئے ہیں کہ عقیدۂ توحید تک پہنچنا انسان کی ایک ایسی علمی کامرانی ہے جس نے کونیات و حیات کی طرف انسانی فکر کا صحیح صحیح رخ پھیر دیا اس کا مقصد یہ نہیں کہ یہ ایک دینی کامرانی ہے جو ایمان و اعتقاد کے اعتبار سے بھی صحیح ہے یہ کیونکہ کائنات کبریٰ کے حقائق کبھی عقل پر جو کائنات کو اس طرح دیکھ رہی ہے گویا وہ پراگندہ اور مختلف ارباب میں بٹی ہوئی ہے، منکشف نہیں ہو سکتے اور یہ ارباب بھی کیسے کہ اگر ایک اپنے ارادے سے کائنات پر غالب آتا ہے تو پھر اس پر دوسرا اپنے ارادہ سے غالب آجاتا ہے جو اسے توڑ کر دوسری سمت کی طرف جو پہلی سمت سے بالکل ایک علیحدہ سمت ہے لے جاتا ہے اس لیے توحید میں بس یہی خوبی نہیں کہ یہ شرک سے افضل ہے بلکہ یہ ایک انتہائی صحیح علم، انتہائی محفوظ نظر اور قوانین طبعیہ کا ایک انتہائی لطیف اور مکمل پیمانہ بھی ہے۔"

امکانِ معجزات پر ایمان بھی ایک زبردست کامیابی ہے

ہم اس کتاب کے اخیر میں یہ لکھتے ہیں کہ امکانِ معجزات پر ایمان بھی عقیدۂ توحید پر کامرانی کی طرح ایک کامرانی ہے کیونکہ یہ عقل کو ایک حالت کی پابندی سے چھڑا دیتا ہے جس کی موجودگی میں تمام دیگر احتمالات کے دروازے اس پر بند ہو جاتے تھے بس ایک ہی دروازہ کھلا رہتا تھا یعنی محدود واقع کا دروازہ جو انسانی مشاہدہ میں آتا رہتا تھا۔

ریاضی حقائق میں بھی ردوبدل کا امکان ہے

دیکھیے ایک فلسفی دیکارت نے ممکنات و محالات پر غور کیا آخرکار اس نے یہ رائے قائم کی کہ خود ریاضی حقائق میں بھی ردوبدل ممکن ہے محال نہیں اور اسی طرح اس عقل میں بھی جس سے

ہم ان حقائق کا ادراک کرتے ہیں، تغیر ممکن ہے محال نہیں۔

علماء نے قوانین طبیعہ سے بھی اپنا دامن چھڑا لیا ہے

موجودہ زمانہ کے علماء نے ان قوانین کے پٹوں سے بھی، جو ایک زمانہ تک قوانین طبیعت کہلائے اور اس زمانہ والوں کے ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ یہ ظواہر طبیعیہ کو مقید کرتے ہیں اور ان کی مدد کے بغیر عقل ان کی وضاحت کرنے سے عاجز ہے، اپنی گردنیں چھڑا لی ہیں

لہٰذا آج قانون طبیعی ایک مفروضہ ہے۔ اسی طرح کشش ثقل ایک زمانہ تک افلاک کی گردش کا سبب بنی رہی پھر نسبیہ سبب نے جنم لیا اور بعض علماء کے نزدیک کشش ثقل سے زیادہ صلاحیت نسبیہ سبب میں ہے کہ یہ گردش کا سبب ٹھہرائی جائے جوں جوں انسان طبیعی قانون کی گہرائی تک پہنچتا ہے وہ تمام حقائق کا حصر نہیں کر سکتا اور بعض اجزاء غیر محصور رہ جاتے ہیں جن کو فرض و ترجیح کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

امکان معجزات پر ایمان

امکان معجزات پر ایمان لانا ایک گردش والا غور و فکر ہے مومن اپنے عقیدے کی وجہ سے اس تک پہنچ جاتا ہے اور ڈیکارٹ کی طرح فلسفہ کی گہرائی میں نہیں اترتا اور نہ علماء کی طرح طبیعیہ قوانین کی کرید میں پڑتا ہے اگر کوئی پوچھنے والا پوچھے کیا یہ ممکن ہے کہ مادہ موجودہ صورت کے علاوہ کوئی اور صورت اختیار کرلے؟ تو جو ممکن بتائے وہ... صحیح نظر کی رو سے حق بجانب ہے اور جو محال و ممتنع بتائے وہ

حق پر نہیں اول الذکر گروہ کی رائے انتہائی وزنی ہے نہ کہ ان کی جو ابد الآباد سے لے کر ازل الآزال تک اگر ازل کی غایت ہو، اس کی ایک ہی محدود صورت کے قائل ہیں

لہٰذا معجزہ ممکن ہے محال نہیں کیوں کہ تمام کائنات کا مادہ ایک اصل کیطرف لوٹتا ہے ان مادوں کی خصوصیات میں سے ایسی کوئی خصوصیت نہیں جس سے وہ خود بخود اپنے ارادے سے کوئی مناسب شکل اختیار کرے اور اس کا ہر خاصہ مستقل نہیں پھر جب ایک اصل کا موجودہ تمام شکلوں کو اختیار کر لینا عقل جائز رکھتی ہے تو ان کا اختلاف ان احوال کے علاوہ دوسرے احوال میں بھی عقل کے نزدیک جائز ہے اور اس اختلاف کے محال ہونے پر مطلق یقین رکھنے کی کوئی دلیل نہیں.... دیکھیے جس نے ایک ہی اصل میں یہ تمام صورتیں ودیعت فرمائیں وہ اس میں دوسری صورتوں کو بھی ودیعت فرمانے پر قادر ہے اگر کوئی اس کے محال ہونے کا دعوےٰ کرے تو اس کے ذمہ دلیل ہے لیکن جو امکان کا قائل ہے اس کی دلیل واقع ہے جس پر وہ قیاس کرتا ہے۔

معجزات کا صحیح معیار

لہٰذا معجزہ کے لیے صحیح معیار یہ نہیں کہ اس کے بارے میں امکان و عدم امکان کا سوال کیا جائے بلکہ صحیح معیار یہ ہے کہ اس کی حکمت و لزوم کے بارے میں پوچھا جائے کیونکہ تمام کائنات کا مدبر فعل عبث سے پاک و بری ہے اور وہ کسی چیز کو حکمت کے بغیر پیدا نہیں فرماتا اور یہ حکمت لوگوں کے علم و ادراک سے باہر نہیں اگر وہ اس کا علم حاصل کرنا چاہیں۔

معجزات کے لیے یہی ہمارا پیمانہ ہے اور یہی وہ پیمانہ ہے جس پر ہم نے دینی دعوتوں کے اور رسولوں کے بارے میں اپنی تحریر میں بھروسہ کیا ہے اس کا خلاصہ جسے ہم اس سیرت میں دوبارہ لکھتے ہیں یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعوت کی وضاحت آپ کے زمانہ کے حوادث اور آپ کی قوم کی آپ کے ماقبل و مابعد کی تاریخ کرتی ہے ان حوادث میں اللہ نے وہی چاہا ہے جو اللہ نے ہر معجزہ میں چاہا ہے لہٰذا ان معجزوں کے ماننے میں یا ان حوادث کے ماننے میں تمام حالات پر اللہ کی قدرت میں خلل نہیں آتا

ہم کو مفسرین کا طریقہ پسند نہیں جو معجزات پر ایمان لانے کو آسان کرنے کے لیے کچھ مفروضات مقرر کرتے ہیں کیونکہ معجزہ کا جس وقت بھی صدور ہوا اسے معجزہ ہونا ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ لوگ اس کی طرف دیکھنے میں اس کی حقیقت سے بھی واقف ہوں اور انہیں دھوکا نہ دیا گیا ہو۔

لہٰذا صحیح ایمان یہی ہے کہ معجزہ ممکن ہے اور صحیح ایمان یہی ہے کہ معجزہ کا امکان حکمت کے لیے ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم حوادث میں اللہ کی حکمت کو ظاہر کریں جیسے حکمت کو معجزات میں ظاہر کیا کرتے ہیں یہی وہ چیز ہے جسے ہم دینی دعوتوں کا درس دیتے وقت پیش نظر رکھتے ہیں اور دینی دعوتوں میں سے دعوتِ خلیلؑ بھی ہے۔

سیر کا خاتمہ

خلیل اللہ کے ماننے والے دنیا میں سب سے زیادہ ہیں

خلیل اللہ کے قصہ کے سیر کی انتہا موجودہ زمانہ تک پہنچنے سے ہوجاتی ہے

یہ قصہ ایک جدید عالم پر ختم ہوتا ہے جس میں ایک ہزار ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے) انسان آپ کی عظمت کو ماننے والے بستے ہیں اور جب خلیل اللہ کا قصہ پڑھتے ہیں تو عقیدۂ معبودیت میں اپنا اور اپنے باپ دادا کا قصہ بھی پڑھتے ہیں اور توحید پر ایمان کے سلسلہ میں آپ کے قصہ کے مبدا ہی سے ان کے قصوں کا آغاز ہوتا ہے اور اس قصہ کے مبدا سے جو متضاد عقاید سے ملا جلا ہے اور جس میں ان کے باپ دادا مقدور بھر صحیح و غلط کی، علم و جہالت کی، صدق و وہم کی، افکار و مذہبی روایات کی اور ہر سمجھی اور بے سمجھی باتوں کی آمیزش کرتے چلے آئے ہیں یہ اس قدر ضخیم ورثہ ہے جو اپنی ضخامت میں انتہا کو پہنچ گیا ہے لہٰذا چار ہزار سال کے بعد یا قدرے کم و بیش زمانہ کے بعد یہ سیر کس طرح ختم ہوا؟

سیر کے دونوں پلوں کا کس طرح وزن کیا جائے؟

یعنی صحیح و غلط والے پلوں کا، علم و جہالت والے پلوں کا، صدق و وہم والے پلوں کا اور افکار و اساطیر (مذہبی روایات) والے پلوں کا...؟ بلا شبہ یہ ایک انسانی نفس مع اپنے صالح اور غیر صالح قوام کے ہے اور یہ دو حصوں میں بٹتا نہیں کہ مقابلہ کے لیے دونوں حصوں کو ترازو کے دونوں پلوں میں رکھ کر تولا جا سکے بلکہ اس کی یہ حیثیت ہے کہ یا تو سب کو لے لیا جائے یا سب کو چھوڑ ہی دیا جائے اور دونوں حالتوں میں فایدہ اور نقصان کا وزن کر لیا جائے۔

جو اپنے ماحول کو سمجھتا ہے وہ ہر بڑے عقیدے، ہر عظیم فکر اور ہر اس بڑے آغاز (جس کے تابع اس کی عظمت کے بموجب خاتمے بھی ہوتے ہیں) کے سلسلہ میں یہ بات بخوبی سمجھتا ہے بنی نوع انسان نے کسی عظیم فکر کو کبھی پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ نہیں اتارا اور نہ کبھی کوئی عظیم عقیدہ ۲۴ گھنٹوں میں تکمیل کو پہنچا۔

اب تک مادہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا

ہم غیب اور ابدی علوم سے قطع نظر کرتے ہوئے مشاہدے میں آنے والی دنیا پر اور اس کے مادہ پر جو روزانہ انسانی ہاتھوں میں آتا ہے غور کرتے ہیں۔

بہت ہی پرانے زمانہ سے انسان کی نگاہ اصل مادہ پر ہے لیکن آج بیس ہزار سال گذر گئے انسان اس مادہ کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا مادہ کے بارے میں

لوگوں کے صحیح و غلط طرح طرح کے نظریات ہیں مگر انسان جزو لاتجزیٰ (ذرہ) کے پورے خواص آج تک معلوم نہ کر سکا نہ اس کے اسرار تک پہنچ سکا کہ اس کی سطحوں کے ماوراء اس کی تہوں میں گھس جاتا۔

ہم زمانہ کو اور اس کی مخفی لہروں کو چھوڑتے ہیں اور مکان کو اور اس کی ان لہروں کو دیکھتے ہیں جو قیاس و پیمانہ میں آتی ہیں نیل کا پانی آسمان سے پاک و صاف اترتا ہے اور زمین پھاڑتا ہوا چلتا ہے اور اپنے ساتھ مٹی، گندگی، خس و خاشاک اور صاف و گدلا پانی لے کر آگے بڑھتا ہے اور جس طرح لوگ صاف شفاف پانی سے فایدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح گدلے اور خاک دھول پڑتے ہوئے پانی سے فایدہ اٹھاتے ہیں

ہر اس چیز کا بھی حال ہے جو انسان کی طبیعت سے، مٹی کی طبیعت سے، دنیا کی طبیعت سے اور زمان و مکان کی ان ٹیلوں سے جو دنیا میں ہیں، گزرتی ہے۔

یا تو ان سب کو مان لیا جائے یا سب کو چھوڑ دیا جائے اور دونوں حالتوں میں نفع و نقصان کا وزن کر لیا جائے۔

اگر تم چاہو تو یہ خیال کر لو کہ یہ فایدہ ایسا ہے جس میں آپ نے دھوکہ کھایا ہے لیکن یہ خیال بھی کر لیجیے کہ آپ نے اپنی زندگی کی محبت میں بھی دھوکہ کھایا ہے کیونکہ یہ زندگی افضل نہیں اور اپنی نسل کی محبت میں بھی دھوکہ کھایا ہے کیونکہ آپ کی نسل بہ نسبت دوسروں کے زندگی کی زیادہ حقدار نہیں اور آپ نے ان رنگوں اور ان آوازوں میں بھی دھوکہ کھایا ہے کیونکہ یہ رنگ اور آوازیں نہیں بلکہ فضا میں یا ہوا میں لہریں ہیں یا اس حقیقت کے پیش نظر آپ کو کوئی چیز معلوم نہیں جب تک آپ ان چیزوں کو ان کے ان ناموں سے پہچانتے ہیں۔

اس رسالہ کے اوراق میں ہمارے باطن سے کمزور طبیعتوں کی ملاوٹیں گذریں جو انہوں نے روحانی عقاید اور ضمیر کی پاکیوں میں ملا دی ہیں اور وہ ایسی گڈمڈ ہو گئی ہیں کہ ان کا علیحدہ کرنا بڑا مشکل ہے بلکہ قریب محال ہے۔

اگر کوئی اس مجموعہ کو مان لیتا ہے تو اس کے لیے انسانی تاریخ حسب سابق اور حسب حاضر باقی رہتی ہے اور جو اس کو چھوڑ دیتا ہے اس کے لیے کیا باقی رہا؟ وہ دنیا کو نہ صرف حکومتوں اور تمدنوں کی تاریخ کے ساتھ چھوڑتا ہے بلکہ اس کے

ساتھ ساتھ امید کی ہر کرن کو بھی اور تسلی کے ہر جھونکے کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور راز کے ہر کھٹکے کو بھی اور وثوق و عزیمت کے ارکان میں سے ہر رکن کو بھی جسے انسان نے دین سے حاصل کیا تھا اور اس سے اپنے اعمال، احلام، اخلاق، افکار، خیالات اور احوال کی دنیا بسائی تھی جو اس قدر ہیں کہ انہیں کتابیں گھیر نہیں سکتیں جیسے حکومتوں، تمدنوں اور تہذیبوں کی تواریخ کو کتابیں نہیں گھیر تیں۔

اور دنیا کے گوشوں میں پتھروں کو پوجنے والے برابر پائے جاتے ہیں... اور وہ بھی پائے جاتے ہیں جو پتھروں سے آگ پیدا کرتے ہیں... اور کائنات کی کہربائی امانتوں میں نہ اس سے کمی آتی ہے اور نہ اس سے اور نہ اعلیٰ درجہ والی تنزیہہ والی توحید میں کمی آتی ہے آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا میں رہتے ہیں اور کہتے ہیں گویا اس دنیا میں ابراہیمؑ کے نام کا کوئی شخص پیدا ہی نہیں ہوا۔

اس دنیا میں ہزارہا سال کے بعد بھی اس شخص کی شبیہ باقی رہی بلکہ یہ شخص ان ہزاروں اشخاص سے افضل ہے جو نبوتوں کے اور انبیاء ہونے کے باوجود اس اعتبار سے گم نام ہیں کہ ان سے راہ پانے والے راہ پائیں۔

وہ کسی شمار و گنتی ہی میں نہیں۔

لیکن سینکڑوں خاندانوں کے وہ کروڑوں انسان گنتی میں آتے ہیں جو اپنے عقاید کی داستان پڑھتے ہیں جب وہ ایک ایسی عظیم شخصیت کا قصہ پڑھتے ہیں جو گزر گئی اور اپنے راستہ سے محض گذری ہی نہیں۔ بلکہ اس کی راہ سے ان گنت داعی اور بے شمار ممتاز رہنما گذرتے چلے جارہے ہیں اس راہ کا ماضی، حال اور مستقبل یکساں ہے

کیا اس شخصیت کا مالک انسان کا محبوب نہیں ہے اور کیا یہ انسان رحمٰن کا محبوب نہیں ہے؟

(کیوں نہیں علیہ الصلوٰۃ اللہ الوفا الوفا) —— اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

کتاب کا خاتمہ

دینی تواریخ کی گہرائیوں میں غوطہ مار کر، مصنفات لاہوت کے تنوں میں گھس کر، عہد قدیم وجدید کے اسفار میں ڈوب کر اور قرآن کریم کی تفاسیر وحواشی میں مستغرق ہو کر ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی سیرت مقدسہ کے سلسلہ میں آثار و اخبار کے سیر حاصل بیانات کے جواہرات عباس محمود عقاد اپنے دامن میں بھر لاتے ہیں پھر ان جواہرات میں وہ جواہرات بھی ملا دیتے ہیں جو وہ علم الاحافیر، علوم مقارنۃ لغات، اور یوسیفوس سے لے کر ابوالفداء تک اکابر مورخین کی معلومات سے چن لیتے ہیں پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ اپنی بے نظیر و وسیع معلومات کا بیش بہا خزانہ قارئین کرام کے سامنے لا کر رکھ دیتے ہیں اور خلیل اللہ کی سیرت طیبہ کے بارے میں مطالعہ کرنے والوں کے سامنے ایک ایسی چمکیلی، صحیح، صاف اور شفاف لوح پیش کر دیتے ہیں جس میں طرح طرح کے خوشنما اور دلفریب رنگ جھلکتے نظر آتے ہیں۔ اس آئینہ میں عہد ابراہیمؑ کی جھلک، آپ کی نشو ونما کا عکس اور آپ کے پاکیزہ افکار کے تدریجی ادوار کا نقشہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

عباس محمود عقاد سے بڑھ کر سیرت خلیل پر تحقیق و تنقید کون کر سکتا ہے؟ بلاشبہ یہ کتاب "ابراہیم، ابوالانبیاء" اصل حقیقت کو لے کر گہرائی میں اتر جانے کا ایک بہترین نمونہ ہے، قارئین کرام کے لیے ایک بیش بہا خزانہ ہے، علماء کے لیے ایک قابل قدر فکری زاویہ ہے اور منکروں کے لیے ننگی تلوار اور جرعۂ زہر ہلاہل ہے جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔ (مترجم)

انٹرنیشنل پریس، کراچی

عبّاس محمود العقّاد

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل

مولانا راغب رحمانی دہلوی